انجمن ترقی اردو، کڈپہ: دو روزہ قومی سمینار

افکار

یادگاری مجلّہ

ترتیب:

ڈاکٹر سیّد وصی اللہ بختیاری

بسم اللہ تعالیٰ

انجمن ترقی اردو، کڈپہ: آندھراپردیش

دوروزہ قومی سمینار، مجلّہ

افکار

(سمینار میں پیش کیے گئے مقالات کا مجموعہ)

ترتیب: ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر قاسم علی خان

زیر اہتمام:

انجمن ترقی اردو، کڈپہ

ناشر: دبستان پبلی کیشنز، کڈپہ-۵۱۶۰۰۵ آندھراپردیش

افکار

(دو روزہ قومی سمینار میں پیش کیے گئے مقالات کا مجموعہ)

ترتیب: ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر قاسم علی خان

دو سو چونسٹھ صفحات | پانچ سو جلدیں | اشاعت بار اوّل: نومبر، دو ہزار چوبیس عیسوی

قیمت: چار سو روپے

زیر اہتمام: انجمن ترقی اردو، ضلع کڈپہ، آندھرا پردیش

طابع: انوپما پرنٹرس، حیدرآباد

ناشر: دبستان پبلی کیشنز، کڈپہ

دبستان مطبوعات 01

ISBN 978-81-979408-0-4

Afkaar

Collection of Papers Presented on the topic:
Promotion & Development of Urdu

Edited By: **Dr. S.Vasiullah Bakhtiary**

264 Pages | 500 Copies | First Published: Nov. 2024
Price Per Copy: Rs. 400/=

Printed at: Anupama Printers, Hyderabad (T.S)
Published By:



Dabistan Publications دبستان
77-106-2, Ahmadiya Nagar, Rama Raju Palli(V)
Y.V.University(P.O), KADAPA-516005 A.P
dabistanpublications@gmail.com|9000050945

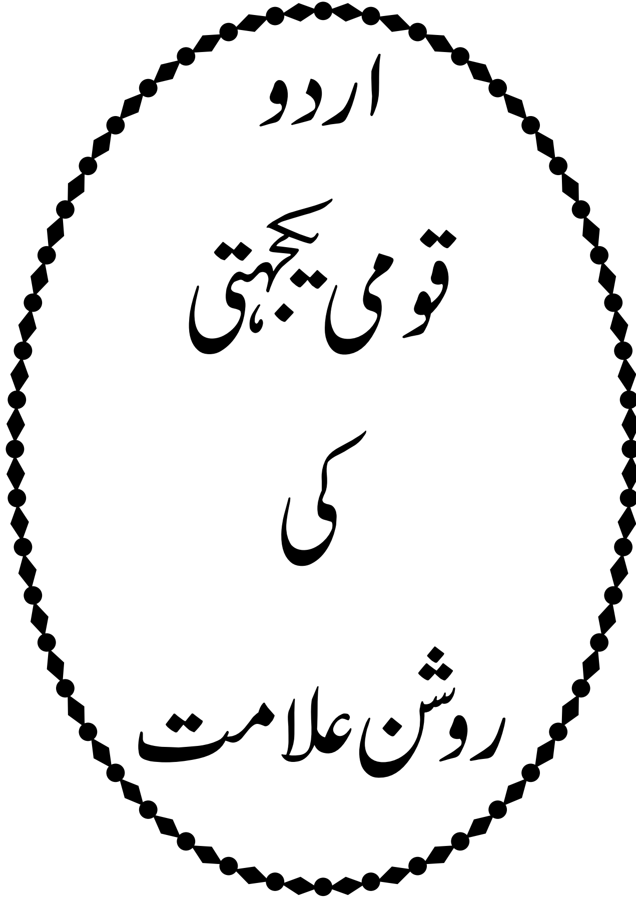
فہرست

اردو

عارف امینی، کدری

اردو ہے نام میرا ،اردو زبان ہوں میں
دوشیزۂ وطن ہوں، بھارت کی شان ہوں میں
ان گیسوؤں کو میرے حالؔی نے ہے سنوارا حسرتؔ نے اپنے فن سے مرے حسن کو نکھارا
سوداؔ نے مجھ کو چاہا مومنؔ نے مجھ کو پالا اور میرؔ نے بھی اکثر مجھ کو دیا سہارا
اقبالؔ کی محبت غالبؔ کی جان ہوں میں
اردو ہے نام میرا ،اردو زبان ہوں میں
ہر ایک لفظ میرا ڈوبا ہے شیرنی میں جنت سے آئی ہوں میں تسنیم میں نہا کر
سر چڑھ کے بولتا ہے ایسا ہے میرا جادو کرتی ہوں مست و بیخود سب کو نشہ پلا کر
بے حد حسین و دلکش الہڑ جوان ہوں میں
اردو ہے نام میرا اردو زبان ہوں میں
کیا ہندو، کیا مسلماں، کیا سکھ، کیا عیسائی دیوانے سب ہیں میرے،سب ہیں مرے فدائی
نہ کوئی غیر میرا ،نہ کسی کی میں پرائی میرے لیے محبت ہر دل میں ہے سمائی
ہر بھارتی ہے میرا،سب کی زبان ہوں میں
اردو ہے نام میرا ،اردو زبان ہوں میں
ہندی زبان کی تو میں لاڈلی بہن ہوں عربی زبان ماں ہے اور فارسی ہے خالہ
انگریزی اور تیلگو میری سہلیاں ہیں ہر اک زبان سے ہے رشتہ مرا نرالا
عارفؔ بتادو سب کو کیسی زبان ہوں میں
اردو ہے نام میرا، اردو زبان ہوں میں

oOo


اردو
قومی یکجہتی
کی
روشن علامت

پیش لفظ

سید ہدایت اللہ
معتمد عمومی، انجمن ترقی اردو، ضلع کڈپہ
معتمد عمومی، عبوری کمیٹی، انجمن ترقی اردو، آندھرا پردیش

انجمن ترقی اردو کی جانب سے منعقدہ اس دو روزہ قومی سمینار بعنوان ''اردو کی ترویج و ترقی : مسائل، وسائل اور ہماری ذمہ داریاں'' میں آپ تمام شرکا، مندوبین، دانشوران، مقالہ نگاران، محبانِ اردو، اساتذہ اور طلبہ کا پرتپاک استقبال اور پرخلوص خیر مقدم ہے۔ سمینار کا یہ موضوع نہایت وسیع ہے اور اردو زبان کی موجودہ صورت حال اور مستقبل کے لائحہ عمل کے تعین میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

شہر کڈپہ میں انجمن ترقی اردو کے قیام کا یہ 66 واں سال ہے۔ نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط اس دور میں اردو کی تاریخ رقم کی گئی ہے۔ متحدہ ریاست آندھرا پردیش میں بھی انجمن ترقی اردو کی ہماری یہ شاخ ہمیشہ متحرک، فعال اور سرگرمِ عمل رہی۔ حیدرآباد کے بعد انجمن ترقی اردو کی کڈپہ شاخ کے تحت باضابطہ اور منظّم طور پر اردو کے لیے اقدامات کیے گئے، جس سے کڈپہ شاخ کو ریاست میں نمائندہ اور ممتاز مقام حاصل ہوا۔ کڈپہ کی محترم شخصیت، کال ٹیکس عبدالستار صاحب، انجمن ترقی اردو، کڈپہ شاخ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ سابق صدرِ پردیش کانگریس، محمد رحمت اللہ صاحب نے انجمن ترقی اردو کو ہمیشہ اپنی ترجیحات میں شامل رکھا۔ کڈپہ کی انجمن کی تاریخ میں بہت سے نام ایسے ہیں، جن کی روشن خدمات، ناقابلِ فراموش ہیں۔ پروفیسر درویش قادری زکی انجمن کی مسندِ صدارت پر فائز رہے۔ اس دور میں معتمدِ عمومی کی حیثیت سے محمد حیات، ڈپٹی کلکٹر نے خدمات انجام دیں۔ پروفیسر انوار اللہ انور بھی کڈپہ کی انجمن ترقی اردو کے صدر اور معتمدِ عمومی، کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ شہر کڈپہ کی معروف علمی و ادبی شخصیت ملا رشید احمد صاحب بھی انجمن کے سکریٹری رہے ہیں۔ جناب سید مقبول باشا بھی انجمن ترقی اردو، ضلعی شاخ کڈپہ کے نائب صدر اور پھر صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ جناب شیخ قادر باشا، منیجر، ایل آئی سی بھی انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہ کر خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اسی طرح محمد عبدالرحیم صاحب، محمد عبدالغفور جانی صاحب، جناب میانہ نذیر احمد خاں اور

جناب ایس کے نصیرالدین (ایس بی آئی)' بھی انجمن سے وابستہ رہ کر ایک طویل عرصہ گرانقدر خدمات انجام دے چکے ہیں اوران دنوں ہماری سرپرستی فرمارہے ہیں۔

انجمن ترقی اردو' ضلعی شاخ کڈپہ کی جانب سے قومی سطح کے چار سمینار اور دس ریاستی کانفرنسیں منعقد کی جاچکی ہیں۔ علاوہ ازیں ضلعی انتظامیہ کی جانب سے 6 علاقائی اور 6 ضلعی سطح کی کانفرنسیں بھی منعقد کی گئیں۔ علاقائی سطح کی کانفرنسوں میں رائل سیما کے اضلاع' کڈپہ، چتور، اننت پور اور کرنول کے علاوہ ضلع نیلور اور ضلع پرکاشم کو بھی شامل کیا گیا تھا۔

انجن ترقی اردو کی کوششوں سے نہ صرف شہر کڈپہ بلکہ اضلاع رائل سیما و نیلور میں کالجوں میں اردو میڈیم کا قیام عمل میں لایا گیا اور جہاں ضرورت ہو' مسلسل نمائندگی کرتے ہوئے' اردو لینگویج لیکچرر کا تقرر بھی عمل میں لایا گیا۔ کالجوں کی سطح پر اردو زبان اور اردو ذریعہ تعلیم کے لیے اقدامات انجمن کی ترجیحات میں شامل رہے ہیں۔

انجمن ترقی اردو کی فعالیت اور اس کے متحرک اور زندۂ جاوید ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آندھرا پردیش کے اس دور افتادہ علاقۂ رائل سیما کے شہر کڈپہ میں اردو دنیا کی اہم شخصیات قدم رنجہ ہوئیں۔ انجمن ترقی اردو کے قائدین اور اردو کے اساطین' جیسے انجمن ترقی اردو ہند کے صدر آنجہانی پروفیسر جگن ناتھ آزاد' ڈاکٹر حسینی شاہد' علی جواد زیدی' آنجہانی راج بہار گوڑ' آنجہانی سری نواس لاہوٹی' عابد علی خان' زاہد علی خان' ڈاکٹر عبدالمنان جو انجمن ترقی اردو کے ریاستی صدر تھے' کے علاوہ آنجہانی منوہر لال سکسینہ' میر محمود علی خان' نصرت محی الدین' اور انجمن ترقی اردو ریاست آندھرا پردیش کے معتمدِ عمومی عبدالرحیم خان صاحب ایسی قدآور علمی و ادبی شخصیات کی تشریف آوری اور ہمت افزائی ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ ان شخصیات کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی بدولت شہر کڈپہ کے اردو والوں میں کام کرنے کا احساس پیدا ہوا اور تقویت ملی۔ ان شخصیات کی سرپرستی' نیز مسلسل رابطہ اور خط و کتابت کے باعث انجمن ترقی اردو' ضلع کڈپہ کی شاخ کے ذمہ داران میں اردو زبان و ادب اور تہذیب وثقافت کے فروغ وارتقا اور ترویج وترقی میں ہمیشہ نمایاں کام کرنے کا جذبہ موجزن کردیا۔

تعلیمی سطح پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے انجمن ترقی اردو نے ایک طویل عرصے تک ضلع کڈپہ کے تمام مدارس' اردو بولنے والے علاقوں اور اردو آبادی کے کئی دورے کیے گئے اور سروے کر کے وہاں کی

تفصیلات حاصل کر کے جہاں جہاں اردو اسکولوں اور کالجوں کا قیام کی ضرورت ہے' ان مقامات کی نشاندہی کی جاتی گئی اور سرکاری عہدیداران' افسران اور سیاسی قائدین سے ملاقات کر کے اسکول کھولے جانے کے اقدامات کیے جاتے رہے۔ مقامی شاخوں کے ذمہ داران کا تعاون حاصل کیا گیا اور اشتراکِ عمل کے ساتھ اردو تعلیم کے مسائل کی یکسوئی کے لیے اقدمات کیے گئے۔ اس طرح سروے کرنے کی وجہ سے اہلِ اردو میں بیداری پیدا ہوئی اور لوگوں کا انجمن پر اعتماد قائم ہوا۔ آج بھی اردو کے کسی بھی معاملے میں اہلِ اردو کی ترجیح اور فوری توجہ انجمن ترقی اردو کی جانب مبذول ہوتی ہے۔ ہمیں اہل اردو کا اعتماد حاصل ہوا اور خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ اعتماد آج بھی برقرار ہے۔

ضلع کڈپہ میں' جہاں آج یہ تاریخی قومی سمینار منعقد ہو رہا ہے' یہاں 1992 میں ضلع کی سطح پر اردو میڈیم کے صرف 12 ہائی اسکول تھے' آج اردو میڈیم ہائی اسکولوں کی تعداد 38 ہے۔ ضلع کڈپہ میں کئی جونیر کالجوں میں اردو زبان اور اردو ذریعہ تعلیم کی سہولت بھی میسر ہے۔

مولانا مولوی ابوالمکارم سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری صاحب مرحوم' انجمن ترقی اردو کی ان تمام کارروائیوں کے پس پشت قوت' بلکہ پیش رو قائد' ہمارے سرپرست' رہبر ہمارے صدر نشین رہے۔ موصوف تقریباً 35 سال تک انجمن ترقی اردو' ضلعی شاخ کڈپہ کی مسند صدارت پر فائز رہے۔ انھوں نے مستقل مزاجی کے ساتھ نہ صرف سرپرستی فرمائی بلکہ ہر طرح ان کا عملی تعاون بھی انجمن کو حاصل رہا۔ انھوں نے نہ صرف انجمن کے لیے وقت دیا بلکہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ تمام پہلوؤں سے اشتراکِ عمل کا ثبوت دیا۔ ان کے مالی اور عملی تعاون اور ہر معاملہ میں ذاتی دل چسپی لینے کی وجہ سے بھی انجمن کی کارروائیوں میں استحکام پیدا ہوا۔ ان کی متحرک شخصیت ہی کے باعث ہم تمام اراکینِ انجمن کو مستقل مزاجی سے کام کرنے کا حوصلہ ملا۔ وہ ہر معاملے میں شامل اور ہر بات میں شریک رہتے۔ بارہا تازہ ترین صورت حال اور معاملے میں ہونے والی پیش رفت سے متعلق استفسار کیا کرتے تھے۔ ان کی سرپرستی اور صدارت کے دور میں انجمن ترقی اردو' کڈپہ کو پورے جنوبی ہند میں اور ریاست بھر ایک خصوصی موقف حاصل رہا ہے۔ فی الواقع' نہ صرف آن بلکہ پچھلے 40 برسوں میں حیدرآباد شہر کی انجمن ترقی اردو شاخ کے بعد جس شاخ نے مسلسل حرکت و عمل اور سرگرم اقدامات کے باعث اپنی شناخت قائم رکھی، وہ حیدرآباد کے علاوہ ریاست بھر میں صرف ضلعی شاخ کڈپہ ہے۔ ہمیں متحرک اور سرگرم رہنے کا

اعزاز اور افتخار حاصل ہے۔

مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری کی سرپرستی میں شعروادب کی ترقی و ترویج اور زبان و ادب کے مختلف معاملات میں ترقیات کی راہیں ہموار ہوئیں۔ انھوں نے کڈپہ کے شعرا و ادبا کی تخلیقات کو کتابی شکل میں شائع کرنے کے سلسلے میں زبردست دل چسپی کا مظاہرہ کیا۔ کتاب صدیوں کا حافظہ ہوتی ہے۔ مطبوعہ کتاب ایک دستاویز بن جاتی ہے۔ کتاب نشانِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا کتابوں کی اشاعت کی جانب خاص توجہ دی گئی۔ قلم کاروں، شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کی گئی ۔اشاعت میں مالی اعانت کا نظم بھی کیا گیا۔

انجمن ترقی اردو کی جانب سے منعقد کی گئی 1996 کی دوروزہ سلور جوبلی کانفرنس میں حضرت حلال کڈپوی کے مجموعہ کلام 'صدائے لطیف' کی اشاعت اور اجرائی کی گئی۔ اس کے بعد مفتی حبیب احمد ساجدؔ کے شعری مجموعہ 'اسلوب' کی اشاعت عمل میں آئی۔ کڈپہ کے مشہور شاعر ڈاکٹر ساغر جیدی کے شعری مجموعوں کی اشاعت کے لیے انجمن ترقی اردو نے پیش رفت کی۔ معروف شاعر، ادیب اور محقق و نقاد ڈاکٹر راہی فدائی کی کئی کتابوں کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں انجمن نے حتیٰ المقدور تعاون کیا۔ ڈاکٹر منیر محی الدین کے تحقیقی مقالے کی اشاعت کے سلسلے میں بھی انجمن ترقی اردو شاخ کڈپہ نے انتظام و انصرام کیا۔ اسی طرح انجمن کی جانب سے 'قانون حق معلومات 2005' (RTI) پر ایک کتابچہ بھی شائع کیا گیا تھا۔

انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی جانب سے ریاستی کانفرنسوں اور سمیناروں کے انعقاد کے ضمن میں یادگاری مجلّہ (ساونیئر) کی اشاعت، انجمن کی ایک شاندار روایت رہی ہے۔ اس ضمن میں قابلِ ذکر یہ ہے کہ سمینار میں پیش کیے جانے والے مقالات شائع ہو کر محفوظ ہو جاتے ہیں اور مستقبل میں استفادہ اور رفتارِ ادب اور کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے حوالہ بن جاتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی 2006 میں منعقدہ ریاستی کانفرنس کے مقالات کا مجموعہ 'جائزہ' کے نام سے اور 2012 میں منعقدہ سمینار کے مقالات کا مجموعہ 'آفاق' شائع ہو چکا ہے۔ 2018 میں منعقدہ سمینار کے مقالات طباعت و اشاعت سے ہمکنار نہ ہو سکے۔ البتہ 'گلدستہ' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا گیا تھا جو انجمن ترقی اردو، ضلع اننت پور اور ریاستی اردو ٹیچرس اسوسی ایشن کے اشتراک سے شائع ہوا تھا۔ اس گلدستہ میں حب الوطنی اور اردو

کی محبت پر مشتمل نظمیں شامل کی گئی تھیں۔اسی سلسلے کی توسیع' آپ حضرات کے ہاتھوں میں انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی جانب سے شائع کردہ یہ کتاب 'افکار' ہے جو 2024 میں منعقدہ اس سمینار کے مقالات 'اردو کی ترویج وترقی: مسائل' وسائل اور ہماری ذمہ داریاں کے موضوع پر ہیں۔ہمیں خوشی ہے کہ بروقت مقالہ نگاروں کے تعاون اور مجلسِ ادارت کے صدر عالی قدر محترم پروفیسر قاسم علی خان صاحب کی ذاتی دل چسپی' حسنِ ترتیب اور ناشرانہ اہتمام سے بروقت شائع ہوکر سمینار کے اختتامی اجلاس یعنی بتاریخ 10 رنومبر 2024 یہ مجلّہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ہم' مجلسِ ادارت' بالخصوص محترم پروفیسر قاسم علی خان صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تشکر وتبریک پیش کرتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو کی جانب سے اردو اساتذہ کے تقررات کے سلسلے میں مسلسل نمائندگی کی جاتی رہی ہے۔انجمن کی جانب سے اساتذہ کے تقرر کے لیے ریاستی حکومت کی جانب سے منعقدہ امتحان' ڈسٹرکٹ سلیکشن کمیشن' ڈی ایس سی کے سلسلے میں نمائندگی کی گئی کہ مخلوعہ جائیدادوں پر تقررات عمل میں لائے جائیں۔ڈی ایس سی میں درجِ فہرست قبائل اور درجِ فہرست طبقات کے لیے، نیز پسماندہ طبقات کی مختلف زیرِ تحفظ افراد کے لیے تین مرتبہ مسلسل نشستوں کو مختص کر دیے جانے کے بعد بھی جائیدادیں پُر نہ ہونے کی صورت میں چوتھی مرتبہ ان جائیدادوں کو عام زمرے میں تبدیل کرتے ہوئے تقررات کیے جانے چاہیے۔اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو' کڈپہ نے ماضی میں بھی بارہا کامیاب نمائندگی کرتے ہوئے اردو اساتذہ کے تقررات میں کلیدی کردار ادا کیا اور اس طرح اردو اسکولوں کو تقویت دینے کے کارنامے انجام دیے جاتے رہے۔اس ضمن میں ڈی ریزرویشن کے لیے انجمن ترقی اردو کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

انجمن ترقی اردو' کڈپہ شروع ہی سے روٹا تنظیم کے ساتھ مشترک جدوجہد میں ہر مرحلے پر شامل رہی ہے۔اردو تعلیم وتدریس اور اساتذہ کے مسائل کی یکسوئی انجمن ترقی اردو کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ ریاستی اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن بھی اسی مقصد سے وابستہ ہونے کی وجہ سے حسبِ ضرورت اشتراک اور ارتباط اور جدوجہد کے سلسلہ میں تعامل اور تعاون شروع سے ہمارا طریقہ کار رہا ہے۔اردو کے لیے کام کرنے والی دیگر تنظیموں کے ساتھ بھی ہم نے ہمیشہ رابطہ استوار رکھا ہے۔اردو زبان وادب کا فروغ و ارتقا اور بقا وتحفظ کے مقصد میں ہم صالح قدروں کے تحت سب کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور سب کا

تعاون ہمیں حاصل بھی رہتا ہے۔

انجمن ترقی اردو کا ایک اہم کام اردو اساتذہ بننے کے خواہش مند افراد کی تربیت بھی ہے۔ اردو تدریس کی تربیت کے لیے مسابقتی امتحان میں شرکت کرنے والے امیدواروں کو کوچنگ دینے کا نظم انجمن کے تحت ایک طویل عرصے سے قائم ہے۔ ڈائیٹ سیٹ کی کوچنگ اور ڈی ایس سی کی کوچنگ دی جاتی رہی ہے۔ جس زمانے میں دیگر کوچنگ کے ادارے سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپے وصول کرتے تھے، انجمن کی جانب سے صرف بیس روپیہ کی برائے نام فیس وصول کی جاتی تھی تا کہ منظّم طور پر کلاسوں کا انتظام کیا جا سکے۔ یہ سلسلہ ایک طویل زمانے تک جاری رہا تا آں کہ فیس کی رقم کو دو سو روپے کرنا پڑا۔ آج کئی اساتذہ برسر کار ہیں جنھوں نے انجمن کی جانب سے دی جانے والی کوچنگ سے استفادہ کیا اور ملازمت کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ مفت کوچنگ کلاسوں کا یہ نظام تقریباً بیس سال تک جاری رہا۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی یوم پیدائش کی مناسبت سے انجمن ترقی اردو نے ہمیشہ مختلف پروگراموں کا انعقاد کیا ہے۔ باضابطہ طور پر گیارہ نومبر کو قومی یومِ تعلیم بنائے جانے سے قبل بھی مولانا آزاد تقاریب کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ انجمن ترقی اردو کی ایک ذیلی تنظیم 'کاروانِ اردو' کے تحت اسکولوں میں مولانا آزاد تقاریب کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد میں اسکولی طلبہ میں مسابقتی پروگراموں کے انعقاد کے ذریعے ان میں تحریر و تقریر کا ذوق وشوق پیدا کیا جاتا رہا ہے۔ پہلے ہی طے شدہ اسکول کے ذمہ داروں کو تقریری مقابلوں کے تواریخ کی اطلاع دے کر ہر اسکول میں تقریری مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا رہا اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو فوراً وہیں اسی اجلاس میں انعامات دیے جاتے رہے ہیں۔

اردو تعلیم وتدریس سے وابستہ رہ کر طویل عرصۂ حیات خدمات انجام دینے کے بعد وظیفۂ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہونے والے اساتذہ کی سبکدوشی کے موقعہ پر انجمن ترقی اردو کی جانب سے اعترافِ خدمات کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ جہاں جہاں وہ کارگزار ہیں اسی اسکول' کالج پہنچ کر ان کی سبکدوشی کے موقعے پر ان کی تکریم کی جاتی تھی۔ خدمات کے اعتراف کے ضمن میں ہمارا مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ سماج میں اساتذہ کے مقام ومرتبہ کو اجاگر کیا جائے اور اردو تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی جائے۔ اس طرح کے مواقع پر تعلیمی بیداری پیدا کرنا مقصد ہوا کرتا تھا۔

انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی جانب سے اردو اساتذہ کے تقرر کے سلسلے میں منعقد کیے جانے والے امتحان' اردو ڈی ایس سی کے امیدواروں کے لیے تعلیمی مواد تیار کیا جاتا اور مفت تقسیم کیا جاتا رہا۔ اس زمانے میں نصابی کتابوں کے علاوہ دیگر شروحات' معاون نصابی کتابیں' بلکہ نصابی کتابیں بھی عام طور پر دستیاب نہیں تھیں۔ اردو کے امیدواروں کے لیے انجمن ترقی اردو کی جانب سے مفت نصابی مواد فراہم کرنا' ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ اسی طرح' ڈائیٹ (DIET) میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ کے لیے تعلیمی مواد کی فراہمی بھی انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی ایک پیش رفت رہی ہے۔ امیدوار طلبہ وطالبات کو مواد تیار کر کے قلمی مواد اور مطبوعہ کتابیں مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ اسی طرح نصابی کتابوں کی عدم دستیابی اور حکومت کی جانب سے عدم فراہمی کے پیش نظر' انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی جانب سے دسویں اور ساتویں جماعت کے بچوں کے لیے مفت تعلیمی مواد کی فراہمی کا سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا۔ تیار ہو جاؤ' (Get Set) کے نام سے تعلیمی مواد بھی فراہم کیا جاتا رہا۔

سید شکیل احمد مرحوم کے تذکرہ کے بغیر' انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی کوئی کارگزاری مکمل نہیں ہوسکتی۔ ان کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی اور وہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ وہ انجمن ترقی اردو' کڈپہ کے ایک اہم ستون تھے۔ وہ جب سے انجمن ترقی اردو میں شامل ہوئے' ہمیشہ متحرک اور فعال رہے۔ انجمن کی تمام کارروائیوں میں سرگرم رہتے تھے۔ کئی پروگرام ان کی تحریک اور تجویز پر منعقد کیے گئے۔ ''شاہینِ اردو سید شکیل احمد شکیل'' اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ گویا چلتی پھرتی انجمن تھے۔ ان کو انجمن ترقی اردو' کڈپہ کے ریڑھ کی ہڈی کہنا مناسب ہوگا۔ وہ اپنے آپ میں اردو کے پروگراموں کے لیے ایک تشہیری ذریعہ تھے۔ اردو کی مقبولیت اور اہلِ اردو کو انجمن کے پروگراموں میں شرکت پر آمادہ کرنے کا ہنر انھیں خوب آتا تھا۔ وہ ہمیشہ اردو کے سلسلے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ سید شکیل مرحوم' انجمن ترقی اردو' کڈپہ کو اور اردو کے کاموں کو اپنے گھر سے زیادہ اہمیت اور فوقیت دیتے رہے۔ اردو کے مختلف ادبی پروگرام اور سمینار و کانفرنس' بلکہ بڑے سے بڑا پروگرام منعقد کرنا' گویا ان کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ہر پروگرام کے لیے وہ پوری مستعدی اور تندہی کے ساتھ کام کیا کرتے تھے۔

آج انجمن ترقی اردو' کڈپہ کے اس سمینار اور مشاعرے میں' مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری اور سید شکیل احمد شکیل کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔

مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری صاحب سے مسندِ صدارت کو زینت تھی۔ وہ ایک مکمل غیر متنازعہ شخصیت تھے۔ کسی بھی قسم کے اختلافی مسائل میں الجھتے نہیں تھے بلکہ اختلافات سے کنارہ کشی ان کا شیوہ تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے انجمن کے صدر ہونے کے سلسلے میں کہا کرتے تھے کہ میں باشاہ نہیں ہوں لیکن مجھے بادشاہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ خود بھی کام کرتے تھے اور اپنی جیبِ خاص سے رقم بھی خرچ بھی کرتے تھے۔ کئی پروگراموں میں، بارہا ایسا ہوا ہے کہ انھوں نے پروگرام کے انعقاد کے لیے پچاس فی صد رقم اپنی جانب سے پیش کر دی۔ انھوں نے کبھی اپنے مالی تعاون کا ذکر بھی نہیں کیا۔ تمام کام خود کرنے کے باوجود، دوسروں کی تعریف وستائش کرتے اور ان کی حصہ داری کو سراہتے، کامیابی کا کریڈٹ دیتے۔ واقعی اگر آج شکیل بھائی اور مولوی صاحب ہوتے تو ان کی خوشی ہم سے زیادہ ہوتی۔

اس سمینار کا مقصد اردو زبان کی ترقی، ترویج، تشہیر اور فروغِ اردو زبان وادب سے متعلق غور وفکر اور تجاویز پر ممکنہ اقدام ہے۔ اردو تعلیم اور اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم کے سلسلے میں لائحہ عمل تیار کرنا اور اردو سے متعلق عام غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ اردو زبان وادب، تہذیب وثقافت کی اہمیت کو واضح کرنا اور اس کی ترقی وترویج کے سلسلے میں کن زاویوں سے اقدامات کے پہلو روشن ہو سکتے ہیں، انھیں اجاگر کرنا بھی ہمارا واضح مقصد ہے۔ اردو کی موجودہ صورت حال اور اس کے موقف کے سلسلے میں تبادلہ خیال اور مختلف اہم موضوعات پر مقالات کی پیش کش سے یہ سمینار ہمیں اپنے احتساب اور مستقبل کے لیے حکمت عملی تیار کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی جانب سے منعقدہ اس سمینار سے توقع کی جاتی ہے کہ موجودہ حکومت نے ماضی میں اردو کے لیے جو اہم کارنامے انجام دیے، وہ بلاشبہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عالی جناب ناراچندرابابو نائیڈو کی حکومت ہمیشہ اردو کے تحفظ اور اردو زبان کی ترقی کے لیے پابندِ عہد ہے۔ وزیر اعلیٰ، اردو کی بقا وترقی کے لیے ہر وقت پیش پیش رہے۔ اس کی زندہ مثال، اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دینا اور اس سلسلے میں دومرتبہ آندھرا پردیش کے 14 اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانا ہے۔ جناب چندرابابو نائیڈو نے ماضی میں بھی روشنی اسکیم کے تحت سینکڑوں اردو اسکول قائم کیے اور سینکڑوں اساتذہ کے تقررات عمل میں لائے گئے۔ خاص طور پر ان کے دور میں اردو اساتذہ کی مخلوعہ جائیدادوں پر تحفظات کے زمرے کی اردو جائیدادوں کو غیر محفوظ کر کے، ڈی ریزرو کر کے اساتذہ کا

تقررعمل میں لایا گیا۔ایسے شاندار اقدامات ان کے دور میں کئی بار ہوئے۔اس خصوص میں سرکاری حکم نامے(جی او) جاری کیے گئے۔

آندھراپردیش کی موجودہ حکومت میں ہمارے ہردل عزیز وزیراعلیٰ جناب ناراچندرابابو نائیڈو کی حکومت کی جانب سے ابھی حال ہی میں، تعلیمی میدان میں اصلاحات کرتے ہوئے، ان تمام مقامات کی نشاندہی کرنے کا عوام سے مطالبہ کیا گیا ہے، تجاویز طلب کی گئی ہیں، نئے اسکولوں کے قیام کے لیے باضابطہ سرکاری سطح پر خود حکومت کی مرضی ومنشا سے نئے اسکولوں کے قیام کے سلسلے میں کارروائی کا آغاز کیا جا چکا ہے۔ پہلے سے موجود اردو اسکولوں کو توسیع دیتے ہوئے، اَپ گریڈ کر کے دیگر اعلیٰ جماعتیں بھی شروع کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے درخواستیں طلب کی گئی ہیں۔اس شاندار اور سنہری موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔اہل اردو کی یہ ذمہ داری ہے کہ جہاں جہاں ضرورت ہے، اردو اسکولوں کے قیام کی کوشش کی جائے اور نئے اسکولوں کے ساتھ ساتھ موجودہ اسکولوں کو ترقی دے کر اَپ گریڈ کرنے کے لیے حسبِ ضرورت کارروائی کریں۔ بروقت، مناسب اقدام، افسوس و ندامت سے بہتر ہے۔اردو والوں کو فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی جانب سے حکومت آندھراپردیش سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اسکولوں سے متعلق سرکاری حکم نامہ، جی او نمبر 117 کو رد کر دیا جائے۔اس سے اردو اسکولوں کے مسائل کی کافی حد تک یکسوئی ہو جائے گی اور اردو تعلیم کی سمت مزید پیش رفت ہوگی اور بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ اسی طرح گزشتہ تین 3 ڈی ایس سی کے بعد اب خود بخود اردو کی مخلوعہ جائیداوں کو ڈی ریزور کر کے تقررات عمل میں لائے جانے کا بھی مطالبہ کیا جاتا ہے۔حکومتِ آندھراپردیش سے توقع ہے کہ ہمارے اس مطالبہ کو جو قانون اور دستور کے ضابطے کے مطابق ہے، عمل پیرا ہو کر، حسبِ سابق، اردو دوستی کا ضرور ثبوت دیں گے۔

انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی جانب سے حکومتِ آندھراپردیش سے اور خاص طور پر وزارت برائے بہبودِ خواتین واطفال (منسٹری آف ویمن اینڈ چائیلڈ ویلفیئر) سے پُر زور مطالبہ ہے کہ اردو آنگن واڑیوں کو قائم کیا جائے۔افسوس کی بات ہے کہ ریاست میں آج تک ایک بھی اردو آنگن واڑی اسکول کا قیام نہیں ہوا۔اس کتاب میں ایک مقالہ اسی موضوع پر ہے، جس میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ریاست آندھرا پردیش کی تقسیم اور موجودہ آندھرا پردیش کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد انجمن ترقی اردو ہند کے اعلیٰ عہدیداران اور مرکزی قیادت کی اجازت سے ریاست آندھرا پردیش کے لیے ایک عبوری ریاستی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا ہے۔اس عبوری کمیٹی میں آندھرا پردیش کے پرانے 13 اضلاع (موجودہ 26 اضلاع) سے نمائندگی ہو رہی ہے۔عبوری کمیٹی (Adhoc Committee) میں نو اضلاع کو نمائندگی دی گئی ہے۔انجمن ترقی اردو' آندھرا پردیش کے ریاستی عبوری صدر کی حیثیت سے پروفیسر ستار ساحر صاحب کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔میں ان کی خدمت میں صمیمِ قلب سے مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی جانب سے منعقدہ اس دوروزہ قومی سمینار بعنوان: اردو کی ترویج و ترقی: مسائل' وسائل اور ہماری ذمہ داریاں' مورخہ 9 اور 10 نومبر 2024 کے مقالات کا مجموعہ' کتابی شکل میں 'افکار' کے نام سے منظر عام پر آ رہا ہے۔ یہ سابقہ یادگاری مجلوں کے سلسلہ کا تسلسل ہے۔ مجموعۂ مقالات 'افکار' میں تقریباً 28 مقالات شامل ہیں۔اس سمینار کے مقالات کو انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی مجلسِ مشاورت نے چار زمروں میں' ذیلی موضوعات کے تحت تقسیم کیا ہے۔سمینار کے مقالات کے ذیلی موضوعات حسبِ ذیل ہیں: (1) اردو کی ترقی و ترویج میں حکومت کا کردار (2) اردو کی ترقی میں اساتذہ کا کردار (3) اردو کی ترقی میں اولیائے طلبہ کا کردار (4) اردو کی ترقی میں اردو دان طبقے کا کردار۔اس سمینار کے مرکزی موضوع سے متعلق' ان تمام ذیلی موضوعات کے تحت مقالہ نگاروں نے مقالے لکھے ہیں۔ہمیں خوشی ہو رہی ہے کہ سمینار کے اجلاس ہی میں مقالات کا یہ مجموعہ کتابی صورت میں طباعت و اشاعت کے مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس سمینار کے لیے گرانقدر مقالات پیش کیے اور اس سمینار کو ایک تاریخی حقیقت بنانے اور دستاویزی شکل دینے کے لیے اس کتاب 'افکار' کی اشاعت میں تعاون کیا۔تمام مقالہ نگاروں نے بروقت ہمارا تعاون کیا اور حتیٰ المقدور عمدہ مقالات لکھ کر بروقت ہمیں ارسال کیے۔مقالہ نگاروں کے بروقت قلمی تعاون کے بغیر یہ کام ممکن نہیں تھا۔'افکار' میں دیگر جنوبی ریاستوں' تلنگانہ' تامل ناڈو' کرناٹک اور کیرلا کے اہل علم کے پیش کردہ مقالات بھی شامل ہیں۔

انجمن ترقی اردو' کڈپہ کی جانب سے' میں بحیثیت معتمدِ عمومی اپنی جانب سے اور میرے

رفقائے کار تمام اراکینِ انجمن ترقی اردو ضلعی شاخ کڈپہ کی جانب سے اور خاص طور پر اس سمینار کے انعقاد کے لیے تشکیل کردہ استقبالیہ کمیٹی، مشاورتی کمیٹی، انتظامیہ کمیٹی، سمینار کمیٹی، مشاعرہ کمیٹی، مالیہ کمیٹی اور سوئنیر کمیٹی، کے تمام اراکین اور کنوینرس کی جانب سے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دور دراز مقامات سے اس پروگرام میں شرکت کے لیے طویل مسافت طے کرکے انجمن ترقی اردو کی مختلف شاخوں سے آئے مندوبین اور شرکا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ عمائدینِ شہر، اہلِ علم اور رہبرانِ قوم وملت اور سیاسی قائدین کے ساتھ دانشوروں اور تمام محبانِ اردو کا شکر گزار ہوں۔

انجمن ترقی اردو، کڈپہ کے لیے دامے، درمے، قدمے، قلمے، سخنے تعاون کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص طور پر مختلف سیاسی جماعتوں سے متعلق ہمارے قائدین کا شکریہ جنھوں نے ہماری سرپرستی قبول فرمائی اور اس سمینار میں شریک ہیں۔

ڈاکٹر سلیم باشا صاحب، پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج (نسوان)، کڈپہ کا شکریہ کہ انھوں نے شہر کڈپہ کے اس قدیم اور شان دار تعلیمی ادارے کے آڈیٹوریم میں سمینار کے انعقاد کی منظوری دی، ہم ان کے احسان مند ہیں۔

سمینار کے اس مقالات کے مجموعہ 'افکار' کی ترتیب وتدوین کے لیے مجلسِ ادارت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص طور پر ہمارے سرپرست اور مدیرِ اعلیٰ محترم پروفیسر قاسم علی خان صاحب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنی اَن تھک اور شبانہ روز محنت سے مقالات کی تصحیح وترتیب کا فریضہ انجام دیا۔ ڈاکٹر سید اقبال خسرو قادری اور ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری عمری کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے افکار کی اشاعت میں تعاون فرمایا۔ اس کتاب کے لیے آئی ایس بی این نمبر، دبستان پبلی کیشنز، کڈپہ کی جانب سے حاصل ہوا ہے، جس کے لیے ڈاکٹر اقبال خسرو قادری صاحب کا مکرر شکریہ۔

انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی جانب سے منعقدہ اس دو روزہ سمینار سے توقع کی جاتی ہے کہ یہ اردو زبان کی ترقی میں ایک سنگِ میل ثابت ہوگا۔ اردو زبان کی ترویج وترقی کے سلسلے میں یہ تاریخ ساز سمینار، ایک زرّیں عہد اور نئے باب کا حسنِ آغاز ثابت ہوگا۔ انجمن ترقی اردو، کڈپہ کی جانب سے آپ سب کو ہم یقین دلاتے ہیں کہ اردو کے مسائل کی یکسوئی کے لیے کی جانے والی ہر کوشش میں، انجمن آپ سب کے ساتھ رہے گی۔



اردو کی ترقی میں حکومت کا کردار

اردو تدریسی نظام پر NEP اور سرکاری پالیسیوں کے اثرات

ڈاکٹر این ایوب حسین

سینئر لیکچرر، ڈسٹرکٹ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ،

کرنول، آندھرا پردیش

ابتدائیہ

نیشنل ایجوکیشن پالیسی (NEP) 2020، ہندوستانی حکومت کی جانب سے متعارف کی گئی ایک انقلابی دستاویز ہے جس کا مقصد تمام سطحوں — یعنی پرائمری، سیکنڈری اور ہائیر ایجوکیشن — پر ہندوستانی تعلیمی منظرنامے کو تبدیل کرنا ہے۔ پالیسی ایک مساوی اور جامع نظام تعلیم کی تعمیر کی کوشش کرتی ہے جو کثیر لسانی اور ثقافتی طور پر متنوع بھی ہو۔ اگرچہ اس نے ہندوستانی نظام تعلیم میں کئی ترقی پسند اصلاحات متعارف کروائی ہیں، لیکن اس کا کثیر لسانی اور علاقائی زبانوں پر زور خاص طور پر اردو زبان کی تدریس کے لیے اہم ہے۔

اردو، ہندوستان کی ثقافتی لحاظ سے سب سے زیادہ امیر زبانوں میں سے ایک ہے، جو NEP 2020 کے تناظر میں منفرد چیلنجوں اور مواقع کا سامنا کر رہی ہے۔ یہ پالیسی علاقائی زبانوں کی تدریس اور اکتسابی تجربے کو بہتر بنانے کا وعدہ کرتی ہے، لیکن یہ تشویش بھی ہے کہ اسے خاص طور پر اردو جیسی زبانوں کے لیے کس حد تک موثر طریقے سے نافذ کیا جائے گا، جسے سماجی اور تعلیمی دونوں طرح کی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔

یہ مضمون اردو تدریسی نظام پر NEP اور سرکاری پالیسیوں کے مثبت اور منفی اثرات پر روشنی ڈالتا ہے۔

زبان کی تعلیم سے متعلق NEP2020 کی اہم خصوصیات

NEP2020 متعدد اصلاحات پیش کرتا ہے جو علاقائی اور اقلیتی زبانوں جیسے کہ اردو کی تعلیم سے متعلق ہیں، جن کے کلیدی پہلو درج ذیل ہیں۔

1. **مادری زبان یا علاقائی زبان بطور ذریعہ تعلیم:** یہ پالیسی کم از کم گریڈ 5 تک، ترجیحاً گریڈ 8 اور اس سے آگے تک مادری زبان یا مقامی زبان کو بطور ذریعہ تعلیم استعمال کو ترجیح دیتی ہے۔اس ہدایت کا مقصد مادری زبان میں سیکھنے کو فروغ دینا ہے۔اس کا اردو بولنے والے طلبہ کے لیے خاص طور پر ان علاقوں میں بڑا اثر ہے جہاں اردو زبان بولی جاتی ہے۔
2. **کثیرلسانیت پر زور:** NEP 2020 اس بات کی حمایت کرتی ہے کہ طلبہ جب تک سکنڈری اسکول کی تعلیم مکمل کریں، کم از کم تین زبانیں سیکھیں۔ تین زبانوں کے فارمولے کو دہرایا جا رہا ہے۔ یہ پالیسی تجویز کرتی ہے کہ ان میں سے دو زبانیں ہندوستانی زبانیں ہونی چاہئیں۔ یہ علاقائی ترجیحات کے لحاظ سے طلبہ کے لیے اردو پڑھنے کے مواقعوں میں ممکنہ طور پر اضافہ کرسکتا ہے۔
3. **ہندوستانی زبانوں کا فروغ:** یہ پالیسی ہندوستانی زبانوں، فنون اور ثقافت کے تحفظ اور فروغ پر زور دیتی ہے۔اس میں زبان کے اداروں کا قیام اور اردو سمیت کلاسیکی زبانوں کا فروغ شامل ہے۔ اس فریم ورک کے تحت اردو کے بھرپور ادبی ورثے کو ادارہ جاتی تعاون حاصل ہے۔
4. **نصاب اور تدریس میں لچک:** NEP 2020 ایک زیادہ لچک دار اور جامع نصاب متعارف کراتی ہے جہاں طلبہ اپنی دلچسپیوں اور کیریر کے مقاصد کی بنیاد پر زبان کے کورسوں کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اردو کو ایک انتخابی مضمون کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔اس کی تعلیم ان علاقوں میں بھی فروغ دی جاسکتی ہے جہاں یہ پہلی زبان نہ ہو۔
5. **زبان کی تعلیم میں ٹیکنالوجی کا استعمال:** یہ پالیسی تعلیم میں ٹیکنالوجی کو مربوط کرنے، اردو سیکھنے کے لیے ڈیجیٹل وسائل اور پلیٹ فارم تیار کرنے کے مواقع پیدا کرنے پر زور دیتی ہے۔ آن لائن ماڈیولز، ایپس اور دیگر وسائل کا تعارف اردو تدریس کو جدید بنانے اور نوجوان طلبہ کو زبان کی طرف راغب کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

اردو تدریس پر مثبت اثرات

1. اردو بولنے والے علاقوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنانا

NEP 2020 کی مادری زبان میں تعلیم پر توجہ اردو کے لیے ایک ممکنہ فروغ فراہم کرتی ہے،

خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں اردو بڑے پیمانے پر بولی جاتی ہے، جیسے کہ اتر پردیش، بہار، تلنگانہ، مہاراشٹر اور مغربی بنگال کے کچھ حصے۔ گریڈ 5 (اور ممکنہ طور پر اس سے آگے) تک کے اسکولوں میں ذریعہ تعلیم کے طور پر اردو کا تعارف اردو بولنے والے بچوں کے لیے تعلیم کو ان کے لسانی اور ثقافتی ماحول سے ہم آہنگ کر کے بہتر سیکھنے کے نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔

2. اردو کے ثقافتی اور ادبی ورثے کا تحفظ

NEP 2020 کا مقصد ہندوستانی زبانوں کو فروغ دے کر، اردو جیسی زبانوں کا تحفظ اور ترقی کرنا ہے، جن کی ایک گہری ثقافتی اور ادبی تاریخ ہے۔ NEP کے تحت نیشنل کونسل فار پروموشن آف اردو لینگویج (NCPUL) جیسے ادارے زیادہ سے زیادہ حکومتی تعاون حاصل کرتے ہوئے اردو ادب اور ثقافت کو فروغ دینے میں زیادہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

3. کثیر لسانیات میں انضمام

NEP2020 کا کثیر لسانی پر دباو اردو کو ان تین زبانوں میں سے ایک بننے کا موقع فراہم کرتا ہے جن کا انتخاب مختلف ریاستوں میں طلبہ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ان خطوں میں جہاں ہندی اور انگریزی کا غلبہ ہے، اردو کو تیسری زبان کے طور پر انتخاب کیا جا سکتا ہے، جس سے اسے ان علاقوں میں قدم جمانے میں مدد ملے گی مگر نامناسب حالات کے تحت اس کا اثر کم ہوا ہے۔

4. اردو سیکھنے کے لیے ڈیجیٹل وسائل

ٹیکنالوجی پر زور اردو تعلیم کے لیے ڈیجیٹل وسائل تیار کرنے کے راستے کھولتا ہے، بشمول ای کتابیں، آن لائن ٹیوٹوریلز اور موبائل ایپلی کیشنز جو نوجوان نسل کو متوجہ کریں۔ ای لرننگ پلیٹ فارمز، خاص طور پر Covid-19 کے بعد کے حالات میں، سیکھنے والوں کو لچک فراہم کر سکتے ہیں اور اردو کو جدید اور دلچسپ طریقے سے فروغ دے سکتے ہیں۔

اردو تدریس کے لیے چیلنجز اور خدشات

اگرچہ NEP2020 کے فراہم کردہ مواقعوں کے باوجود، کئی چیلنجز اردو زبان کی تدریس کو

متاثر کر رہے ہیں۔ ان چیلنجز کو یقینی بنانے کے لیے اس بات پر اہم توجہ کی ضرورت ہے کہ اردو کو دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ منصفانہ طور پر فروغ دینے کے لیے توجہ دینا ضروری ہے۔

1. سماجی سیاسی نظر اندازی

اردو کو اکثر ایک مخصوص کمیونٹی کی زبان کے طور پر سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بعض ریاستوں میں اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس سے ان اسکولوں میں اردو کے فروغ پر اثر پڑتا ہے جہاں یہ زبان بولی جاتی ہے لیکن سیاسی یا سماجی رکاوٹوں کی وجہ سے پڑھائی نہیں جاتی۔ NEP نصاب میں لچک اس مسئلے کو حل کرسکتی ہے یا اس کو مزید پیچیدہ بھی کرسکتی ہے۔ یہ مسئلہ اس بات پر منحصر ہے کہ مقامی انتظامیہ اس پالیسی کو کیسے نافذ کرتی ہے۔

2. تربیت یافتہ اردو اساتذہ کی کمی

ایک اہم چیلنج تربیت یافتہ اردو اساتذہ کی کمی ہے۔ ہنرمند اساتذہ کے بغیر، مادری زبان میں تعلیم دینے یا اردو جیسی علاقائی زبانوں کو فروغ دینے کی پالیسی کا مقصد پوری طرح سے مکمل نہیں ہوسکتا۔ حکومت کو اساتذہ کی تربیت اور اردو تدریس کے لیے مخصوص وسائل فراہم کرنے میں سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت ہوگی۔

3. اعلیٰ تعلیم میں اردو کا فقدان

NEP2020 زبان کے فروغ پر زور دیتا ہے، لیکن اعلیٰ تعلیم میں اردو کی موجودگی محدود ہے۔ یونی ورسٹیوں میں اکثر اردو کے مضبوط محکموں کی کمی ہوتی ہے، اور اردو میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع کم ہوتے ہیں۔ بین لسانی مطالعات میں یا وسیع تر ثقافتی مطالعات کے پروگراموں کے حصے کے طور پر اردو کا انضمام ممکنہ طور پر اس کی حیثیت کو بڑھا سکتا ہے، لیکن بنیادی کام ابھی بھی کم ہے۔

4. اردو اسکولوں کے لیے ناکافی انفراسٹرکچر

بہت سے اردو میڈیم اسکولوں میں فزیکل انفراسٹرکچر دیگر زبانوں میں تعلیم دینے والے اسکولوں کے مقابلے میں کم ہے۔ بہتر انفراسٹرکچر اور وسائل کے بغیر، اردو میڈیم تعلیم کے نفاذ میں اہم رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس سے NEP 2020 کے تحت اس کی کامیابی محدود ہوسکتی ہے۔

5. غیر واضح نفاذ کی حکمت عملی

اگرچہ NEP 2020 اردو سمیت دیگر ہندوستانی زبانوں کو فروغ دینے کے لیے بڑے اہداف رکھتی ہے، لیکن ریاستی سطح پر واضح نفاذ کی حکمت عملیوں کا فقدان ہے۔ اس پالیسی کے تحت اردو زبان کی تدریس کی کامیابی کا زیادہ انحصار اس بات پر ہوگا کہ ریاستیں پالیسی کی ہدایات کی تشریح اور ان پر عمل کیسے کرتی ہیں؟ علاقائی سیاست اور زبان کے تنوع کے لیے انتظامی وابستگی کی مختلف سطحیں NEP2020 سے اردو کو فائدہ پہنچانے کی حد تک اثر انداز ہوسکتی ہیں۔

ریاستی پالیسیاں

یہ انتہائی پریشان کن ہے کہ NEP2020 کی شمولیت اور علاقائی زبانوں کے فروغ پر زور دینے کے باوجود، ریاستی حکومتوں کا نقطہ نظر، خاص طور پر آندھراپردیش میں، بالکل برعکس آتا ہے۔ اردو زبان اس کی ثقافت اور ورثے کے فروغ میں کلیدی پالیسیوں کو موثر طریقے سے نافذ کرنے میں ناکامی کے نتیجے میں بالواسطہ امتیازی سلوک کی کئی شکلیں سامنے آئی ہیں۔ کچھ مشاہدات ہیں جو اس مسلسل نظر اندازی اور اس کے نتیجے میں اردو میڈیم اداروں اور طلبہ کو درپیش چیلنجس اجاگر کرتے ہیں۔

1. نصابی کتب کی تیاری اور فراہمی میں تاخیر

• مشاہدہ: اسٹیٹ کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (SCERT) نصابی کتب کی تیاری اور فراہمی کے لیے ذمہ دار ہے۔ اس کے باوجود اردو میڈیم اسکولوں میں طلبہ کو نصابی کتب مکمل طور پر دستیاب نہیں ہوتے۔

• اثر: یہ تعلیمی کیلنڈر میں خلل ڈالتا ہے اور طلبہ کے اکتساب کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ طلبہ کو مہینوں تک مطلوبہ نصابی کتابوں کے بغیر چھوڑ دیا جاتا ہے، جس سے ان کی ترقی متاثر ہوتی ہے۔

2. اعلیٰ سطحوں پر مختلف مضامین کے لیے مخصوص نصابی کتب کا فقدان

• مشاہدہ: اعلیٰ ثانوی، انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطحوں کے لیے اردو میں نصابی کتابیں دستیاب نہیں ہیں۔

• اثر: اردو میڈیم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو تعلیمی مواد کی عدم دستیابی کی وجہ سے شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ فرق ان کی تعلیمی صلاحیت کو کمزور کرتا ہے اور ان کے لیے سبقت حاصل کرنا مشکل بنا دیتا ہے۔

3. مقابلہ جاتی امتحانات کے لیے اردو کے مطالعہ کے مواد کی عدم موجودگی

• مشاہدہ: ریاستی اور قومی سطح پر ہونے والے مسابقتی امتحانات اردو مطالعاتی مواد پیش نہیں کرتے ہیں۔

• اثر: اردو بولنے والے امیدواروں کو ان امتحانات کی تیاری میں اہم رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے ان کی کامیابی کے امکانات کم ہوتے ہیں اور تعلیمی اور پیشہ ورانہ شعبوں میں اردو کی موجودگی کم ہو جاتی ہے۔

4. ٹیچر ٹریننگ طلبہ کے لیے اردو نصابی کتب کی عدم موجودگی

• مشاہدہ: اردو میڈیم کے اساتذہ کو اردو میں نصابی کتابیں فراہم نہیں کی جاتیں، جس کی وجہ سے وہ تیار نہیں رہتے۔

• اثر: مناسب تربیتی مواد کی دستیابی کے بغیر یہ مستقبل کے اساتذہ اردو کو موثر طریقے سے پڑھانے کے لیے ضروری مہارتوں اور علم کو حاصل کرنے کے لیے مشکلات کا سامنا کرتے ہیں جس سے اردو تعلیم کا مجموعی معیار کمزور ہو جاتا ہے۔

5. اردو ٹیچر کی جائیدادوں کا خالی رہنا

• مشاہدہ: روسٹر سسٹم کی وجہ سے اکثر اردو میڈیم اسکولوں میں اردو اساتذہ کی جائیدادیں خالی ہیں۔

• اثر: اردو اساتذہ کی یہ کمی اسکولوں کو غیر اردو داں عملے پر منحصر ہونے پر مجبور کرتی ہے، جس سے تدریس کا معیار گرتا ہے اور تعلیمی ماحول میں زبان کی سالمیت کو نقصان پہنچتا ہے۔

6. غیر اردو داں معائنہ کار افسران

• مشاہدہ: غیر اردو داں افسران کو اردو مانیٹرنگ اور انسپیکشن آفیسر کے طور پر تعینات کیا جا رہا ہے۔

• اثر: یہ اہلکار اکثر اردو میڈیم اسکولوں کا جائزہ لینے اور ان کی مدد کرنے کے لیے درکار فہم اور حساسیت سے عاری ہوتے ہیں جس کی وجہ سے غلط فیصلے اور غیر مناسب نگرانی ہوتی ہے۔

7. انگلش میڈیم اسکولوں پر حکومت کی توجہ

• مشاہدہ: آندھراپردیش حکومت انگلش میڈیم اسکولوں پر زیادہ زور دے رہی ہے جس کے نتیجے میں اردو میڈیم اسکولوں اور اداروں کے ساتھ ساتھ دیگر علاقائی زبانوں کو بھی نظرانداز کیا گیا ہے۔

• اثر: انگریزی کے اس رجحان نے اردو کو پسماندہ کر دیا ہے جس سے تعلیمی نظام میں اردو زبان خطرے میں پڑ گئی ہے اور اس کے ثقافتی اور لسانی ورثے کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

8. اردو تنظیموں کی جانب سے نمائندگی کا فقدان

• مشاہدہ: اردو تنظیمیں حکومت کی لاپرواہی کے حوالے سے اردو بولنے والی برادریوں کے حقوق اور تحفظات کی بھرپور وکالت کرنے میں ناکام رہی ہیں۔

• اثر: اردو تنظیموں کی جانب سے کمزور نمائندگی کے نتیجے میں حکومت کی طرف سے اردو زبان کو مسلسل نظر انداز کیا جارہا ہے اور زبان کی تعلیم اور اس کے تحفظ کو اور فروغ کو روکا جارہا ہے۔

9. غیر فعال اردو اکیڈمی

• مشاہدہ: اردو اکیڈمی جس کا مقصد زبان کو فروغ دینا ہے، موثر طریقے سے کام نہیں کر رہی ہے۔ کلیدی عہدے اور جائیدادیں اکثر غیر اردو اہل کاروں کو دیے جاتے ہیں اور حکومتی گرانٹس ناکافی ہوتے ہیں۔

• اثر: نامناسب قیادت اور وسائل کے سبب اکیڈمی اردو کے فروغ اور تحفظ کے اپنے مشن کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ نتیجتاً اردو کی ترقی وترویج میں رکاوٹیں پیدا ہورہی ہیں۔

10. یونی ورسٹیوں میں اردو کے شعبوں میں خالی جائیدایں

• مشاہدہ: ریاست بھر کی متعدد یونی ورسٹیوں نے اردو کے شعبے کی اکثر جائیدادیں خالی چھوڑ رکھی ہیں جس سے اعلیٰ تعلیمی سطحوں پر زبان کی ترقی کو مزید نظرانداز کیا جارہا ہے۔

• اثر: یونی ورسٹی کی سطح پر اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند طلبہ کو مناسب وسائل، سرپرستی، رہنمائی یا تربیتی پروگراموں کے بغیر چھوڑ دیا جاتا ہے جس سے زبان میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع محدود ہوجاتے ہیں۔

11. NCPUL اور اردو اکیڈمیوں کے مابین ہم آہنگی کا فقدان

• مشاہدہ: نیشنل کونسل فار پروموشن آف اردو لینگویج (NCPUL) اور ریاستی اردو اکیڈمیاں مشترکہ مقاصد کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی سے کام نہیں کرتیں۔

• اثر: ان اداروں کے درمیان تعاون کی کمی کا نتیجہ پروگراموں کی نقل اور وسائل کا غیر موثر استعمال ہو رہا ہے جو اردو زبان کی مجموعی ترقی میں رکاوٹ بن رہا ہے۔

12. اردو میڈیم اسکولوں کی ترقی (Up gradation)

• مشاہدہ: ریاستی حکومت نے کبھی بھی اردو میڈیم اسکولوں کی ترقی (اپ گریڈیشن) کو ترجیح نہیں دی۔

• اثر: اپ گریڈیشن کے بغیر یہ اسکول دوسرے اداروں سے پیچھے رہ جاتے ہیں جس سے طلبہ کے لیے تعلیم جاری رکھنا اور اساتذہ کے لیے موثر طریقے سے تدریسی و اکتسابی عمل فراہم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

13. اردو صحافت زبان کی وکالت میں ناکام

• مشاہدہ: اردو میڈیا، خاص طور پر نیوز رپورٹرز، اردو کے تحفظ اور فروغ سے متعلق مسائل پُر زور آواز میں نہیں اٹھا رہے ہیں۔

• اثر: میڈیا کی جانب سے اردو اداروں اور اردو ماہرین تعلیم کو مسلسل نظر انداز کرنے کے سبب حکومت اور سماج اردو دنیا سے بڑی حد تک بے توجہ ہو گئے ہیں۔

14. اسکول کی لائبریریوں میں ناکافی اردو ادب کی کتابیں

• مشاہدہ: اکثر اردو اسکولوں کی لائبریریوں میں ناکافی اردو ادب کے مواد کی وجہ سے طالب علموں کو زبان اور اس کی ادبی روایات سے مستفید ہونے کے مواقع نہیں مل رہے ہیں۔

• اثر: طلبہ اردو کے ادبی ورثے سے استفادہ کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں زبان کی مہارتوں اور ادبی و ثقافتی تفہیم میں بتدریج کمی آ جاتی ہے۔

15. اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دینا

• مشاہدہ: حکومت آندھرا پردیش نے 23 مارچ 2022 میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا لیکن حکومت نے اس GO کو ابھی تک موثر طریقے سے نافذ نہیں کیا۔

• اثر: اردو کو سرکاری زبان کے طور پر عمل درآمد کرنے میں تاخیر سرکاری دفاتر، تعلیمی اداروں اور دیگر عوامی شعبوں میں جہاں اسے زیادہ پہچان ملنی چاہیے اردو کے استعمال کو محدود کر دیتی ہے۔ یہ تاخیر پالیسی اور عمل کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دیتی ہے، ریاست میں اردو کو مزید پسماندہ کر دیتی ہے۔ خاص طور پر ان کمیونٹیز کے لیے جو تعلیمی اور انتظامی دونوں مقاصد کے لیے اس پر انحصار کرتی ہیں۔

مزید برآں، اس GO کا عدم نفاذ اردو داں طبقے کو ان کی مادری زبان میں سرکاری اسکیمات سے مستفیض ہونے اور دیگر وسائل تک رسائی سے روکتا ہے۔ عدم مساوات پیدا کرتا ہے اور تعلیم اور حکومتی سرگرمیوں میں اردو کی ترقی کے لیے موجودہ چیلنجز کو تقویت دیتا ہے۔ بہتر لسانی شمولیت (greater linguistic inclusivity) فراہم کرنے کا وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوا ہے۔ 2020 NEP کے ذریعے سفارش کردہ کثیر لسانی روح کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔

16. سیاسی اور بیوروکریٹک تاخیر

• مشاہدہ: ریاستی سطح پر دوسری سرکاری زبان کے نفاذ میں تاخیر اکثر سیاسی اور اعلیٰ افسران کی بے حسی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کئی ریاستوں میں NEP2020 کی لسانی پالیسیوں میں اردو زبان کی تعلیم کے لیے قابل عمل منصوبوں کی عمل آوری میں تاخیر ہو رہی ہے۔

• اثر: اردو بطور دوسری سرکاری زبان عمل میں لانے اور اردو تعلیم کے لیے سہولیات فراہم کرنے میں دانستاً تاخیر سے طلبہ کو اردو تعلیم حاصل کرنے کے محدود مواقع ملتے ہیں۔ اس سے اردو زبان کی نشو و نما میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں اور اس کی بقا پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔

17. اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر حاشیہ پر رکھنا

• مشاہدہ: ایسے علاقوں میں جہاں اردو بڑے پیمانے پر بولی جاتی ہے وہاں ریاستی حکومتوں نے اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر پیش کرنے کے لیے اقدامات نہیں کیے ہیں جب کہ NEP2020 میں مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دیا گیا ہے۔

• اثر: اسکولوں میں اردو میڈیم سے تعلیم فراہم کرنے میں رکاوٹیں اردو بولنے والے طلبہ کو دیگر زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ نتیجتاً طلبہ کا تعلیمی معیار گھٹ جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی تعلیم میں اردو کے بتدریج زوال کا اہم سبب ہے۔

18. سہ لسانی فارمولے میں تعصب

• مشاہدہ: اگرچہ NEP 2020 کے تحت سہ لسانی فارمولا کثیر لسانیت کو فروغ دینے کے لیے سمجھا جاتا ہے مگر چند ریاستیں اردو پر ہندی یا دیگر علاقائی زبانوں کو ترجیح دیتی ہیں جب کہ ان علاقوں میں اردو زبان شاداب ہے۔

• اثر: یہ تعصب طلبہ کو اردو کو تیسری زبان کے طور پر منتخب کرنے سے روکتا ہے جس سے اسکولوں میں ان کے لیے باضابطہ طور پر زبان سیکھنے کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ یہ نوجوان نسل کو اردو میں مہارت حاصل کرنے کا حوصلہ کم کر دیتا ہے اور اردو زبان کی تعلیمی وقار کو مزید کمزور کرتا ہے۔

19. مسابقتی امتحانات میں اردو کو محدود کرنا یا خارج کرنا

• مشاہدہ: ہندوستانی آئین کے تحت ایک تسلیم شدہ زبان ہونے کے باوجود کچھ ریاستوں میں اردو کو بطور ذریعہ تعلیم یا مسابقتی امتحانات میں بطور مضمون پیش نہیں کیا جاتا ہے۔

• اثر: وہ طلبہ جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں یا مسابقتی امتحانات میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور انھوں نے اردو میڈیم اسکولوں میں تعلیم حاصل کی ہے تو انھیں نقصان اُٹھانا پڑتا ہے کیوں کہ اکثر مسابقتی امتحانات میں ہندی، انگریزی یا دیگر علاقائی زبانوں کو ہی فوقیت دی جاتی ہے۔ اردو زبان کے ساتھ یہ سوتیلا سلوک تعلیمی اور پیشہ ورانہ شعبوں میں اردو کی پسماندگی کو مزید تقویت دیتا ہے۔

20. سماجی و سیاسی تعصب

• مشاہدہ: کئی علاقوں میں اردو کے خلاف سماجی، سیاسی تعصب دیکھا گیا ہے۔ ایسے علاقوں میں اردو زبان ثقافتی یا مذہبی نقطہ نظر سے تنگ نظری کی شکار ہے۔

• اثر: یہ تعصب اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر قبول کرنے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ تعصب ریاستی حکومتوں کو اسکولوں میں اردو زبان بہ ذریعۂ تعلیم نافذ کرنے سے روکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تعلیم میں اردو کا کردار مسلسل سکڑتا چلا جا رہا ہے۔

تجاویز/سفارشات

مندرجہ بالا خدشات کو دور کرنے اور اردو تعلیم کو عام کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات پر غور کرنا ضروری ہے:

1. **نصابی کتب کی بروقت فراہمی:** ایس سی ای آر ٹی اس بات کو یقینی بنائے کہ اردو نصابی کتب کے ساتھ زائد اکتسابی وتدریسی مواد طلبہ کو وقت پر فراہم کیا جائے، جس میں پرائمری تا پوسٹ گریجویٹ تمام تعلیمی سطحوں کا احاطہ کیا جائے۔
2. **مسابقتی امتحانی مواد کی تشکیل:** حکومتوں کو مسابقتی امتحانات کے لیے اردو زبان کے وسائل میں سہولت فراہم کرنی چاہیے تا کہ اردو بولنے والے امیدواروں کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں۔
3. **اردو میں ٹیچر ٹریننگ:** اردو میڈیم اساتذہ کے لیے مناسب تربیتی پروگرام تیار کیے جائیں اور نصابی کتب فراہم کیے جائیں تا کہ اساتذہ اپنی ذمہ داریوں کو بہ خوبی نبھانے کے لیے تیار ہو سکیں۔
4. **اردو ٹیچروں کے جائیدادوں کو پُر کرنا:** روسٹر سسٹم کو ایڈجسٹ کیا جانا چاہیے یا ہٹا دیا جانا چاہیے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ اسکولوں میں اردو ٹیچر کی تمام خالی جائیدادوں کو اہل امیدواروں سے پُر کیا جائے۔
5. **کوالیفائیڈ اردو ڈپیوٹی انسپکٹرز:** اردو بولنے والے ڈپیوٹی انسپکٹرز کی تقرری جو اردو میڈیم اسکولوں کی نگرانی اور رہبری کرنے کے اہل ہیں۔
6. **علاقائی زبانوں پر متوازن توجہ:** انگلش میڈیم تعلیم کو فروغ دیتے ہوئے، حکومت کو چاہیے کہ اردو اور دیگر علاقائی زبانوں کو بھی ترجیح دے، نظر انداز نہ کرے۔
7. **اردو تنظیموں کا فعال کردار:** اردو تنظیموں کو چاہیے کہ وہ حکومت کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہیں۔ اردو مسائل کو حل کرنے میں بہتر نمائندگی کرتے ہوئے فعال کردار ادا کریں۔
8. **اردو اکیڈمیوں کو مضبوط کرنا:** اردو اکیڈمیوں کو محرک کیا جائے۔ اردو اکیڈمیوں میں اردو بولنے والے ایسے افسران کو نامزد کیا جائے جو اردو ثقافت اور تعلیمی ضروریات کو بہتر طور پر سمجھتے ہوں۔

9. NCPUL اور اردو اکیڈمیوں کے درمیان تعاون: پروگراموں کی نقل سے بچنے اور وسائل کا بہتر استعمال کرنے کے لیے NCPUL اور اردو اکاڈمیوں کے درمیان ریاستی سطح پر بہتر تعاون ہونا چاہیے۔

10. اردو میڈیم اسکولوں کو اپ گریڈ کرنا: حکومت کی جانب سے اردو مدارس میں تدریس واکتساب کو فروغ دینے کے لیے نئی ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے اردو اسکولوں کی جدید کاری کی جائے۔

11. اسکولوں میں اردو ادبی مواد فراہم کرنا: اسکول لائبریریوں میں اردو ادبی مواد کا ذخیرہ ہونا چاہیے تاکہ طلبہ کو ان کا لسانی، ثقافتی اور تہذیبی ورثہ منتقل کیا جاسکے۔

12. سیاسی اور بیوروکریٹک تاخیر:

- **احتساب کے طریقہ کار کو مضبوط بنائیں:** اسکولوں میں سرکاری پروگراموں کے نفاذ کے لیے واضح ٹائم لائنز طے کیے جائیں۔ کسی بھی قسم کی کوتاہی یا تاخیر کے لیے ذمہ دار سیاسی لیڈر یا بیوروکریٹ کو جوابدہ ٹھہرائیں۔ پروگریس رپورٹس میں شفافیت اور تعلیمی اصلاحات کی ڈیڈ لائن بروقت عمل درآمد کو یقینی بنائے گی۔
- **تعاون پر مبنی پالیسی فورم:** اردو زبان کی تعلیم کے لیے NEP پالیسیوں کو عمل میں لانے کے لیے ریاستی اور مرکزی حکومتوں کے درمیان باہمی تعاون کے لیے لسانی ماہرین پر مبنی فورم قائم کریں۔
- **پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ:** سرکاری یا غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے درمیان شراکت کی حوصلہ افزائی کریں جو اردو زبان کی تعلیم کو فروغ دینے پر مرکوز ہیں، جس سے سیاسی تاخیر کو نظر انداز کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

13. اردو ذریعہ تعلیم کو نظر انداز کرنا:

- **مقامی اقدامات کی حوصلہ افزائی کریں:** ان علاقوں میں اردو بہ ذریعہ تعلیم کو فروغ دیا جائے جہاں لوگوں کی مادری زبان اردو ہے۔ اردو میڈیم طلبہ کے لیے ریاستوں کو چاہیے کہ وہ مخصوص گرانٹس اور اسکالرشپ کے ذریعے طلبہ کی حوصلہ افزائی کریں۔
- **دولسانی پروگرام:** دولسانی تعلیمی پروگراموں کو فروغ دیں جہاں طلبہ اردو اور دیگر زبان میں تعلیم حاصل کرسکیں۔ یہ ماڈل اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ طالب علم دوسری زبان میں مہارت حاصل

کرتے ہیں تو وہ اپنی مادری زبان سے رابطہ نہیں کھوتے۔

- **کمیونٹی ایڈووکیسی:** کمیونٹی لیڈروں اور لسانی تنظیموں کو متحرک کریں تا کہ وہ اردو کو بطور ذریعہ تعلیم شامل کرنے کی وکالت کریں۔

14. سہ لسانی فارمولے میں تعصب:

- **اردو کو فعال طور پر شامل کرنے کے فارمولے پر نظر ثانی کریں:** اردو آبادی والی ریاستوں کو سہ لسانی فارمولے میں اردو کو ایک ضروری آپشن کے طور پر پیش کرنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ اس کے ساتھ ہندی اور علاقائی زبانوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔
- **اردو سیکھنے کی ترغیب دیں:** اسکالرشپ، ایوارڈز، یا دیگر اقسام کی شناخت فراہم کی جائیں تا کہ طلبہ کو سہ لسانی فارمولے میں اردو زبان کو ایک آپشن کے طور پر منتخب کرنے کی حوصلہ افزائی کی جا سکے۔
- **بیداری مہمات:** ہندوستانی لسانی تنوع کے تناظر میں اردو کی اہمیت سے متعلق بیداری پیدا کرنے کے لیے عوامی مہمات چلائے جائیں۔ اردو کو ایک کمیونٹی کی زبان کے بجائے تعلیم اور ثقافت کی زبان کے طور پر پیش کیا جائے۔

15. مسابقتی امتحانات کے لیے نصابی حدود اور اخراج:

- **مسابقتی امتحانات میں اردو کو شامل کریں:** اردو کو تمام مسابقتی امتحانات بشمول سول سروسز اور دیگر پیشہ ورانہ امتحانات میں اختیاری زبان کے طور پر شامل کرنے پر زور دیا جائے۔ اس اقدام کے سبب اردو میڈیم سکولوں کے طلبہ کی حوصلہ افزائی ہو گی۔
- **نصاب کو قومی معیارات کے مطابق بنانا:** اس بات کو یقینی بنائیں کہ اردو میڈیم اسکولوں کا نصاب قومی تعلیمی معیارات سے ہم آہنگ ہو تا کہ طلبہ اعلیٰ تعلیم اور مسابقتی امتحانات میں بہ آسانی حصہ لے سکیں۔
- **ضمنی سیکھنے کے وسائل:** اردو میڈیم طلبہ کو زائد وسائل فراہم کیے جائیں جیسے اردو میں امتحانات کی تیاریوں کے لیے رہنمائی تا کہ وہ دیگر زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے ساتھ برابری کر سکیں۔

16. سماجی وسیاسی تعصب:

- **دقیانوسی تصورات کا مقابلہ:** عوام کو اردو کی تاریخی، ثقافتی اور علمی اہمیت کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے بیداری مہم پروگرام چلائے جائیں تا کہ سماجی وسیاسی تعصّبات کا مقابلہ کیا جاسکے۔ ادب، سائنس اور دیگر شعبوں میں اردو کی خدمات کو نمایاں کیا جاسکے۔
- **اردو کو قومی شناخت کے ساتھ مربوط کرنا:** اردو زبان کو ہندوستان لسانی ورثے کا ایک اٹوٹ حصہ سمجھا جائے۔ ملک کے متنوع ثقافتی منظر نامے کی تشکیل میں اردو کے کردار کو نمایاں کیا جائے۔ قومی تعلیمی پالیسیوں اور میڈیا کے ذریعے اس کی اہمیت اجاگر کی جائے۔
- **زبان کی اہمیت کے پروگرام:** اردو سیکھنے کے فوائد اور اس کی افادیت کو ظاہر کرنے کے لیے اسکولوں اور یونی ورسٹیوں میں اردو پروگرام چلائے جائیں۔ اس طرح زبان سے وابستہ کسی بھی فرقہ وارانہ یا ثقافتی تعصب کو کم کیا جائے۔

نتیجہ

دیگر زبانوں کے مقابلے میں اردو کے ساتھ جس طرح کا برتاؤ کیا جارہا ہے وہ واضح طور پر ناانصافی ہے۔ اگرچہ NEP 2020 علاقائی زبانوں کی شمولیت اور فروغ کے لیے ایک فریم ورک فراہم کرتی ہے لیکن اس کی سفارشات اکثر ریاستوں میں نظر انداز کیے گئے ہیں۔ اوپر بیان کردہ انتظامی رکاوٹوں کو دور کیے بغیر تعلیم میں اردو زبان کا مستقبل غیر یقینی ہے۔ ریاستی حکومت، اردو تنظیموں اور اکیڈمیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہندوستان کے کثیر لسانی اور ثقافتی منظر نامے میں اردو زبان کے ورثے کے تحفظ اور فروغ کے لیے متحد ہو کر کام کریں۔

Dr. N. Ayub Hussain
Senior Lecturer
District Institute of Education & Training,
Kurnool, Andhra Pradesh



ریاستی سرکاری زبان کمیشن میں اردو کی موثر نمائندگی

ڈاکٹر محمد نقی اللہ خان نقی گرمکنڈوی
اسکول اسسٹنٹ (بائیولوجیکل سائنس)، ہیڈ ماسٹر (ایف اے سی)
ضلع پریشد اردو ہائی اسکول، پنگنور، ضلع چتور

میں، سب سے پہلے ذمہ دارانِ انجمن ترقی اردو، ضلعی شاخ، کڈپہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ایک تاریخ ساز قومی مذاکرے، سیمینار اور کانفرنس کا انعقاد کیا اور مجھے بھی ایک مقالہ اردو کی ریاستی سرکاری زبان کمیشن میں نمائندگی کے موضوع پر پیش کرنے کا موقعہ دیا۔

کسی زبان کی ترویج وترقی کے لیے صرف سرکاری سرپرستی اور حکومتوں کا تعاون کافی نہیں ہوتا۔ زبانیں اپنے بولنے والوں، لکھنے پڑھنے والوں اور استعمال کرنے والوں ہی کے ذریعہ ترقی وترویج حاصل کرسکتی ہیں۔ کسی زبان کو اگر اس زبان والے زندہ رکھنا چاہیں، اپنے استعمال میں رکھیں، پڑھیں اور اپنی آنے والی نسلوں کو اپنی زبان سے بہرہ مند کریں تو وہ زبانیں نہ صرف برقرار اور پائیدار رہتی ہیں بلکہ اس زبان کے علم وادب کا تحفظ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کے برخلاف، کسی زبان کو لاکھ سرکاری سرپرستی حاصل ہو، اسے کلاسیکی زبان کا درجہ دیا گیا ہو، خود اہلِ زبان اس سے بے اعتنائی برتیں اور اس کا استعمال نہ کریں تو وہ زبان پنپ ہی نہیں سکتی۔

کسی بھی زبان کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے اور اس کے علم وادب کو مقبولِ عام درجہ حاصل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس زبان کو خود اہلِ زبان گلے سے لگائیں، اسے روزمرہ استعمال میں برقرار رکھیں۔ اپنے بچوں کو بھی اپنی زبان پڑھائیں اور اگلی نسلوں میں بھی اس زبان کو منتقل کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ، کسی زبان کے لیے سرکاری سرپرستی، حکومتوں کا تعاون، سرکاری پالیسی، اہلِ اقتدار کا مثبت رویہ اور دستوری وآئینی تحفظ بھی ضروری ہے۔ دونوں پہلو ضروری ہیں، تب کہیں کوئی زبان ترویج و ترقی اور مقام حاصل کرسکتی ہے۔

اردو زبان اپنے دورِ آغاز ہی سے درباری اور سرکاری سرپرستی سے محروم رہی ۔ اردو کا مقابلہ ہمیشہ فارسی اور دیگر زبانوں سے رہا۔ مگر اردو زبان اپنی ذاتی توانائی' ذاتی خصوصیات اور عزم وحوصلہ سے ہمیشہ ہی عوامی اعتماد اور قبولِ عام حاصل کرنے میں کامیاب رہی ، جس کی وجہ یہ تھی کہ اردو زبان اپنی شیرینی اور دل آویزی کے باوصف' اظہارِ مدعا کے لیے موزوں ترین زبان ثابت ہوئی تھی ۔ اردو نے ہر طبقے اور ہر فرد کو اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔ اردو زبان نے بغیر کسی درباری حیثیت کے' لال قلعہ اور دربارِ مغلیہ میں اپنا لوہا منوایا تھا۔ قلعۂ معلّٰی ، دہلی' میں فارسی کے چلن کے باوجود' اردو کے مشاعرے منعقد کیے جاتے تھے۔

اردو نے اپنی عوامی مقبولیت کے باعث' دکن کے بہمنی دربار میں اپنی جگہ خود بنائی تھی ، جہاں اردو زبان کو 'درباری زبان' کی حیثیت حاصل تھی ۔ اردو زبان کا جادو' نوابانِ لکھنؤ کے سر چڑھ کر بھی بولتا رہا۔ اردو کو قلیل اور مختصر ترین عرصہ میں یہ حیثیت حاصل ہوگئی تھی (جو ایک ریکارڈ ہے اور دنیا کی کوئی بھی زبان اِتنے قلیل عرصے میں ایسی مقبولیت حاصل نہ کر سکی) کہ اردو ہندوستان کی 'رابطے کی زبان - لنگوا فرینکا' بن گئی ۔

اردو کی مقبولیتِ عام اور قبولِ دوام کے باعث' انگریزوں نے اردو کو عدالتی زبان اور دفتری کارروائی کی زبان کی حیثیت عطا کی ۔ اسی طرح اردو زبان کو سب سے پہلے سرکاری زبان کا درجہ' حیدرآباد کی مملکتِ آصفیہ' سلطنتِ آصف جاہی نے عطا کیا۔ حیدرآباد دکن کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسی حکومت نے اپنی ریاست کے تمام صوبوں میں اردو کو عدالتوں اور محکمۂ مال کے تمام شعبوں میں جاری کیا، جس کے بعد اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

اردو پر سب سے بڑا ستم یہ ہوا کہ تقسیمِ ملک کے بعد ہندوستان میں اردو کے لیے حالات کو ناسازگار بنا دیا گیا اور اردو زبان کو تقسیمِ وطن کی ذمہ دار قرار دے دیا گیا۔ ان حالات میں اردو زبان بڑی کسمپرسی کا شکار ہوگئی ۔ آزادی کے بعد' اردو کو ہندی زبان سے سخت مقابلہ درپیش رہا۔ جس کے بعد ہندی کو ہندوستان کی دفتری اور سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔ ایسے حالات میں اہلِ اردو بھی مرعوبیت اور مظلومیت کا شکار ہو گئے۔

اِسی سلسلہ میں بہار' دہلی اور اتر پردیش میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے جس کے

باعث حکومتیں اہلِ اردو اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا دَم بھرتی ہیں اور جمہوری طرزِ حکومت میں ووٹوں کے حصول کے لیے کوشاں ہو جاتی ہیں۔

لیکن آندھرا پردیش میں صورتِ حال مختلف ہے۔ یہاں ہندوستان میں' سب سے پہلے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ یہاں کے حالات بھی سارے ہندوستان سے الگ تھے۔ قدیم دکن اسٹیٹ' جس میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی، اور وہ تمام نظام کی حکومت کا حصّہ آندھرا پردیش میں شامل کرلیا گیا تھا، لہٰذا' یہاں سب سے پہلے 1966ء ہی میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ دفتروں اور محکموں میں عوامی بول چال بھی ایک طویل عرصے تک اردو ہی رہی۔ عملی طور پر 1977ء میں باضابطہ قانونی کارروائی کے ذریعے حکومتِ آندھرا پردیش نے اردو کو نافذ زبان کی حیثیت عطا کردی۔ یہ متحدہ آندھرا پردیش کی بات تھی۔

لیکن عملی طور پر ایک انقلابی تبدیلی جو قانونی اور آئینی حیثیت کے ساتھ' اردو زبان کے عملی نفاذ کی ضمانت بھی تھی، 1996ء میں کی گئی۔ یہیں سے آندھرا پردیش کے اہلِ اردو کی امیدوں کا ایک نیا سورج طلوع ہوا۔ ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ آندھر پردیش میں اردو کو دوسری سرکای زبان کا درجہ حاصل ہوا۔

یہ ایکٹ مؤرخہ 14 مئی 1966، ACT No.9 OF 1966 تھا اور اس ایکٹ کا نام تھا:

THE ANDHRA PRADESH OFFICIAL LANGUAGE ACT, 1966

حکومتِ آندھرا پردیش نے سرکاری زبانوں سے متعلق اپنے قانون میں 1996ء میں تبدیلی عمل میں لائی، جس کی رُو سے ایک ایکٹ منظور کیا گیا، جس کا نام (افیشیل لینگویج ایکٹ-1996) رکھا گیا۔ اِس ایکٹ کے تحت ریاستِ آندھرا پردیش کے اُن تمام اضلاع میں جہاں اردو آبادی 15% ہو، وہاں کے ضلعی انتظام اور نظم ونسق میں اردو کو ''دوسری سرکاری زبان'' کا درجہ دیا گیا۔ اس ایکٹ کے تحت' حکومت کو یہ اختیار حاصل ہوا کہ دفتری امور اور سرکاری کام کاج میں تیلگو کے ساتھ اردو کا بھی استعمال کیا جائے۔ نیز مقنّنہ معاملات میں انگریزی کے استعمال کو جاری رکھنے کا استحقاق حاصل ہوگا۔ یعنی ریاستی ضروریات کے لیۓ' انگریزی زبان کو دفتری کام کاج کے لیے جاری رکھا جائے گا۔

Governments power to notify the Official purposes for

which Telugu and Urdu to be used.
Continuance of English language for certain official purposes of the State and for use in the Legislature.

اس کے ساتھ جو تیسری اہم شق تھی، وہ سرکاری لینگویج کمیشن کے قیام سے متعلق تھی کہ ریاست آندھرا پردیش میں ایک کمیشن بنایا جائے جو سرکاری زبانوں تیلگو اور اردو کے لیے قائم کیا جائے گا۔

Commission on Official Languages.

آندھراپردیش میں، سب سے پہلے آٹھ اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ یہ احکامات، اُس وقت کے چیف منسٹر نے مؤرخہ 18 ستمبر 1996ء کو جاری کیے، جس کے تحت درجِ ذیل اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی گئی۔

1۔اننت پور 2۔کڈپہ 3۔گنٹور 4۔حیدرآباد 5۔کرنول 6۔میدک
7۔نظام آباد 8۔رنگاریڈی

اِس حکم نامہ کے بعد 29 جون 2002ء کو ایک اور نوٹیفیکشن جاری کیا گیا جس کے تحت مزید پانچ اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی گئی تھی۔ یہ اضلاع ہیں:

1۔عادل آباد 2۔چتور 3۔محبوب نگر 4۔نیلور 5۔ورنگل

اِس طرح کل ملا کر، متحدہ آندھراپردیش، یعنی غیر منقسم آندھرا کے 13 اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی گئی تھی۔

ہمیشہ کی طرح، اور سرکار کی دیگر پالیسیوں کی طرح، اردو کو دوسری سرکاری زبان دیے جانے کا یہ اقدام صرف کاغذی کارروائی تک محدود ہو کر رہ گیا، کیوں کہ ضلعی انتظامیہ میں اردو زبان کی عمل آوری کے لیے کوئی عملی کوششیں نہیں ہوسکیں اور اردوداں طبقہ کو اس قانون سے خاطر خواہ کوئی فائدہ نہیں ہو پایا۔ لہٰذا اردو حلقوں میں اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا، مگر ٹھوس اقدامات کے لیے حکومت پر دباؤ نہیں ڈالا جاسکا۔

ایسے حالات میں ضرورت اِس بات کی پیش آئی کہ اردو کے عملی نفاذ اور اردو کو جن قانونی اور دستوری مراعات کا حق دیا گیا ہے، اُن سے اردو زبان کو مالا مال اور متمتع ہونے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ اسی سلسلے میں اہلِ اردو کی بے شمار رضا کار تنظیمیں اور ادارے سرگرمِ عمل ہو گئے اور اردو زبان کو

بحیثیتِ دوسری سرکاری زبان اور ایک زائد دفتری زبان کی حیثیت سے عملی نفاذ کی کارروائی کا مطالبہ شدت سے اہلِ اردو کی امنگوں اور آرزوؤں کا محور و مرکز بن گیا۔

تقریباً دس سال قبل، یعنی 2014ء میں تکسیرِ آندھرا پردیش کا تاریخی واقعہ رونما ہوا۔ 2 جون 2024 کو دس اضلاع پر مشتمل تلنگانہ کی ریاست معرضِ وجود میں آئی اور تیرہ اضلاع پر مشتمل نئی آندھرا پردیش ریاست برقرار رہی۔ آندھرا پردیش میں اردو زبان کا موقف اور عملی طور پر اردو کے نفاذ کی صورتِ حال غیر یقینی اور عدم قطعیت سے دوچار رہی۔ نئی ریاست کی اپنی الگ ترجیحات تھیں۔

ریاست کے چند اضلاع کے بجائے ریاست بھر میں اردو کو دستوری اور قانونی موقف دینے کے لیے گزشتہ حکومت نے کارروائی کی۔ موجودہ چھبیس 26 اضلاع جو دراصل سابقہ تیرہ 13 اضلاع تھے، ان تمام اضلاع میں، گویا پوری ریاست آندھرا پردیش میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا موقف دے دیا گیا۔

آندھرا پردیش میں اردو کے آئینی اور قانونی موقف کو دستوری حیثیت دینے کے لیے ریاست آندھرا پردیش کی سابقہ حکومت میں نائب وزیر اعلیٰ جناب ایس بی امجد باشاہ نے ریاستی مقنّنہ میں 23 مارچ 2022ء کو ایک بل پیش کیا۔ اس بل کا نام افیشیل لینگویج ترمیمی بل 2022 (Official Languages (Amendment) Bill, 2022) تھا۔ اس مسودہ کو منظوری حاصل ہوئی اور ریاستی کابینہ نے سابق وزیر اعلی وائی ایس جگن موہن ریڈی کی قیادت میں اردو کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت تسلیم کرتے ہوئے ایک ترمیمی بل پیش کرنے کا فیصلہ کیا۔ ریاستی کابینہ نے اس ترمیمی بل کو جس ریاستی کابینہ کے اجلاس میں منظور کیا تھا، وہ 7 مارچ 2022ء کی کابینہ میٹنگ تھی۔ بہر حال، اردو کو ریاست آندھرا پردیش کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہو گیا۔

اس صورتِ حال میں یہ دیکھا جانا چاہیے کہ عملی طور پر اردو کو زائد دفتری زبان اور دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے اہلِ سیاست کے بلند بانگ دعوؤں اور اردو کے لیے کیے جانے والے وعدوں کا جائزہ لیا جائے کہ کس حد تک اُن پر عمل آوری کی جا سکی ہے؟

قابلِ ذکر یہ ہے کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کے عملی طور پر نافذ کیے جانے کے باوجود، اس قانون کے نفاذ میں کئی ایک دشواریاں اور مرحلے پیش آ رہے ہیں، جس کی وجہ سے یہاں مکمل طور پر اردو

زبان کو ایک زائد دفتری زبان اور دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل نہ ہوسکا ہے۔ لہٰذا یہی صورتِ حال کم و بیش، ریاست بھر میں ہر جگہ درپیش ہے اور اردو کو اُس کا قانونی اور آئینی حق ابھی تک مکمل طور پر حاصل نہیں ہوسکا ہے۔

ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ اہلِ سیاست کی بساطِ سیاست پر کیے جانے والے وعدوں' اقداموں اور اُن کی پالیسیوں اور سرکاری اسکیموں پر بحث کریں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ریاستی سطح پر اردو کو دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے بعد رونما ہونے والی صورتِ حال' انتظامیہ اور نظم و نسق میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے نفاذ کا جائزہ لے سکیں۔

صاف طور پر یہ محسوس کیا جاسکتا ہے کہ سیاسی مفادات کے حصول کے لیے پہلے سے موجود 'دوسری سرکاری زبان' کو آئینی ترمیم کے ذریعہ گزشتہ حکومت میں صرف اس لیے ایکٹ کی شکل میں پیش کیا گیا تاکہ سیاسی مفادات حاصل کیے جاسکیں۔ اگر حکومتیں یا سیاسی نمائندے مخلص ہوتے اور وہ اردو زبان کے لیے نیک نیتی کا مظاہرہ کرتے' نیز عملی اقدامات کرتے تو صورتِ حال یکسر مختلف ہوتی۔

اس وقت آندھرا پردیش میں اردو کو جو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے اور اردو کو جو قانونی حیثیت حاصل ہے، اس کے لیے نہ تو کوئی اقدام کیا گیا اور نہ ہی کوئی پیش رفت کی گئی۔ صرف کاغذی کارروائی اور زبانی جمع خرچ تک محدود کرکے' اردو کی ساری حیثیت کو محض ایک خوش فہمی کی فضا اور انتخابی حصول یابی تک محدود رکھا گیا۔

پڑوسی ریاست' تلنگانہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ریاست تلنگانہ میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کی بنیاد پر وہاں اردو کے مترجمین کا تقرر عمل میں آیا۔ یہ ملک بھر میں اپنی نوعیت کی منفرد پیش رفت تھی۔ پہلے گریڈ مترجم کی حیثیت گویا سپرنٹنڈنٹ اور درجۂ دوم کے مترجم کی نوعیت سیکشن آفیسر کی ہوتی ہے۔ تلنگانہ میں بیک وقت 66 مترجموں کا تقرر عمل میں آیا۔ دفاترِ معتمدی (سکریٹریٹ)' مختلف محکموں اور اضلاع پر تقرر کردہ یہ مترجمین کارپرداز ہیں۔

ریاست آندھرا پردیش میں نہ تو مترجمین کا تقرر عمل میں آیا اور نہ ہی سرکاری دفاتر پر اردو زبان نظر آئی۔ کہیں کہیں اردو میں دفتر کا نام لکھا نظر آجاتا ہے تو یہ اس مقام کے اہلِ اردو کی دل چسپی اور ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

آندھراپردیش ریاست کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے والی حکومت کا یہ رویہ بھی ہم سب نے دیکھا ہے کہ صرف ایک ذریعۂ تعلیم پر زور دیا گیا' یعنی صرف انگریزی میڈیم۔ میڈیا کے ذریعۂ ایسا ماحول بنایا گیا کہ عوام انگریزی زبان کی جانب راغب ہو کر تیلگو اور اردو زبانوں کے ذریعۂ تعلیم سے دور ہو جائیں۔ گزشتہ حکومت نے اس سلسلہ میں آئینی کارروائی بھی کی تھی جسے عدلیہ میں قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ شکست دی گئی اور اس طرح ہزار کوششوں اور کاوشوں کے بعد اردو تعلیم بحال ہوئی تھی۔

صوبۂ آندھراپردیش میں' سرکاری زبان کمیشن موجود ہے۔ اس کا ایک عدد چیرمین ہوتا ہے، اراکین ہوتے ہیں۔ عالمی یومِ مادری زبان کی مناسبت سے 5 فروری کو تیلگو زبان کے قلم کاروں' ادیبوں' شاعروں اور صحافیوں کو اعزاز و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔ اردو کی اس کمیشن میں نمائندگی مطلق نہیں ہے۔ نہ کوئی رکن' اردو زبان کی نمائندگی کرتا ہے اور نہ ہی اس کا چیرمین یا وائس چیرمین کبھی کسی اہلِ اردو کو بنایا گیا ہے۔ تیلگو بھاشا جیونا سا پھلیاپُر سکارالو دیے جاتے ہیں۔ اہلِ اردو کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

صاف اور واضح بلکہ سیدھی اور کھری بات یہ ہے کہ جب اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے' اور اس کے لیے تین تین مرتبہ ایکٹ بنایا جا چکا ہے تو پھر اردو کو سرکاری زبان کمیشن میں جگہ کیوں نہیں ہے؟ چیرمین اگر ریاستی زبان تیلگو کی نمائندگی کرتا ہے تو وائس چیرمین اور اراکین میں اردو والوں کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔ اس کمیشن کی جانب سے یہ یقینی بنایا جائے کہ ریاست میں سرکاری دفاتر اور سرکاری محکمہ جات میں اردو کا استعمال ہو۔ سرکاری اشتہارات اور اعلامیہ جات اردو میں بھی جاری کیے جائیں۔ اردو میں حکومت کا سرکاری رسالہ جاری کیا جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ سابق میں مشترکہ آندھراپردیش میں ایک رسالہ بنام' آندھراپردیش' حیدرآباد سے شائع ہوا کرتا تھا۔ تقسیم ریاست اور تکسیرِ آندھرا کے بعد اس رسالہ کا نام' ماہنامہ تلنگانہ' کر دیا گیا۔ افسوس کہ آندھراپردیش سے گزشتہ دس سالوں میں ایک بھی سرکاری رسالہ جاری نہیں کیا گیا۔ نہ اردو اکیڈمی کی جانب سے اور نہ ہی حکومتِ آندھراپردیش سرکار کی جانب سے۔

میرا معروضہ یہ ہے کہ ریاستی لینگویج کمیشن میں اردو کو بھی نمائندگی کا بھرپور مطالبہ کیا جانا چاہیے۔ اہلِ اردو کی شمولیت اور نمائندگی پر ہی اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت دینے کا کوئی عملی مظاہرہ ہو سکتا ہے، ورنہ محض کاغذی کارروائی اور صرف زبانی جمع خرچ سے کوئی نتیجہ خیزی نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ اردو' آندھراپردیش کی دوسری سرکاری/ دفتری زبان قرار

دی جا چکی ہے، لیکن عملی طور پر اردو کا نفاذ نہ ہونے کے برابر ہے۔کلکٹریٹ کے دفاتر میں اور ضلعی سطح کے سرکاری دفاتر میں' عام طور پر کہیں بھی اردو کا سائن بورڈ موجود نہیں ہے۔ ضلع انتظامیہ' صرف علاقائی زبان تلگو کو اہمیت دے رہی ہے۔

اردو کو سرکاری زبان قرار دیے جانے کے بعد سرکاری اداروں میں کم از کم اردو کا نفاذ عمل میں آنا چاہیے۔اسی طرح اردو مترجمین کا تقرر بھی سرکاری دفتروں میں کیا جانا چاہیے، لیکن عملی طور پر ایسا کوئی سرکاری دفتر نہیں ہے' جہاں اردو کے مترجم کا تقرر عمل میں آیا ہو۔حالاں کہ دوسری سرکاری زبان قرار دیے جانے کے بعد اردو میں درخواستوں کو قبول کرنا بھی چاہیے تھا۔

اس کے علاوہ ریاستی حکومت نے جب اردو کو دوسری سرکاری زبان (1966) کا درجہ دیا ہے' تو اُسی گزٹ (Gazette) میں یہ بھی احکامات دیے گئے ہیں کہ اردو آبادی کا تناسب جہاں پندرہ فی صد ہو، وہاں اردو کو مندرجۂ ذیل مقاصد کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے:

☆ ٹنڈر نوٹس جاری کرنے کے لیے اور چِٹ ٹنڈر نوٹس جاری کرنے کے لیے، تمام عمارتوں اور سڑکوں کی تعمیر کے لیے شعبۂ R&B میں اردو زبان کو استعمال کیا جائے۔
☆ سمکیات (فشریس) کے دفتر میں ہراج اور جنرل آرڈرس کے لیے بھی اردو میں ایکشن نوٹس جاری کیا جائے۔
☆ سب انسپکٹر، سرکل انسپکٹر، اورا یکسائز دفتروں میں ایکشن نوٹس اردو میں جاری کیا جائے
☆ محکمۂ جنگلات میں فارسٹ کے رینج آفیسروں، منڈل کے سطح میں ایکشن نوٹس اردو میں جاری کیا جائے۔
☆ گرام پنچایت، منڈل پرجا پریشد اور ضلع پرجا پریشد میں بھی ایکشن نوٹس اردو میں جاری کیا جائے
☆ محکمۂ آب پاشی (اِری گیشن) میں چِٹ ٹنڈرس، اُن تمام چھوٹے کاموں کے لیے جو رقم 10,000/- ہوں' تک ایکشن نوٹس اردو میں جاری کیا جائے۔
☆ ریوینیو ڈِپارٹمنٹ اور منڈل ریوینیو آفیسروں اور وِلیج میں پبلک نوٹس برائے اعتراض بھی اردو میں جاری کیا جائے۔
☆ تمام اہم قوانین، اصول وقواعد اور اعلانات اردو میں جاری کیے جائیں۔

ریاستی حکومت نے صوبے کے صدر مقام پر ایک ڈائرکٹوریٹ برائے ترجمہ قائم کیا ہے، جس میں تمام اہم قوانین، اصول اور قواعد و اعلانات وغیرہ اردو میں ترجمہ کیے جا رہے ہیں۔

لیکن جب عملی سطح پر دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِن تمام قوانین اور قواعد کا اطلاق صرف کاغذ پر ہی ہوسکا ہے۔ عملی طور پر ریاست کی انتظامیہ سطح پر اور ضلع کے نظم و نسق میں کوئی کارروائی نہیں کی جارہی ہے۔ اہلِ اردو اردو زبان کے عملی نفاذ کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اردو سے متعلق تمام کارروائی کو عملی طور پر شروع کرنے کے لیے کئی اضلاع میں بار ہا' کلکٹر سے نمائندگی بھی کی گئی' لیکن اِس کا خاطر خواہ کوئی فائدہ نہیں ہوسکا۔ بلکہ کلکٹر آفس میں سوائے تلگو کے کسی بھی زبان میں درخواستیں قبول نہیں کی جارہی ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ سابق میں ضلعی کلکٹروں نے اپنی تلگو سے محبت کی وجہ سے لِسانی تعصّب کا جورویہ اپنایا تھا، آج بھی اس کا اثر باقی ہے۔ حکومت کی جانب سے منظور کی گئی تمام قراردادوں پر عمل آوری کے لیے کلکٹریٹ کے تمام محکمے جوابدہ ہیں، لیکن عملی طور پر ایسا نہیں ہو پا رہا ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے' حکومتِ آندھرا پردیش کی جانب سے ایک افیشیل لینگویج کمیشن' قائم کیا گیا ہے، جس میں اردو کا ایک باقاعدہ شعبہ بھی ہے۔ لیکن اس شعبے میں کام کرنے والے تمام افراد' حکومت ہی کی طرح اردو کے نفاذ کے سلسلے میں لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ اردو کے لیے جو رقم اور فنڈس مہیا کیے جاتے ہیں، اُس کا صحیح استعمال نہ کیے جانے کی شکایت مختلف شعبوں کی جانب سے کی جاتی رہی ہے۔ یہاں' یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے اور سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ریاستی اردو اکیڈیمی بھی اردو کے لیے علمی اقدامات اور کارروائی کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اردو کا ایک رسالہ اکیڈیمی سے شائع کیے جانے کی تجویز اور پرویژن ہونے کے باوجود اردو اکیڈیمی اس معاملے میں بھی ناکام ہی ثابت ہوئی ہے۔

جب تک خود اہلِ اردو اپنی خانگی اور نجی عمارتوں' ذاتی دفتروں اور اپنی دوکانوں پر اردو میں سائن بورڈ نہیں لگاتے، تب تک اہلِ اردو کا سرکاری دفاتر پر اردو کا مطالبہ بھی مضبوط اور منطقی اساس کا حامل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا' خود اہلِ اردو کا یہ فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے شروعات کریں اور اردو زبان سے محبت وشیفتگی اور اردو کی شیرینی و شگفتگی کے زبانی دعوے کا عملی ثبوت بھی فراہم کریں۔ اردو کا دَم بھرنے والوں کو اردو کے لیے عملی اقدام کرنے کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ ورنہ صرف تجاویز پیش کرنے سے اور

زبانی جمع خرچ سے کوئی نتیجہ خیزی عمل میں نہیں آسکتی۔ خاص طور پر اہلِ اردو میں یہ عادت، فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے کہ عملی اقدام جو مقدور میں ہو، اُس کی انجام دہی سے زیادہ حکومت سے شکایات اور اردو کی زبوں حالی کا مسلسل رونا رویا جاتا ہے۔ زبانیں صرف سرکاروں کی سرپرستی یا سرکاری زبان بنائے جانے سے زندہ نہیں رہتیں، بلکہ زبانیں اہلِ زبان کے رویّہ کے مطابق اپنا مستقبل حاصل کرسکتی ہیں۔

اہلِ اردو کو شعوری کوششوں پر آمادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اردو کی رضا کار تنظیمیں بھی آگے آئیں۔ اردو کی تنظیمیں، چوں کہ متحرک اور فعال طور پر خدمات انجام دے سکتی ہیں اور اہلِ اردو میں بیداری پیدا کرنے کے علاوہ یہ تنظیمیں کئی قسم کی خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ اردو کے لیے لوگوں سے پبلک فنڈ اور رقم اِکھٹا کر کے ایسی اردو کی تنظیمیں اردو تعلیم کے لیے مہم بھی چلا سکتی ہیں۔

سرکاری زبان کمیشن (افیشیل لینگو یج کمیشن) میں اردو کی نمائندگی اور مطالبہ کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زبانیں صرف سرکاری سرپرستی ہی پر قائم نہیں رہتیں بلکہ اہلِ زبان کے رویہ پر زبانوں کی ترویج وترقی منحصر ہوتی ہے۔ مقالہ کی ابتدا میں یہ عرض کر ہی چکا ہوں کہ ''کسی زبان کی ترویج وترقی کے لیے صرف سرکاری سرپرستی اور حکومتوں کا تعاون کافی نہیں ہوتا۔ زبانیں اپنے بولنے والوں، لکھنے پڑھنے والوں اور استعمال کرنے والوں ہی کے ذریعہ ترقی وترویج حاصل کرسکتی ہیں۔''

اردو زندہ باد!! اردو پائندہ باد!!۔

Dr. Md. Naquillah Khan
S.A. Bio-Science & Head Master (FAC)
Z.P. Urdu High School
PUNGANUR - 517209, Chittoor District, A.P.,

☆☆☆

اردو بحیثیت دوسری سرکاری زبان اور سرکاری اقدامات

سردار خواجہ معین الدین (سردار ساحل)
لکچرر شعبۂ اردو، یوگی ویمنا یونی ورسٹی، کڈپہ

اردو زبان کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو ایک ایسی زبان ہے جو اپنی شیرینی مٹھاس اور حلاوت کے سبب ہر شخص کے دل میں گھر کر لیتی ہے، اس میں اتنی وسعت ہے کہ کسی زبان کے الفاظ کو اپنے دامن دل میں جگہ دیتی ہے، اردو زبان میں آپ کو ہر زبان کے کچھ نہ کچھ الفاظ مل جائیں گے جو اردو زبان کی کشادگی اور بین الاقوامی زبان ہونے کی دلیل ہے۔ اردو محبت، چاہت اور اپنائیت کی زبان ہے جس میں گالی بھی دی جائے تو اس کی اپنی تہذیب اور شرافت ہوتی ہے، غالب نے اسی لیے کہا تھا گالیاں کھا کے بے مزا ہوا۔

ہندوستانی دستور میں شیڈول 8 میں جن پندرہ زبانوں کی فہرست دی گئی ہے ان میں اردو زبان بھی ہے۔ اردو پورے ہندوستان میں رابطے کی زبان ہے۔ دفعہ 19 کے تحت عوام کو تحریر و تقریر کی پوری آزادی حاصل ہے، عوام جو زبان چاہے استعمال کر سکتے ہیں، جس زبان میں چاہے اپنا مافی الضمیر ادا کر سکتے ہیں، جس زبان کو چاہے تحریر کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ دفعہ 30 کے تحت اقلیتوں کو مذہب، زبان اور اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اس کے تحت اردو بھی آجاتی ہے کہ آپ چاہیں تو اردو کے ادارے قائم کر سکتے ہیں۔ دفعہ 345 کے تحت ریاستی دستور ساز اسمبلیوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی ریاست میں ایک یا ایک سے زائد سرکاری زبان استعمال کرے۔ ان دفعات کی روشنی میں ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی دستور کے لحاظ سے اردو کا موقف بہت ہی مستحکم اور مضبوط ہے مگر اس پر عمل آوری بہت ہی دشوار ہے۔

1956 میں جب ہندوستانی ریاستوں کی تشکیل لسانی بنیادوں پر ہوئی تو اردو اپنے ہی گھر میں

بے گھر ہوئی۔ اگر چہ کہنے کو اردو سب کی زبان تھی، سارے ہندوستان میں رابطے کی زبان تھی، لیکن اس زبان کو کوئی اپنانے کے لیے تیار نہ تھا۔ اردو کو کبھی بھی سرکاری سرپرستی حاصل نہیں رہی، اگر رہی بھی تو برائے نام۔ یہ امر مسلم ہے کہ سرکاری سرپرستی سے کوئی زبان زندہ نہیں رہ سکتی۔ کسی بھی زبان کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو یا نہ ہو ایسے جیالوں کی سرپرستی ضروری ہے جو بغیر کسی ذاتی مفاد کے اس زبان کی خدمت کریں۔

تعلیمی لحاظ سے ریاست کرناٹک اور مہاراشٹرا قابل ذکر ہیں۔ یہاں اردو کے اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا جارہا ہے۔ اسکول اور کالج کی سطح پر جوق درجوق طلبہ اردو کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، خاص کر شہر مالیگاؤں خدمت اردو میں پیش پیش ہے۔ قومی کونسل کا ماہنامہ بچوں کی دنیا بہت بڑی تعداد میں مہاراشٹرا میں فروخت ہوتا ہے۔ 93 زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات و رسائل میں اردو تیسرے نمبر پر ہے۔

ریاست آندھرا کی تقسیم کے بعد آندھرا اور تلنگانہ کے قائدین کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے قیام آندھرا کے بعد اردو کے موقف کی برقراری کی یقین دہانی کی گئی۔ 1964 میں سرکاری زبان کے جس قانون کو پیش کیا گیا وہ قانون 1966 میں منظور ہوا۔ اس قانون کی دفعہ سات کی رو سے اردو کے سرکاری استعمال کا یقین دلایا گیا ہے۔ چناں چہ جی او نمبر 472 کی 4 جولائی کو 1977ء کو اجرائی عمل میں آئی۔ اس جی او کی رو سے گزیٹڈ اور نان گزیٹڈ خدمات سے متعلق زبان دوم کی حیثیت سے یہ دوسری سرکاری زبان قرار دی گئی۔ سنٹرل جوڈیشل میں بھرتی کے لیے سرکاری زبان مانی گئی، اردو داں ملازمین کو ترقی سے محروم نہ کرنے کی ممانعت، اردو میں درخواست قبول کرنا، اردو بولنے والوں کی پندرہ فی صد آبادی جہاں ہو وہاں قوانین اور اعلامیوں کی اردو زبان میں اجرائی، دفاتر سائن بورڈ اردو زبان میں لکھنے کے بارے میں قوانین بنائے گئے لیکن ان قوانین پر عمل نہیں کیا گیا۔ اس حوالے سے صرف دفتری کارروائی اور خانہ پری سے کام لیا گیا۔ کسی نے ایمان داری اور انصاف پسندی سے کام لیتے ہوئے ان قوانین پر عمل نہیں کیا۔ صرف زبانی جمع خرچ سے اردو زبان کا بھلا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کے لیے مستقل جدو جہد اور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اساتذہ کے تقررات میں سستی برتی گئی۔ اردو اسکولوں کی حالت خستہ اور ناگفتہ بہ ہے۔ اس ذیل میں خوش آئند

بات یہ ہے کہ آندھرا کے حکام نے اردو کی ترقی کے لیے کسی تساہل سے کام نہیں لیا ہے، بلکہ ہر موقع پر وہ لوگوں کا ساتھ دیتے رہے۔

متحدہ آندھراپردیش کے 15 اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا۔ تقسیم کے بعد تلنگانہ حکومت نے اردو کو دوبارہ دوسری سرکاری زبان بناتے ہوئے احکامات میں یہ حکم بھی شامل کیا کہ ریاستی حکومت، صوبے کے صدر مقام پر ایک ڈائرکٹوریٹ برائے ترجمہ قائم کرے گی، جس میں تمام قوانین، اصول، قواعد و اعلانات وغیرہ اردو میں ترجمہ کیے جائیں۔ اس حکم کے تحت حیدرآباد میں ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن قائم کیا گیا ہے، جس میں اردو کا باقاعدہ شعبہ ہے۔ ڈائرکٹر کی ماتحتی میں چار ڈپٹی ڈائرکٹر دو اردو زبان کے لیے اور دو تلگو زبان کے لیے مقرر ہیں۔ حکومتِ تلنگانہ نے سرکاری اہم محکموں کے لیے تقریباً 60 اردو مترجمین کا تقرر کیا ہے۔ اگر آندھراپردیش میں بھی اسی طرح کی کارروائی کی جائے تو اردو زبان کا فائدہ ہوگا۔ تلنگانہ علاحدہ ہونے کے بعد آندھراپردیش میں تلگو دیشم پارٹی اقتدار میں آئی۔ چندرابابو نائیڈو تیسری مرتبہ وزیرِ اعلیٰ بنے اور پہلے سے ہی وہ اردو دوستی کا ثبوت دیتے آرہے ہیں۔ اسی طرح پھر ایک مرتبہ انھوں نے اپنی اردو دوستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں اردو یونی ورسٹی کرنول میں قائم کی اور اردو اکیڈمی کو از سرِ نو تعمیر کیا جس کے تحت اب بھی قومی یومِ تعلیم کے موقع پر الگ الگ زمروں میں اردو والوں کو ایوارڈز دیے جارہے ہیں۔ 2019 کے انتخابات میں وائی۔ ایس۔ آر کانگرس پارٹی پہلی مرتبہ اقتدار میں آئی اور جگن موہن ریڈی وزیرِ اعلیٰ بنے۔ ان کی پانچ سالہ حکومت میں دو سال کووڈ کا دور دورہ رہا۔ اس کے بعد مارچ 2022 میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ عطا کیا گیا۔ کہنے کو اردو آندھراپردیش کی دوسری سرکاری زبان ہے لیکن کلکٹرٹ کی عمارتوں اور ذیلی عمارتوں میں اردو کے سائن بورڈ موجود نہیں ہیں، اگر ہیں بھی تو یکا دکا۔ اسی طرح تمام سرکاری دفاتر میں اردو مترجمین کا تقرر ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ اسی طرح اردو زبان میں درخواستیں قبول کرنا چاہیے تھا اتفاق سے صرف تلگو زبان میں دی گئی درخواستیں ہی قبول کی جاتی ہیں۔ اردو زبان کو اس کا حق دلانے کے لیے مسلسل اردو تنظیمیں، اردو ادارے، محبانِ اردو کوشش اور جد و جہد کر رہی ہیں۔ کلکٹروں کو عرض داشتیں پیش کی جاتی ہیں، درخواستیں پیش کی جاتی ہیں مگر اس کا خاطر خواہ اثر دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

اردو کی ترقی، ترویج کے لیے جو ادارے کام کر رہے ہیں بہت اچھا کر رہے ہیں۔ خاص طور پر

ہندوستان بھر میں اور ریاست بھر میں انجمن ترقی اردو بابائے اردو کے زمانے سے کام کررہی ہے۔اس کی جدو جہد اردو کے لیے فائدہ منداورمفید ثابت ہورہی ہے۔اگر محبان اردو کی خدمت میں اسی طرح لگے رہیں اور یوں ہی اردو کی خدمت کرتے رہیں تو آندھراپردیش میں اردو کو جائز حق ملے گا۔اردو اسکولوں میں اضافہ ہوگا۔اردو پڑھنے والوں ،اردو کی تعلیم حاصل کرنے والوں میں اضافہ ہوگا۔جب بنیادی سطح پرلوگ اردو پڑھیں گےتو کالج اور یونی ورسٹی سطح کےاداروں کوطلبہ فراہم ہوں گے۔اس طرح اردوزبان میں اعلی تعلیم حاصل کرنے والوں میں دن دگنی رات چوگنی اضافہ ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی جدو جہد میں مزید شدت لائیں،انجمن ترقی اردو کے ساتھ ساتھ اردو کی دیگر تنظیمیں بھی کام کریں گےتو اردو کے فروغ میں ضرور ایک انقلاب برپا ہوگا۔

Sardar Khaja Moinuddin (Sardar Sahil)
Lecturer, Dept. of Urdu
Yogi Vemana University, Kadapa



اردو کے لیے سرکاری پالیسیاں

شیخ عبدالغنی کونین

پیڈ گا جی اسسٹنٹ اردو

مینارٹی ونگ، سمگرا اسکشھا

امراوتی، آندھرا پردیش

اردو زبان اب تک اپنی زندگی کی آٹھ صدیاں گزار چکی ہے۔ابتدائی پانچ صدیاں یعنی 700ء تا 1300ء اردو زبان کی زندگی کے قدیم دور کی آئینہ دار ہے جس میں صوفیاے کرام کی خدمات کا خاصہ اہم کردار رہا ہے۔ مابقی 1800ء تا 2000ء تین صدیوں کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مختلف ادوار جیسے بہمنی ، قطب شاہی ، عادل شاہی اور مغلیہ دور میں اردو ادب پنپنے لگا۔ اس کے بعد دبستان دہلی ، دبستان لکھنؤ، 1800 میں فورٹ ولیم کالج ، دلی کالج ، انجمن پنجاب، علی گڑھ تحریک، ترقی پسند تحریک، حلقۂ ارباب ذوق وغیرہ نے اردو ادب کو پروان چڑھایا۔ ولی،سراج، میر،سودا، ذوق، غالب،مرزا دبیر، میر انیس،خواجہ حیدر علی آتش، داغ دہلوی،تلوک چند محروم،علامہ اقبال،رام پرساد بسمل، احتشام حسین،منیر نیازی،فیض احمد فیض، سعادت حسن منٹو،عصمت چغتائی،قراۃ العین حیدر،علی سردار جعفری،ن. م.راشد وغیرہ نے اردو زبان کو نکھارا اور آنے والی نسلوں کے دست رس میں رکھا۔

ڈاکٹر اے۔آر۔فتیحی کی رپورٹ "Urdu in Andhra Pradesh, 2003" کے مطابق متحدہ ریاست آندھرا پردیش کی جملہ مسلم آبادی 6,65,08,800 افراد پر مشتمل ہے جس میں 84 تا 86 فی صد آبادی تلگو زبان بولتی ہے۔ ریاست کے بڑے لسانی اقلیتی گروہوں میں اردو بولنے والوں کی تعداد 55.6 لاکھ یعنی 7.86% ہے جب کہ ہندی 2.65% اور تامل 1.27% پائی جاتی ہے۔اسی طرح اقلیتی زبانیں بولنے والوں میں جو 1% سے بھی کم ہیں،وہ ہیں کنڑ بولنے والے 0.94%،مراٹھی 0.84%،اڑیہ 0.42%، ملیالم 0.10%، گونڈی 0.21% اور کویا 0.30% ہے۔

اسی طرح ریاست آندھراپردیش کی تقسیم کے بعد تمام اضلاع میں 36 لاکھ مسلم آبادی پائی جاتی ہے جس میں سے 5.26% آبادی اردو زبان کو اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال کرتی ہے۔

اردو کے لیے سرکاری پالیسیاں

اقلیتوں کی فلاح و بہبود اور اقلیتوں کی زبان کی ترقی و ترویج و تحفظ کے لیے دستور ہند کے دفعات 26 تا 30 بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔ دستور ہند کے 8 ویں شیڈول میں تصدیق شدہ 22 زبانوں میں اردو زبان بھی شامل ہے جو عام بول چال اور نصابی اعتبار سے ملک بھر میں ساتویں مقام کا درجہ رکھتی ہے۔ متحدہ ریاست آندھراپردیش میں اور مابعد تقسیم کے (1966 تا حال) مختلف ایکٹ اور ترامیم شامل ہیں۔ جو حسبِ ذیل ہیں۔

(i) The Andhra pradesh official Languages Act No.9 of 1966.
(ii) Amendment Act No. 19 of 1989.
(iii) Amendment Act No. 20of 1996.
(iv) Amendment Act No. 2of 2002.
(v) Amendment Act No. 17 of 2007.
(vi) Amendment Act No. 8 of 2022

The Andhra Pradesh Official Languages Act No.9 of 1966 کے سیکشن 2 کے تحت تلگو زبان پوری ریاست بھر میں سرکاری زبان ہوگی۔ 8 اضلاع یعنی انت پور، کڈپہ، گنٹور، حیدرآباد، کرنول، میدک، نظام آباد اور رنگا ریڈی میں اردو ریاست کی دوسری سرکاری زبان ہوگی۔

اسی ایکٹ کے سکشن 7 کے تحت، ریاستی حکومت وقتاً فوقتاً تلگو زبان کے علاوہ ایسی زبان کے استعمال کی ہدایت دے سکتی ہے۔ تلگو زبان کے علاوہ ایسی زبانیں بولنے والے افراد کے مفاد میں یا ایسے علاقوں میں اور ایسے عہدیداروں کے لیے ریاست کے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

آندھراپردیش آفیشل لنگویجز ایکٹ 1966 میں ترمیم کے لیے مزید ایک ایکٹ 25 جنوری

2002 کوعمل میں آیا (Amendment Act No.2 of 2002)۔اس ترمیم شدہ ایکٹ کے تحت مزید 5 اضلاع میں توسیع کی گئی، جن میں چتور، محبوب نگر، عادل آباد، ورنگل اور نیلور شامل ہیں۔سرکاری مقاصد کے لیے اردو زبان کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے استعمال کیا جائے گا۔ 1981 مردم شماری کے مطابق اردو بولنے والوں کی کل آبادی کا تناسب 10% سے زائد ہے۔مذکورہ ایکٹ Act No.2 of 2002 کی ترمیم دستور ہند کے آرٹیکل 345 کے تحت کیا گیا۔

The Andhra کو Amendment Act No. 17 of 2007
Pradesh Official Languages Act of 1966 کے تحت اردو بولنے والے اقلیتوں کے حوالے سے جمہوری طرز پر متحدہ ریاست میں سال 2007 میں حکومت نے اردو زبان کو مزید 2 اضلاع میں توسیع کی۔کریم نگر اور نلگنڈہ اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی گئی۔

The Andhra Pradesh Official Languages Act of 1966
میں ترمیم کرتے ہوئے سال 2022 ایکٹ نمبر 8 کے تحت متحدہ ریاست کی تقسیم کے بعد پہلی مرتبہ تمام اضلاع میں اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا فیصلہ لیا اور بل کی منظوری 23 مارچ 2022 کو ہوئی۔

Director of Economics & Statistics (سال 2022) کے فراہم شدہ اعداد و شمار کے مطابق نئی ریاست آندھرا پردیش میں بطور مادری زبان اردو کی جملہ آبادی 32,45,162 پائی جاتی ہے۔سب سے اعظم ترین اردو کا آبادی تناسب کڈپہ میں 19% ہے گنٹور میں 15.55% چتور میں 13.16%، اننت پور میں 12.97%، کرنول میں 11.55%، کرشنا میں 8.42%، ایلور میں 7.84%، پرکاشم میں 5.65% اور باقی اضلاع میں اردو آبادی کا تناسب 2% سے بھی کم ہے۔

عمل آوری کے اشارے

1۔ ریاست کے تمام اضلاع میں اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے قرار دیا گیا ہے۔جسے تلگو زبان کے علاوہ حکومت کے تمام سرکاری مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

2۔ سکریٹریٹ، وزراتی، عدالتی خدمات میں براہ راست روابط، ترسیل اور جائیداد کے بھرتی کے مقاصد کے لیے علاقائی زبان کے طور پر بھی استعمال کیا جائے گا۔

3۔ گزیٹیڈ اور نان گزیٹیڈ سرویس کے امتحانات میں اردو بطور دوسری سرکاری زبان مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

4۔ اردو میں موصول شدہ عرض داشتوں، درخواستوں کے جوابات اردو میں ہی دیا جائے جہاں بھی قابل عمل ہو۔

5۔ سڑکوں اور عمارتوں کے سیکشن افسران کے دفاتر میں عمارتوں کے ونگس سے متعلق تمام سرگرمیوں کے ٹینڈر نوٹس، سپلائی کے نوٹس اردو میں جاری ہوں گے۔

6۔ الیکٹر آف مشنریز کے دفاتر اور ان کے ماتحت دفاتر میں عوامی یا مفاد سے متعلق کے نیلامی نوٹس اور عمومی احکامات کے اجرا کا عمل اردو میں بھی ہوگا۔

7۔ محکمہ جنگلات، گرام پنچایت دفاتر، منڈل پرجا پریشد دفاتر، ضلع پریشد دفاتر میں ٹینڈر نوٹس اردو میں بھی جاری ہوں گے۔

8۔ ریاست بھر کے تمام سرکاری، خانگی، ایڈیڈ اسکولوں، جونیئر کالیجوں، ڈگری کالیجوں اور یونی ورسٹیوں کے سطح پر مسلم اقلیتی اور غیر مسلم اقلیتی طلبہ کو اردو زبان بحیثیت دوسری زبان پڑھنے کا اختیار دینے کی سہولت ہوگی۔

ریاست میں اردو میڈیم اسکولس کی موجودہ صورت حال

جاریہ تعلیمی سال کے تحت ریاست میں 1538 اردو میڈیم اسکولیں ہیں، جن میں 1108 پرائمری، 249 اپر پرائمری اور 181 ہائی اسکول ہیں۔ ان اسکولوں میں جملہ 85163 طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں، جن میں سے 36935 لڑکے اور 48228 لڑکیاں اردو میڈیم اسکولوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ریاست بھر کے جملہ 1538 اسکولوں میں 4509 اردو اساتذہ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ پرائمری سطح پر سکنڈری گریڈ اردو اساتذہ کی تعداد 2440، اپر پرائمری سطح پر 938 (جملہ 3378) ہے۔ اسی طرح اسکول اسسٹنٹ اساتذہ پرائمری سطح پر 195 اور ہائی اسکول کی

سطح پر 936 ہے۔ جملہ تعداد 1131 پائی جاتی ہے۔

سگمر اسکشھا محکمہ اسکولی تعلیم حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مذکورہ بالا اسکولوں میں اردو زبان کے فروغ، بچوں میں تعلیمی معیارات اور متوقع اکتسابی نتائج کے فروغ کے لیے کئی ایک نت نئے سرگرمیوں کو انجام دیا جارہا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) طلبہ میں متوقع اکتسابی نتائج (Learning out comes) کے لیے Learning Enhancement Programme (LEP) کو لاگو کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کا اہم مقصد جماعت اول تا دہم کے سطح تک تعلیمی معیارات کی بنا پر مخصوص مضامین میں متوقع اکتسابی نتائج پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اکتسابی عمل کو موثر بنانا ہے۔

(2) ریاست کے تمام اردو میڈیم اسکولوں میں اساتذہ کی پانچ روزہ اقامتی طرز پر لیڈرشپ ٹریننگ فراہم کی گئی اور تاحال جاری وساری ہے۔ اس میں عدم تشدد صلاحیت سازی اور بچوں کے مشق تعلیمی معیارات کو موثر انداز میں فروغ دینے کے لیے دیگر غیر نصابی سرگرمیوں کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ اس کے ذریعے بچوں میں موزوں فہم کے ساتھ پڑھنے کے عمل کو بہتر بنانا، لکھنے کی مہارت، تخلیقی اظہار، زبان شناسی، اخلاقی اقدار اور صلاحیتوں کو ابھارنا مقصود ہے۔

(3) اردو کامپلکس اجلاس کے ذریعے تعلیمی سال 24-2023 اور رواں تعلیمی سال میں 95% منصوبہ بند کامیابی کے ساتھ لاگو کیا جارہا ہے۔ اس ضمن میں اضلاع کے سطح پر ڈپٹی انسپکٹر آف اردو اسکولس، AAMOS کی مانیٹرنگ 78% تشفی بخش رہی ہے۔

(4) جاریہ تعلیمی سال 25-2024 کے تحت ریاست بھر میں Minority Special Enrolement Drive کا انعقاد عمل میں آیا۔ ''تعلیم ہر گھر تک'' عنوان سے 10 جون تا 29 جون تک اس مہم کے ذریعے 12 اضلاع میں 8054 طلبہ کے داخلہ جات کو یقینی بنایا گیا ہے۔

(5) 6/روزہ BLTM اردو اقامتی ورکشاپ: مرکزی حکومت ہند نے نئی قومی تعلیمی پالیسی (New Education Policy) کے تحت گذشتہ تعلیمی سال سے ایک نئی اسکیم Appointment of Languge Teachers Urdu کو عمل میں لایا ہے۔

اس اسکیم کے تحت جملہ 238 اردو اسکولوں میں مرکزی حکومت نے سرکاری اور ایڈیڈ اسکولوں میں اردو زبان کو فروغ دینے کی غرض سے اردو لنگویج لیکچرر کا تقرر کرے گی، جہاں اسکول کے ہر جماعت میں 15 سے زائد اردو پڑھنے والے طلبہ پائے جاتے ہوں۔اسی طرح مذکورہ اسکولوں میں 38138 ایلی منٹری اور سکنڈری سطحوں کے لیے Bilingual Teaching Learning Material اور Books کو نئے سرے سے مرتب کر کے تقسیم کیا جائے گا۔اس ضمن، حالیہ سال کے ماہ اگست کے 19 تا 24 تواریخ میں ریاستی سطح پر 6 روزہ اقامتی اردو ورکشاپ کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔

امید ہے کہ اردو زبان کے ضمن ترجمانی کرنے والے تمام ایکٹ اور پالیسوں کا صحیح انداز میں منصوبہ بند طور پر روبہ عمل کے لیے نئی حکومت اور عزت مآب وزیر اعلی جناب این. چندرا بابو نائیڈو مثبت قدم اٹھائیں گے اور محبان اردو کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے اپنا انوکھا مقام پائیدار بناتے ہوئے اقلیتوں کی سماجی، تعلیمی، ادبی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہیں گے۔

Shaik Abdul Ghani Konain
Pedagogy Assistant Urdu
Minority Wing, Samagra Shiksha
Amaravati, Andhra Pradesh



اردو آنگن واڑیوں کی ضرورت ٗاہمیت اور ویمن اینڈ چائیلڈ ویلفیر سے مطالبہ

شیخ محبوب باشاہ

اسکول اسسٹنٹ ،فزیکل سائنس

منسپل کارپوریشن اردو بوائز ہائی اسکول ٗ کڈپہ

تعارف

ہندوستان آزاد ہونے کے بعد غربت ، پسماندگی ، ناخواندگی ، امواتِ طفل و حاملہ خواتین ، غیر متوازن غذا اور صحت کی عدم دستیابی جیسے مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ ان تمام مسائل سے نمٹنے کے لیے حکومتِ ہند نے سنجیدگی سے منصوبے بنانا شروع کیے۔ جب اندرا گاندھی ہندوستان کی وزیر اعظم بنیں، تو انھوں نے غریبی کو ہٹانے اور عوام کی جامع ترقی پر زور دیا۔ انھیں کی قیادت میں دو اکتوبر 1975 کو ہندوستان میں پہلی آنگن واڑی کا قیام ریاست مہاراشٹرا میں ہوا۔

آنگن واڑیوں کی مختصر تاریخ

آغاز (1970 کا عشرہ)

1۔ آنگن واڑیوں کا تصور 1970 کے عشرے میں بھارت کے انٹی گریٹیڈ چائیلڈ ڈیولپمنٹ سروس (مجموعی طفل ترقی خدمات: ICDS) پروگرام کے حصے کے طور پر ابھرا۔

2۔ آئی سی ڈی ایس اسکیم کا مقصد، بچوں، حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے جامع ترقیاتی خدمات فراہم کرنا تھا۔

قیام اور توسیع (1975 تا 1980)

1۔ پہلی آنگن واڑی 2 اکتوبر 1975 کو مہاراشٹرا میں شروع کی گئی۔

2۔ ابتدائی طور پر دیہی علاقوں میں 33 آنگن واڑیاں قائم کی گئیں۔

3۔ 1980 تک آنگن واڑیاں 22 ریاستوں میں پھیل گئیں اور ان کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔

اہم سنگ میل

1978: آنگن واڑی کارکنوں کے لیے تربیتی پروگرام شروع کیے گئے۔

1980: آنگن واڑیوں کے ذریعے اضافی غذائیت (سپلی منٹری نیوٹریشن) پروگرام متعارف کرائے گئے۔

1990: کے عشرے میں آنگن واڑیوں کی توجہ تعلیم اور قبل از مدرسہ (پری اسکول) کی سرگرمیوں کی سمت مبذول ہوئی۔

2001: آنگن واڑیوں کی خدمات شہری علاقوں تک پھیل گئیں۔

2005: آئی سی ڈی ایس اسکیم کا جائزہ لیا جس سے مالیہ اور خدمات میں اضافہ ہوا۔

اصلاحات اور اقدامات: (2010 تا حال)

2013: آنگن واڑیوں کے لیے اے ایس ای (آنگن واڑی سروسز اینہانسمنٹ اسکیم ASE) شروع کی گئی۔

2015: پوشن ابھیان (نیوٹریشن مشن) کا آغاز ہوا۔

2018: آنگن واڑی کارکنوں کے اعزازیہ میں اضافہ ہوا۔

2020: آنگن واڑیوں کو آیوشمان بھارت اور پی ایم ایم وی وائی (پردھان منتری ماترو وندنا یوجنا) کے ساتھ ضم کیا گیا۔

اردو آنگن واڑیوں کی ضرورت اور اہمیت

اردو زبان ہمارے ملک کی تہذیبی و ادبی ورثہ کا ایک اہم جزو ہے۔صدیوں سے اردو زبان علم، ادب اور ثقافت کی ترجمان رہی ہے۔ ہندوستان کے کروڑوں لوگ اردو زبان کو اپنی مادری زبان قرار دیتے ہیں اور اس زبان میں اپنی روزمرہ بات چیت کرتے ہیں۔لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ اردو زبان کے تحفظ اور فروغ کے لیے سرکاری سطح پر کوئی خاص اقدامات نہیں کیے جا رہے ہیں۔ فی الحال ہندوستان میں حکومتِ ہند اور ریاستی حکومتیں متحدہ طور پر 1.4 ملین آنگن واڑیاں قائم کر چکے ہیں؛ جس میں آسامی زبان میں 61738، بنگالی زبان میں 122442، ہندی زبان میں 1069512، ملیالم

زبان میں 54442 اور تیلگو زبان میں 55612 آنگن واڑیوں کو قائم کیا گیا۔ اتنی لاکھ آنگن واڑیوں کو مختلف زبانوں میں قائم کرنے والی سرکار کو یہ خیال تک نہیں آیا کہ 19 فی صد آبادی رکھنے والے اقلیتوں کے لیے اردو آنگن واڑیوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ سرکاریں اقلیتوں کو صرف ووٹ بینک تک ہی محدود کر چکی ہیں۔

اردو آنگن واڑیوں کا قیام نہ صرف بچوں کو ابتدائی تعلیم اردو زبان میں دلانے میں مددگار ثابت ہوگا بلکہ ان کی شخصیت کی تعمیر اور ثقافتی شناخت کو بھی مضبوط بنائے گا۔ اس طرح کے اداروں میں بچوں کو اردو زبان کے ساتھ ساتھ دیگر بنیادی تعلیمی اور صحت کی سہولیات فراہم کی جا سکتی ہیں۔ جیسے:

1۔ دیہی آنگن واڑیوں کو قائم کر کے تکمیلی تغذیہ، ٹیکا اندازی، صحت کی جانچ کرنے پر توجہ مرکوز کر سکتے ہیں۔ ان آنگن واڑیوں کے ذریعے پری اسکول تعلیم اور ابتدائی بچپن کی ترقی کی سرگرمیاں انجام دے سکتے ہیں۔

2۔ شہری آنگن واڑیوں کے قیام کے لیے 400 تا 800 آبادی کا ہونا ضروری ہے۔ اکثر شہری آبادی مسلم کمیونٹی سے بھری ہوئی ہے۔ لہٰذا شہر کے پسماندہ اور کم آمدنی والے علاقوں میں اردو آنگن واڑیوں کو قائم کر کے خواتین کو پیشہ ورانہ تربیت، متوازن غذا، مشاورت اور آگاہی پروگرام جیسے اضافی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

3۔ جن علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی کم ہے، وہ علاقے جہاں مسلمان خاندان 150 تا 300 آباد ہیں، وہاں پر منی آنگن واڑی کا قیام عمل میں لا کر بچوں کو ٹیکا اندازی (Immunization)، متوازن غذا اور پیش اسکول تعلیم کی سہولیات فراہم کر سکتے ہیں۔

4۔ قبائلی علاقوں میں رہائش پذیر مسلمانوں کے لیے اردو قبائلی آنگن واڑیوں کا قیام کر کے مسلمانوں کی ثقافتی سرگرمیاں برقرار رکھی جا سکتی ہیں اور متوازن غذا فراہم کی جا سکتی ہے۔

اس کے علاوہ ان آنگن واڑیوں کے ذریعے حاملہ خواتین کے لیے تغذیہ بخش غذا، صحت کی خدمات اور قبل از ولادت کی دیکھ بھال، دودھ پلانے والی ماؤں کو ولادت کے بعد کی دیکھ بھال اور بچے کی نشوونما میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں اردو آنگن واڑیوں کے قیام سے خواتین کو بھی فائدہ ہوگا۔ ان اداروں میں کام

کرنے والی خواتین کو روزگار کے مواقع میسر ہوں گے اور ان کی معاشی حالت میں بہتری آئے گی۔ موجودہ صورت حال پر نظر ڈالیں تو 1.4 ملین آنگن واڑیوں میں 2.5 ملین آنگن واڑی کارکن (زیادہ تر خواتین) زیر ملازمت ہیں۔ اس لیے اردو آنگن واڑیوں کو قائم کرنے سے خواتین کو نہ صرف ملازمت میسر ہوگی بلکہ وہ خواتین کو کمیونٹی کی سرگرمیوں اور فیصلہ سازی عمل میں حصہ لینے کے مواقع فراہم کر کے بااختیار بنائیں گے۔

اس کے علاوہ اردو آنگن واڑیاں قبائلی کمیونٹیز، غریب آبادیوں اور معذور بچوں جیسے پسماندہ اور کمزور گروہوں کو خدمات فراہم کر کے سماجی شمولیت کو فروغ دیں گے۔ اردو آنگن واڑیاں مسلم کمیونٹی میں بھی اہم کردار ادا کریں گے۔ جیسے:

1۔ ثقافتی ورثہ اور زبان کو محفوظ رکھیں گے۔

2۔ جامع تعلیم اور سماجی تعلقات کو فروغ دیں گے۔

3۔ مناسب طبی جانچ اور تشخیص کے ذریعے صحت کے نتائج کو بہتر بنائیں گے۔

4۔ پیشہ ورانہ تربیت کے ذریعے اقتصادی ترقی اور بااختیاری کی حمایت کریں گے۔

اس لیے اردو آنگن واڑیوں کو قائم کرنے، انھیں مضبوط بنانے اور موجودہ خلا کو دور کرنے کے لیے ہم وزارت برائے بہبود خواتین واطفال (منسٹری آف ویمن اینڈ چائیلڈ ولیفیر - (Ministry of Women and Child Welfare) سے درج ذیل مطالبات پیش کرتے ہیں:

1۔ جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے وہاں پر اردو آنگن واڑیوں کو قائم کیا جائے۔

2۔ اردو بولنے والے کارکنوں اور تربیت دینے والوں (ٹرینرس) کی بھرتی کریں۔

3۔ اردو زبان میں پیش مدرسہ (پری اسکول) مواد ترتیب دیں۔

4۔ اردو آنگن واڑیوں کی خدمات کو پسماندہ اور قبائلی مسلم کمیونٹیز تک پھیلائیں۔

5۔ مؤثر خدمات کی فراہمی کے لیے ٹکنالوجی کو مربوط کریں۔

6۔ باقاعدہ نگرانی اور تشخیص کریں۔

7۔ کمیونٹی تنظیموں کے ساتھ تعاون کریں۔

اختتامیہ

آنگن واڑیاں ہندوستان کے دیہی منظر نامے میں اہم ادارے ہیں اور خاص طور پر اردو آنگن واڑیاں، اردو آبادی اور مسلم کمیونٹیز کی خدمت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کمیونٹیز کی منفرد ضروریات کو پورا کر کے ہم:

1۔ جامع ترقی کو فروغ دے سکتے ہیں۔

2۔ صحت کی دیکھ بھال اور تعلیمی نتائج کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

3۔ خواتین اور بچوں کو با اختیار بنا سکتے ہیں۔

4۔ ثقافتی تنوع کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

5۔ اردو مدارس میں داخلوں کو بڑھا سکتے ہیں۔

6۔ اردو امیدواروں کو ملازمت کے مواقع فراہم کر سکتے ہیں۔

اس لیے ہم حکومتِ ہند، حکومتِ آندھرا پردیش اور وزارت برائے بہبودِ خواتین واطفال سے پُر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ فوری طور پر اردو آنگن واڑیوں کو قائم کر کے مسلمانوں کی جامع ترقی میں مددگار بنیں اور مسلمانوں کے بہی خواہ ہونے کا ثبوت دیں۔

Shaik Mahaboob Basha
School Assistant, Physical Science
Muncipal Corporation Urdu Boys High School, Kadapa.



اردو کی ترویج وترقی میں اسلامی مدارس کا اہم کردار

مولانا حافظ قاری قاضی مفتی سید شاہ محمد علی بغدادی اسلامی نظامی اسدؔ کڈپوی

سجادہ نشین آستانہ بغدادیہ کڈپہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ویتیم خانہ محمد رسول اللہ گڈپہ

بانی وصدر آندھرا پردیش علماء ائمہ کمیٹی کڈپہ

اسلامی مدارس کی مختصر تاریخ

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے مکہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر اسلام کا پہلا تعلیمی وتربیتی مرکز بنا جو کہ صفا پہاڑ کے نزدیک تھا جس کو ''دارارقم'' کہتے ہیں۔ یہاں ابتدائی دور کے اہل اسلام جمع ہوتے اور رسول اللہؐ اسلامی خطوط پر ان کی فکری، علمی وعملی تربیت فرماتے۔ بعدازاں کم وبیش تین سالوں تک ''شعب ابی طالب'' میں محصوری کے دوران بھی یہ فریضہ انجام دیا گیا۔ ہجرت کے ابتدائی دنوں میں ''مسجد قبا'' میں یہ سلسلہ چلا اور اس کے بعد جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو اس سے متصل ایک چبوترہ بنوایا گیا، جس کا نام ''صفہ'' تھا اور اس چبوترے پر رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہتے ہیں جن کی تعداد چارسو تک بتائی جاتی ہے۔ یہ باضابطہ پہلا ''نبوی مدرسہ'' تھا۔ اس کے بعد اسلام کا دائرہ جیسے جیسے وسیع ہوتا گیا، ویسے ویسے اس صفہ (چبوترے) کا دائرہ بھی بڑھتا گیا، یہاں تک کہ مشرق سے مغرب تک صفہ کا جال بچھ گیا۔ ''صفہ'' کے اسی توسیعی تسلسل کا نام ''مدارسِ اسلامیہ'' ہے جن کا بنیادی مقصد خدائی ہدایات کے مطابق انسانیت کی مکمل تعلیم وتربیت ہے، تاکہ دنیا میں ہمیشہ ''اہل علم کی وہ خاص جماعت'' موجود رہے جو دین وشریعت پر عمل کرتے ہوئے خود حق پر قائم ہو، اور حق کو غالب کرنے کے لیے مخلصانہ جدوجہد کرتی ہو۔

اسلامی مدارس اور اردو کی بقا

اس میں کوئی شک نہیں کہ باوجود ہزار ہار کاوٹوں کے اردو زبان کو بلاتفریقِ رنگ ونسل کے ایسے لوگ (یعنی علما) اور ادارے (یعنی مدارس) میسر رہے جنھوں نے ہر دور میں اس کے علَم کو اٹھائے رکھا

اوراس ٹمٹماتے چراغ کو اپنے جذبوں اور عقیدتوں کا تیل فراہم کرتے رہے، اور اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح اسے مسلمانوں نے اپنایا، اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

برصغیر میں اردو کی اس شہرت اور فروغ کا سہرا علما اور اہلِ مدارس دینیہ کے سر جاتا ہے جنھوں نے اسلامی علوم کی ترویج واشاعت کے لیے اردو زبان کا انتخاب کیا اور اپنے نظامِ تعلیم کو اردو میں رائج کرتے ہوئے اردو کو مدارس میں تدریسی زبان قرار دیا۔ علاوہ ازیں اپنے مواعظ، تقریر و تحریر کے لیے اردو زبان ہی کا انتخاب کیا۔ جس وقت ہمارے دیگر مسلم عصری ادارے اس زبان سے مایوس اور انگلش زبان سے مرعوب ہو گئے تھے ایسے وقت میں علما اور مدارس نے اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اس کی حفاظت کی، بلکہ اس زبان کی حفاظت میں وہ اتنے یکجہتی کے ساتھ ڈٹے رہے کہ نام نہاد دانشوروں اور دنیاداروں نے ان کو جدید زبانوں سے نابلد ہونے کے طعنے بھی دیے لیکن وہ اپنی لگن اور دھن میں مگن امت مسلمہ میں اردو زبان کے فروغ کی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے تھے اور آج بھی ہیں۔

مدرسے کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ

عام طور پر مدرسہ کے لیے چار الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) مکتب (2) معہد (3) مدرسہ (4) جامعہ

مکتب کا جمع مکاتب ہے، معہد کی جمع معاہد، مدرسہ کی جمع مدارس اور جامعہ کی جمع جامعات ہے۔ مکتب سے مراد ایسے تعلیمی ادارے ہوتے ہیں جہاں درجہ پانچ تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ جب کہ معہد میں عموماً درجہ آٹھ یا دس تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ جامعہ سے مراد ایسے تعلیمی ادارے ہوتے ہیں جہاں پر عالمیت اور فضیلت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ ایک ایسا لفظ ہے جو مکتب، معہد اور جامعہ تینوں الفاظ کے متبادل کے طور پر عموماً استعمال کیا جاتا ہے۔

ہم جب اردو زبان کی خدمت میں مدارس کے رول کی بات کرتے ہیں تو اس وقت ہمیں مکاتب کی اہمیت وافادیت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے۔ جب برصغیر ہندو پاک میں منظّم طور پر اردو کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی تھی ایسے وقت میں علمائے کرام نے ان تمام علاقوں کے محلّہ محلّہ اور گلی گلی میں مکاتب کا جال پھیلا دیا اور اردو زبان کو اپنے ہی دیار میں اجنبی ہونے سے بچا لیا۔ مدارس و مکاتب نے

اردو کی ترویج اور فروغ میں نہایت اہم رول ادا کیا اور نئی نسل کو اردو سے روشناس کرانے کا فریضہ انجام دیا۔ آج بھی یہ مدارس و مکاتب ملک کے تمام علاقوں میں اردو کی ترویج و اشاعت میں اخلاص کے ساتھ مصروف و مشغول ہیں۔ دینی مدارس نے اردو کے فروغ میں جو اہم اور بنیادی کردار ادا کیا ہے اس کا مکمل طور پر احاطہ کرنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔

جہاں تک اردو زبان کے ارتقا اور اشاعت کا معاملہ ہے، تو اس بابت ہمیشہ سے اردو اسکولوں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کی خدمات کو سراہا جاتا رہا ہے، مثلاً فورٹ ولیم کالج، جامعہ عثمانیہ، دہلی کالج اور علی گڑھ تحریک وغیرہ۔ لیکن ان کے علاوہ اور ان سے بہت پیشتر ایک طبقہ ایسا بھی رہا ہے جس نے ہمیشہ سے اس زبان کی ترقی کے لیے کام کیا ہے اور وہ طبقہ دینی مدارس کے علمائے کرام کا ہے جنھوں نے آج تک بھی درس و تدریس، وعظ و نصیحت، کتابت و خطابت اور صحافت و نظامت کے ذریعے مسلسل اردو زبان کو فروغ دیا ہے اور دیتے جا رہے ہیں۔ مکاتب کی شکل میں یہی مدارس جو گاؤں گاؤں میں آج پائے جاتے ہیں، دراصل اردو زبان ان ہی کی بدولت شان و شوکت کے ساتھ باقی ہے اور یہی ادارے اور اس کے فارغین زمانۂ قدیم سے اس کی آبیاری کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اردو زبان و ادب کی ترقی کی ہر جد و جہد میں علمائے کرام اور مدارس کا کردار مثالی رہا ہے۔ چناں چہ 1902 عیسوی میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشن کانفرنس علی گڑھ کے تحت جب انجمن ترقی اردو کی بنیاد رکھی گئی تو ایک عالم دین علامہ مولانا شبلی نعمانی کو سکریٹری جنرل کا عہدہ سونپا گیا۔ بعد از اں 1912ء میں بابائے اردو مولانا مولوی عبدالحق جب اس کے سکریٹری بنے تو پھر انجمن نے خوب ترقی کی۔ ہندی اور اردو تنازع میں انجمن نے اردو زبان کے تحفظ و بقا کے لیے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ آج بھی پاک و ہند کے تقریباً تمام مدارس میں اردو زبان پڑھائی، سکھائی اور بولی جاتی ہے جس کی وجہ سے دینی مدارس کے فاضلین بہترین اردو بولنا، لکھنا اور پڑھنا جانتے ہیں اور یہی فاضلین میں سے کچھ حضرات عصری اداروں میں اردو کی درس و تدریس پر بھی مامور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسکولوں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے نصاب میں شامل اکثر و بیشتر کتب کے مصنفین حضرات علمائے کرام ہیں۔ لہٰذا یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ برصغیر ہند و پاک میں اردو زبان کی ترقی میں اسلامی مدارس اور علمائے کرام کا مرکزی کردار روز اول سے لے کر آج تک رہا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں اردو زبان کی

ترویج وترقی کے لیے دینی مدارس ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔اگر چہ ان کا بنیادی مقصد اردو زبان کا فروغ نہیں ہے، لیکن اردو زبان کے ارتقا کے لیے وقف اداروں سے ان کی خدمات کسی معنی میں ہر گز کم نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان مدارس کا ذریعہ تعلیم عربی زبان کے بعد زیادہ تر اردو ہی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ مدارس کے قیام کا اصل مقصد دین کی اشاعت ہے، لہٰذا نصاب میں زیادہ تر انہی مضامین کو شامل کیا جاتا ہے جو اس کی کفالت کر سکیں۔ مثلاً قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ۔ مناسب ہوگا کہ میں یہاں اس بات کی وضاحت کردوں کہ تعلیم وتدریس کے لیے دو بنیادی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔
(1) ماخذ۔ یعنی معلومات کو اخذ کرنا اور لینا۔ (2) ترسیل۔ یعنی معلومات کو بھیجنا اور آگے بڑھانا۔
جہاں تک ماخذ کا تعلق ہے تو اس کا بیشتر حصہ عربی زبان میں موجود ہے' لیکن ترسیل کے مرحلے میں آکر اردو زبان کا سہارا لیا جاتا ہے۔ چوں کہ مقصود عوام ہوتے ہیں جو کہ تقریباً عربی زبان سے نابلد ہوتے ہیں، چناں چہ علمائے کرام نے تدریس' تقریر وخطابت کے لیے زیادہ تر اسی اردو زبان کا سہارا لیا ہوا ہے۔

مدارس اور اس کے فارغین کی فروغ اردو کے لیے بے مثال خدمات و کارنامے

دینی مدارس اور اس کے فارغین علمائے کرام نے اردو زبان کی ابتدائے آفرینش سے لے کر ارتقا کی مکمل تاریخ میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور بنیادی کردار ادا کیا ہے اس کا مجموعی طور پر احاطہ کرنا نہایت مشکل کام ہے لیکن پھر بھی اس احقر کی یہ کوشش ہے کہ چند اہم کاوشوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں تاکہ ہم لوگ اردو کے فروغ کے سلسلے میں دینی اداروں کی جانب سے کی جانے والی کوششوں سے کسی قدر آگاہ ہو کر اس کا سچے دل سے اعتراف کر سکیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ **فن خطابت:** فن خطابت کے ذریعے علمائے کرام نے اردو زبان وادب کے ارتقا میں غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں، اور آج بھی اس مقصد کے لیے گامزن ہیں۔ دینی مدارس میں خطبہ وخطابت اور وعظ وبیان پر کافی توجہ دی جاتی ہے۔ طلبہ کو اردو زبان میں نہ صرف اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی مشق کروائی جاتی ہے بلکہ اس خطابی سلسلے میں تذکیر وتانیث، الفاظ کی ادائیگی اور تقریر کے دوران لہجے میں اتار چڑھاؤ کے بارے میں تربیت دی جاتی ہے۔ ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ سامعین پر کس طرح سے اثر انداز ہونا ہے کیوں کہ خطاب وبیان ایک ایسا عمل ہے جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا

ہے۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا:**وان من البیان لسحراً**. ترجمہ: بیشک بیان میں جادو(جیسا اثر) ہوتا ہے۔

خطابت کے میدان میں مہارت پیدا کرنے کی خاطر پابندی کے ساتھ ہفتہ واری اور پندرہ روزہ پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں اور سالانہ پروگرام بھی کافی بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے ہیں جس میں طلبہ وطالبات نہایت ہی جوش وخروش سے شریک ہوتے ہیں۔طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات بھی تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ،عیدین کا خطبہ یا اسی طرح سے دیگر دینی پروگراموں میں خطبے وخطابات عموماًان ہی مدارس سے فیض یافتہ حضرات ہی دیتے ہیں جوکہ عموماًاردو میں ہوتے ہیں۔چناں چہ مدارس کے طلبہ جب ان مراحل سے گزر کر فارغ التحصیل ہونے کے بعد جس میدان میں بھی قدم رکھتے ہیں تو ان کی اپنی ایک حیثیت اور مقام ہوتا ہے۔البتہ مدرسے کے فارغین کا نصب العین اور مقصود معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ فارغین مدرسہ نے دینی،علمی واصلاحی کتابوں کے انبار لگا دیے ہیں اوراپنے وعظ وخطابات سے امت کو مسحور کررکھا ہے۔

☆ **لائبریری کا قیام:** دینی مدارس کی جانب سے طلبہ کے اندر علمی ذوق پیدا کرنے اور تعلیم وتربیت کے لیے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں اردو کتابیں، رسائل وجرائد وغیرہ مہیا کروائے جاتے ہیں جس کو لائبریری میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ بہت سے مدارس میں اس لائبریری کا نظم ونسق بھی اساتذہ اور طلبہ ہی کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔اور یہ رسائل، جرائد اور کتب طلبہ کے اندر تعلیمی صلاحیت کو پروان چڑھانے کے لیے بہت ہی مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔آج امت کا بہت بڑا طبقہ لائبریری جانے اوراس میں موجود کتب کو زیرمطالعہ لانے سے گریز کر چکا ہے جب کہ دینی مدارس کے طلبہ اورعلمائے کرام آج تک مداومت کے ساتھ لائبریری کے ذریعے استفادہ اورافادہ کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔

☆ **مسابقات (تقریری اورتحریری مقابلے):** طلبائے دین کے درمیان دوران تعلیم مختلف قسم کے مسابقاتی پروگرام منعقد کروائے جاتے ہیں۔مثلاً مقالہ نویسی، خطوط نویسی،فتاویٰ نویسی، خطابت اور بیت بازی وغیرہ۔اس کا مقصد طلبہ کے اندر خالص علمی وادبی ذوق پیدا کرنا ہوتا ہے،اور کامیاب ہونے والے طلبہ کو کتابی شکل میں انعامات سے بھی سرفراز کیا جاتا ہے اور درجہ اول میں کامیاب

ہونے والے طالب علم کو مدرسے کے سالانہ جلسے میں تمام شیوخ اور اساتذہ کی موجودگی میں تقریر کا موقعہ بھی دیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مدارس نے عملی میدان میں بہت سارے بلند پایہ واعظین اور اہل قلم مہیا کرائے ہیں اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

☆ **قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ اور تفسیر:** دینی مدارس کے فارغین علمائے کرام نے قرآن پاک کے متعدد تراجم اردو زبان میں کیے ہیں۔اسی طرح قرآن پاک کی تفاسیر بھی اردو زبان میں کی ہیں۔ چوں کہ مسلمانوں کا قرآن سے روحانی رشتہ ہے اسی لیے قرآن پاک کو سمجھنے اور اس کے معانی ومطالب سے آگاہ ہونے کے لیے مسلمان قرآن پاک کا اردو ترجمہ اپنے گھروں میں ضرور رکھتے ہیں اور اس طرح اردو کو گھر گھر تک پہنچانے میں دینی مدارس اور اس کے فارغین علمائے کرام کا کلیدی رول ہے۔

☆ **کتب احادیث کا اردو میں ترجمہ:** فرزندانِ مدارس نے کتب احادیث کا بھی اردو میں ترجمہ کیا ہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے۔حدیث کی ایک ہی کتاب کے متعدد تراجم آپ کو اردو زبان میں دستیاب ہو جائیں گے۔اسی طرح سے احادیث کے مختصر اور طویل مجموعے بھی اردو زبان میں تیار کیے گئے ہیں تا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ارشادات لوگوں تک ان کی مادری زبان اردو میں براہ راست پہنچ جائیں۔

☆ **کتب سیرت النبیؐ:** نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت پر متعدد کتابیں لکھی گئیں مثلا: کتاب رحمۃ للعالمینؐ، کتاب سیرۃ النبیؐ، کتاب سیرت الرسول (۱۲ جلدیں)' کتاب ہادیِ عالم (بغیر نقطے والی کتاب) اور کتاب ضیاء النبیؐ وغیرہ۔اسی طرح عربی میں لکھی گئی سیرت کی کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا گیا مثلا الرحیق المختوم وغیرہ۔(طوالت سے بچنے کے لیے اور بھی بہت سی کتب کے نام نہیں لکھے گئے)

☆ **دینی درسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ:** دینی مدارس نے درس نظامی میں شامل عربی اور فارسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا اور کئی شروحات مدون کیں تا کہ طلبہ و طالبات کو اپنی مادری زبان میں کتابوں کو پڑھنے کا موقع دستیاب ہو اور ان کتابوں کے تعاون سے وہ اپنی صلاحیتوں کو مزید نکھار سکیں اور بلند پایہ علمی مراتب حاصل کر سکیں۔

☆ **اردو میں کتابوں کی تصنیف:** مدارس سے فارغ ہونہار علمائے کرام نے ضرورت کے پیش نظر اردو زبان میں درسی، غیر درسی، اصلاحی اور معلوماتی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن کی تعداد کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

☆ **صحافت:** صحافت کے میدان میں بھی دینی مدارس کے فارغین کی اہم خدمات ہیں۔قلم کی اہمیت کو روز اول سے ہی سمجھتے ہوئے تقریباً تمام مدارس نے اپنے طلبہ و اور طالبات کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے متعدد انتظامات کیے ہیں۔مثال کے طور پر مدارس سے جاری ہونے والا دیواری پرچہ، سالانہ خصوصی مجلّہ، پندرہ روزہ، ماہانہ یا سہ ماہی رسائل اور کتابیں وغیرہ۔چوں کہ یہ شائع ہونے والے رسائل نہ صرف اساتذہ اور طلبہ کی ترجمان ہوتی ہے بلکہ مدارس کی تعلیمی پیش رفت کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ اس لیے اس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور طلبہ کو صحافت کی باریکیوں سے روشناس کرایا جاتا ہے اور حالات حاضرہ پر نگاہ رکھنا سکھایا جاتا ہے۔ان رسائل کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مضامین کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کے سلسلے میں بھی کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتے ۔ مدارس کے تربیت یافتہ ان حضرات کے ہر موضوع پر لکھے ہوئے مضامین اور مقالے وغیرہ برصغیر ہندو پاک کے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

☆ **لغت نویسی:** غیر اردو داں طبقے کے افراد کی افہام و تفہیم کے لیے قرآنیات، فن حدیث، فقہ، ادب، طب وغیرہ سے متعلق لغات (ڈکشنری) تیار کی گئی ہیں جس کی وجہ سے غیر اردو داں طبقے کو اردو سے قریب لانے میں ایک بڑا رول ادا کیا گیا۔ مثلاً مولانا ابوالفضل عبد الحفیظ بلیاوی کی ''مصباح اللغات''۔قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی کی ''قاموس القرآن'' و ''بیان اللسان''۔حکیم عزیز الرحمٰن کی اردو-انگریزی ''میڈیکل ڈکشنری'' (دو جلدیں) اور سہ لسانی ''انگریزی-عربی-اردو ڈکشنری''۔مولانا وحید الزماں کیرانوی کی ''القاموس الوحید'' (دو جلدیں) و ''القاموس الجدید'' اور ''القاموس الاصطلاحی''۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی ''قاموس الفقہ'' (پانچ جلدیں) اور مولانا ندیم الواجدی کی ''القاموس الموضوعی'' وغیرہ۔ یہ سب لغات کی کتب بہت ہی مقبول اور معروف ہیں۔ یہ سب کچھ مدارس کا فیضان عام ہے۔

☆ **دیواری پرچہ:** دینی مدارس کی ایک خاص ایجاد دیواری پرچہ ہے۔اساتذہ کی نگرانی میں طلبہ کی ایک

مجلس ادارت بنائی جاتی ہے، جو ماہانہ، پندرہ روزہ یا ہفتہ واری علمی وتحقیقی مضامین کی ترتیب واشاعت کی ذمہ داری انجام دیتی ہے۔ چناں چہ آپ بڑے مدارس اور جامعات کے صدر دروازے سے جیسے ہی اندر داخل ہوں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اس طرح کے بیسوں پرچے زیب دیوار بنے ہوتے ہیں۔ اکثر بڑے مدارس کے طلبہ مختلف دیواری پرچے اور سالانہ مجلّے نکالتے ہیں جو کہ عام طور پر سہ لسانی ہوتے ہیں، مگران کا بیشتر حصہ اردو کے لیے مختص ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مدارس کے طلبہ کی تحریریں دوسروں سے نمایاں ہوتی ہیں اور اسی کی بدولت موجودہ دور میں اردو کے اخبارات میں نمایاں کام کرنے والوں کی اکثریت فارغین مدرسے کی ہے۔

☆ **اردو کمپوزنگ اور ٹائپنگ:** کمپیوٹر کے اس دور میں آپ کو حیرت ہوگی کہ مجلوں کی تشکیل، اشتہارات کی تیاری، شادی کے کارڈز بنانا اور مختلف جرائد ورسائل کو تیار کرنے کے لیے بہت ہی معمولی اجرت کے عوض اردو کی کمپوزنگ کرنے والے اور اردو زبان کو تقویت دینے والے یہی فارغینِ مدرسہ ہیں۔

☆ **اردو رسم الخط اور خطاطی:** علمائے کرام اور مدارس دینیہ اردو رسم الخط کی حفاظت میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ مدارس کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ یہاں طلبہ وطالبات کو بہترین طرز پر اردو لکھنے کی مشق کروائی جاتی ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ مدارس نے فنِ خطاطی میں بھی اپنی بلند پایہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ چناں چہ موجودہ دور میں اردو رسم الخط یعنی خطِ نستعلیق اور خطِ نسخ وغیرہ کا وجود اور صحیح استعمال انھیں مدارس کی بدولت جاری ہوا اور آج تک باقی ہے۔

☆ **اردو کا صحیح تلفظ اور ادائیگی:** اہل مدارس کی خصوصیت ہے کہ وہ اردو زبان میں مستعمل تقریباً آدھے سے زائد عربی وفارسی الفاظ کے صحیح تلفظ، معنویت اور استعمال سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی زبان پر جب اردو جلوہ گر ہوتی ہے تو اور زیادہ پیاری لگنے لگتی ہے۔

☆ **دینی مدارس کا ذریعہ تعلیم اور اردو کا فروغ:** برصغیر ہندوپاک کے تقریباً تمام مدارس اسلامیہ میں عربی کے علاوہ ذریعہ تعلیم ''اردو'' ہے۔ اس طرح سے مدارس دینیہ نے اردو زبان کی ترویج واشاعت میں اہم رول ادا کیا ہے اور آج بھی کر رہے ہیں اور ان شاءاللہ تا قیام قیامت یہ کارِ خیر جاری وساری رہے گا۔

☆ **مدارس کے ذریعے کتابوں کی اشاعت کا شعبہ:** مدارس اور ارباب مدارس نے اردو کتابوں کی

تصنیف وتالیف اوران کی اشاعت کے لیے باقاعدہ اشاعتی شعبہ جات قائم کیے ہوئے ہیں۔مثلاً جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں ''مجلس اشاعۃ العلوم'' اوراس جیسے سینکڑوں ادارے جو کہ عامۃ المسلمین تک تحریری شکل میں دین پہنچانے میں اہم رول ادا کیا ہے اور آج بھی کررہے ہیں۔اگر یہ بات کہی جائے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کی تکمیل میں دینی مدارس اور اردو زبان یہ دونوں نہایت اہم رول ادا کرتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

☆ **عالمی پیمانے پر اردو کی نشر واشاعت میں دینی مدارس کے فارغین کا فقید المثال کردار:** مدارس کے فارغین علما نے دنیا بھر میں اردو کی اشاعت کے لیے فقید المثال کردار ادا کیا ہے۔مثلاً مولانا عبیداللہ سندھی نے کابل میں پہلی اردو یونی ورسٹی کے قیام میں اہم رول ادا کیا، جب کہ پاکستان کے ممتاز انگریزی صحافی نے لکھا ہے کہ مولانا محمودالحسن اسیر مالٹا کی ہدایت پر ان کے دوشاگرد مولانا مقبول الرحمٰن سرحدی اور شوکت علی بنگالی ہجرت کر کے ملک چین چلے گئے تھے۔وہاں سے انھوں نے اردو اور چینی زبان میں ماہنامہ العین جاری کیا جو 1909 تک پابندی سے شائع ہوتا رہا(بحوالہ:صحافت پابند سلاسل ص 338)۔ایسی بہت سی مثالیں ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ نے اردو کو عالمی زبان بنانے میں نہایت کلیدی رول ادا کیا ہے۔اس ضمن میں ہم ساؤتھ افریقہ اور برطانیہ کے ان جامعات کا نام لے سکتے ہیں جہاں پر اردو میں تعلیم دی جاتی ہے اور اسی طرح سے مدارس کے فارغین کے ذریعے امریکہ' کینیڈا' برطانیہ اور یوروپ کے متعدد اسلامک سینٹرس میں انگلش کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی تعلیم دی جاتی ہے اور دینی مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔سعودیہ عربیہ' بنگلہ دیش، نیپال، ایران، یمن اور افغانستان سمیت دیگر بہت سے ممالک ہیں جہاں کے جامعات میں اردو کے فروغ میں مدارس اسلامیہ سے فیض یافتہ حضرات اپنا اہم رول ادا کررہے ہیں۔واضح ہو کہ دنیا کے چالیس سے زائد ملکوں میں برصغیر کے اردو داں اہل علم یعنی علما اور حفاظ کا طبقہ اردو کی اشاعت اور ترقی وترویج کے لیے مسلسل ناقابل فراموش خدمات انجام دے رہا ہے جو کہ اس زبان سے ان کی دلی محبت اور عظیم قربانی کی مثال ہے۔

مذکورہ بالا یہ چند شعبہ جات صرف اس لیے ذکر کیے گئے ہیں تاکہ ہمیں اندازہ ہوسکے کہ علما،

مشائخ اور مدارس نے اردو ادب کی ابتدا، ارتقا، ترویج اور اشاعت میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا ہے۔ ان سب کاوشوں اور کوششوں کو ان کی جزئیات سمیت ذکر کرنا اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں ہے۔

آگاہ باش۔ یہ بات اظہر من الشمّس ہے کہ فارغینِ مدارس اسلامیہ نے اردو زبان وادب کے لیے جو کچھ کیا وہ ان سرکاری و نیم سرکاری اداروں سے بہت زیادہ ہے جو کہ حکومتی تعاون سے چلائے جا رہے ہیں۔ زمینی سچ یہ ہے کہ فارغین مدارس علمائے کرام کو وہ پذیرائی نہیں ملتی ہے جس کے وہ مستحق ہیں اور نہ ہی ان کی اس خاموش خدمات کا لوگوں میں چرچہ کیا جاتا ہے۔

تتمہ

واضح ہو کہ ماہ جون سنہ 2022 عیسوی میں ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہمارے صوبہ آندھرا پردیش میں اردو زبان کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا ہے جو کہ اہل اردو کے لیے اور خاص کر اس صوبہ والوں کے لیے ایک خوش آئین بات ہے۔ اسی طرح حال ہی میں (ماہ اکتوبر سنہ 2024 عیسوی میں) اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ اردو کو اقوام متحدہ کی سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے۔ بنا بریں تاریخ میں پہلی بار اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کا دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی پیغام جاری کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام کہ ہندوستان میں پیدا ہونے والی اور دینی مدارس اور علمائے کرام کی نگرانی میں پروان چڑھنے والی ''اردو'' اب ایک عالمی زبان بن گئی ہے۔

دور حاضر میں امت مسلمہ میں اردو زبان کے حوالے سے بیدار ہوتے شعور کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ان شاء اللہ عنقریب اس زبان کو اس کا جائز اور حقیقی مقام مل ہی جائے گا۔ اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے اب ہم تمام مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم لوگ اردو زبان کو پڑھنے، لکھنے اور صحیح تلفظ کے ساتھ بولنے میں عام کریں۔ اردو زبان کے رسائل اور جرائد کے قاری اور خریدار بنیں، ہماری نسلوں کو اس زبان کی اہمیت اور افادیت کے متعلق آگاہی دیں۔ انھیں یہ زبان سکھانے کے لیے انتظام و اہتمام کروائیں تا کہ ہماری اسلامی، تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو اپنے اندر رکھنے والی اس اردو زبان کے وہ محافظ بن سکیں۔

Qazi Mufti Syed Shah Mohd. Ali Bughdadi Nizami Asad
Sajjada Nashin, Asthana e Bughdadia, Kadapa



اردو کی ترقی میں اساتذہ کا کردار

اردو اساتذہ کے لیے پیشہ ورانہ استعداد کا فروغ:

ضرورت، اہمیت اور امکانات

ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری عمری

شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج برائے ذکور (خودمختار)، کڈپہ

تدریس، ایک ذمہ دارانہ اور معزز منصب ہے۔ مدرس، مستقبل کا معمار اور قوم و وطن کا صورت گر ہے۔ اس کے ذمہ طلبہ کی تعلیم و تربیت اور ذہن سازی ہوتی ہے۔ استاذ ہی کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ وہ تمام شعبہ حیات سے وابستہ مستقبل کے شہریوں کی ذہن سازی اور رجحان سازی کرسکتا ہے۔ اگر افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر ہے اور ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ ہے تو اس کا بجا طور پر ذمہ دار صرف استاذ ہی ہوسکتا ہے۔ قوم و ملت کے طلبہ و طالبات کی علمی استعداد، فکری سطح، فکری نشو و نما اور مجموعی شخصی ارتقا میں استاذ کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

مدرس کے منصب، معلم کے مقام اور استاذ کے مرتبے کے بارے میں کچھ عرض کرنا تحصیلِ حاصل اور اعادۂ معلومات کے سوا کچھ نہیں۔ منصبِ درس و تدریس پر فائز افراد کی عزت و تکریم بھی ہماری تہذیبی قدروں میں شامل ہے۔ مدرس کے فرائض، استاذ کی ذمہ داریوں اور معلم کے فرائضِ منصبی کے اعادے کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ استاذ کے حقوق اور واجبات بھی اظہر من الشّمس ہیں۔

تعلیم و تدریس سے وابستہ افراد کی منصبی و اخلاقی ذمہ داریوں کے علاوہ جس چیز کی ضرورت اور اہمیت زیادہ ہے، وہ استاذ کی تدریسی صلاحیتوں اور اپنے تدریسی مضامین سے کماحقہٗ واقفیت بلکہ زیرِ تدریس مواد پر کامل عبور اور گرفت ہے۔ اساتذہ اپنے مضامین پر محدود مطالعہ اور ناقص معلومات کے ساتھ نہ معیاری تعلیم دے سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے فرائضِ منصبی سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ تدریس ایسے معزز پیشے کے لیے اساتذہ کا خلوص، ان کی محنت و جستجو اور تدریسی مضامین کے تصورات پر مکمل عبور اور گرفت نیز افہام و تفہیم کی صلاحیت ضروری ہے۔

طلبہ وطالبات کی مجموعی ذہن سازی اوران کی فکری تربیت نیز ان کے شعور کی بالیدگی اور ذوق کی آبیاری کے لیے استاذ کا باصلاحیت اور بااستعداد ہونا بہت ضروری ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ قابل اساتذہ کے تلامذہ بھی لائق وفائق اور قابل وہونہار ہوا کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ استاذ کی مجموعی شخصیت کے اثرات طلبہ پر مرتب ہوتے ہیں۔ استاذ کا مزاج' افتادِطبع اوراس کے رجحانات بھی طلبہ کے لیے متاثر کن ہوا کرتے ہیں۔

اساتذہ کے لیے جہاں اپنے تدریسی مضامین پر مہارت اور عبور ضروری ہے' وہیں ان کے لیے یہ بھی امر بھی ناگزیز ہے کہ وہ اپنے مضامین میں جدید تحقیقات اور نئی ایجادات واکتشافات سے بھی واقفیت وآگاہی حاصل کرتے رہیں۔ اساتذہ کے لیے مطالعہ' سانس کی طرح لازمی ہے۔ مطالعہ ہی وہ شاہراہ ہے جس پر چل کر اساتذہ اپنی معلومات میں مسلسل اضافہ کرسکتے ہیں اور اپنے سابقہ معلومات کی تجدید بھی کرسکتے ہیں۔ مطالعے کی اہمیت وافادیت مسلّم ہے۔ کامیاب استاذ کو ایک کامیاب طالبِ علم بننا ضروری ہے۔ گویا جو ایک اچھا طالبِ علم نہیں بن سکا' وہ ایک کامیاب استاذ بھی نہیں بن سکتا۔

اساتذہ کو مطالعے کی بدولت جہاں ان کے اپنے مضامین میں مختلف جدید مطالعات' نئے گوشوں اور انکشافات وتحقیقات سے واقفیت اور معلومات حاصل ہوسکتی ہیں' وہیں ان کے علم وآگہی اور فکر وشعور کو بھی جلا ملتی ہے۔ نفسِ مضمون کی عدم تجدید اور مسلسل مطالعہ سے محرومی کے باعث کسی استاذ کی تدریس زنگ آلود ہوکر رہ جاتی ہے اور اس کی معلومات صرف روایتی نصابی مواد تک محدود ہوکر رہ جاتی ہیں۔

اسباق کی تیاری' معلومات کی تجدید' تصورات کی تازہ کاری اور تدریسی مضامین کے مطالعے کے علاوہ اساتذہ کو جس چیز کی ضرورت ہے، وہ ان کے تربیتی پروگرام ہیں۔ تربیتی پروگرام' اساتذہ کے تدریسی نشاط کے لیے بہت ضروری ہیں۔ تدریسی کے میدان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں، طریقۂ تدریس کے ضمن میں تجرباتِ دیگران سے استفادہ کرنے کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اساتذہ کی تدریس اور تربیت کے جو اساتذہ مقرر ہیں' ان کے ذمہ عام طور پر اساتذہ کی تدریب وتربیت اور اساتذہ کے تدریسی میلان اور ذہنی رجحان کی ترتیب وتربیت شامل ہے۔ اساتذہ کی تعلیم وتربیت اور ان کی تدریس وتدریب کے لیے تعلیمی میدان کے ماہرین اور معلمینِ اساتذہ (Teacher Educators) کے وسیع مطالعے، مشاہدے اور تجربے سے استفادے کی روایت عام ہے۔ زیر

تربیت اساتذہ (Trainee Teachers) کو جس طرح تعلیم و تربیت، نصابی ضروریات، تعلیمی نفسیات، تعلیم کی فلسفیانہ اساس اور نظم و ضبط سے متعلق ہدایات جاری کی جاتی ہیں، اسی طرح برسرِ کار اساتذہ کی ذہن سازی اور رجحان سازی کے لیے مختلف پروگرام بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ تعلیمی محکمہ کی مختلف سطحوں کی جانب سے بھی اس نوعیت کے پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے اور دانشوران و ماہرینِ تعلیم سے استفادے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

اساتذہ کی تربیت کی ضرورت اور اہمیت کئی پہلوؤں پر مشتمل ہے، جو تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے اور طلبہ کی بہتر تربیت میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اساتذہ کی تربیت نہ صرف ان کے پیشہ ورانہ معیار کو بہتر بناتی ہے بلکہ طلبہ کے لیے بھی ایک مثالی اور بہتر تعلیمی ماحول فراہم کرتی ہے۔ معیاری تعلیم کی فراہمی کے سلسلے میں یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ صرف تربیت یافتہ اساتذہ ہی طلبہ کو معیاری تعلیم فراہم کر سکتے ہیں، جس سے طلبہ کی تعلیمی کارکردگی بہتر ہوتی ہے اور وہ مستقبل میں معاشرے کے ذمہ دار شہری بن سکتے ہیں۔

جدید تدریسی طریقوں سے واقفیت کے لیے اساتذہ کی مسلسل تربیت ضروری ہے۔ کامیاب استاذ ہمیشہ اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ وہ جدید تدریسی طریقوں، تعلیمی ٹیکنالوجی کے استعمالات اور تعلیمی میدان میں ہونے والی نئی پیش رفت سے روشناس ہوتا رہے، جس سے وہ بہتر تدریسی مواد اور تکنیکی آلات کا استعمال کرتے ہوئے طلبہ کو بہتر طریقے سے تعلیم دے سکتا ہے۔

بلاشبہ، اساتذہ کی تربیت، ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں میں اضافہ کرتی ہے اور انھیں مزید موثر اور کارگر تدریسی حکمت عملی اپنانے میں مدد دیتی ہے۔ اس سے ان کی تدریسی استعداد اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے اور پیشہ ورانہ ترقی کے امکانات روشن ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں تربیتی پروگراموں میں شرکت کرنے سے اساتذہ کو یہ سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ طالب علموں کی مختلف ضروریات ہوتی ہیں۔ طالب علموں کا ماحول اور موروثی صلاحیتیں نیز خاندانی پس منظر بھی ان کے اکتساب اور آموزش پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بجا طور پر ہر طالب علم کی سیکھنے کی صلاحیت اور رفتار دیگر طالب علموں سے مختلف ہو سکتی ہے۔ برسرِ کار اساتذہ کی مسلسل تربیتی کارگاہوں میں شرکت، انھیں طلبہ کی انفرادی ضروریات کو سمجھنے اور ان کے مطابق تدریس کے طریقے اپنانے میں مدد دیتی ہے۔

اساتذہ کی تربیت اور ذہن سازی' اس بات کی ضامن ہے کہ وہ نظم وضبط کا پابند ہوگا اور کمرۂ جماعت میں مناسب تعلیمی واکتسابی ماحول' آموزگار اور اکتساب کنندہ طلبہ کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہوگا۔اسی طرح' تربیت سے اساتذہ میں تشخیص اور تجزیہ کی مہارتیں جلا پاتی ہیں۔اساتذہ کی تربیت انھیں طلبہ کی کارکردگی کو بہتر طریقے سے جانچنے اور اس کے مطابق تدریسی حکمت عملی اپنانے میں مدد دیتی ہے۔گزشتہ چند سال قبل' ڈاکٹر اے۔محی الدین باشاہ اور جناب محمد علی کے تعاون سے مجھے مرکزی حکومت کے ادارے سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگو یجس (CIIL) کے ذیلی ادارہ نیشنل ٹیسٹنگ سروس-انڈیا(NTS-India) کے ریجنل فیلڈ یونٹ کے اشتراک وتعاون سے شعبۂ اردو' گورنمنٹ ڈگری کالج،پلمنیر میں دو مرتبہ ضلع چتور کے اردو اساتذہ کے لیے ایک ایک ہفتہ کے دورانیہ پر مشتمل' کارگاہ' (ورکشاپ) منعقد کرنے کا موقعہ ملا۔کارگاہ میں اردو اساتذہ کے لیے جانچ' تعینِ قدر' سوال سازی' سوال نامہ کی تیاری' لسانی مہارتوں کے حصول کے علاوہ اردو زبان کی تدریس کے مختلف طریقوں پر مفیدِ مطلب پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا۔

تعلیمی میدان میں نئی اسکیموں اور نئی پالیسیوں کے نفاذ کے دوران' اساتذہ کے لیے رجحان سازی کے پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔ماضی قریب سے تعلیمی میدان میں مسلسل انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔تعلیمی تکنالوجی کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے۔نئی پود کے طلبہ وطالبات کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے جدید وسائل کو بروئے کار لایا جارہا ہے۔

برسرِکار اساتذہ کی صلاحیتوں کی جلا،ان کی تدریسی مہارتوں میں اضافے اور ان کی پیشہ ورانہ استعداد کے فروغ کے لیے مختلف تدریسی سطحوں پر اساتذہ کے لیے بہت سے پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔تربیتی کارگاہیں اور ورکشاپ کے انعقاد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔رجحان ساز تربیت اور مضمون میں مہارت کے کورسز کا انتظام کیا جارہا ہے۔اب ان پروگراموں سے خاطر خواہ استفادے کی شرح کیا ہے اور استفادہ کنندگان کی تعداد کتنی ہے، اعداد وشمار کے اعتبار سے تفصیلات اور تعداد(Quntitative Matrix) تو پیش کیے جاسکتے ہیں،لیکن اس کے حسبِ طلب' خاطر خواہ نتائج حاصل ہوئے اور اساتذہ کی تدریس پر ان کے اثرات کس حد تک مرتب ہوئے، اس کا اندازہ لگانے کے لیے تعینِ قدر کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔

اساتذہ کی مختلف تدریسی سطحوں اوراس کی نوعیت کے اعتبار سے کئی زمروں اور حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔تحتانوی و وسطانوی اساتذہ (پرائمری اوراپّر پرائمری)،فوقانی اساتذہ (ہائی اسکولی سطح اور ہائیر سیکنڈری رجونیر لیکچرار)، ڈگری کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے اساتذہ۔ یہاں سب سے پہلے اسکولی سطح پر برسرِ کار اساتذہ کی تربیت پر گفتگومناسب ہوگی۔

مرکزی حکومت کے کئی اداروں بشمول نیشنل کونسل فار ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (NCERT)، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (NIE) اور علاقائی تعلیم وتربیت کے مراکز، یعنی ریجنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (RIE) جو ملک کے پانچ شہروں میں قائم ہیں(اجمیر، بھوپال، بھونیشور،میسوراورشیلانگ) میں اساتذہ کی تعلیم وتربیت کااور مختصرمدتی کورسس کااہتمام کیا گیا ہے۔

اسکولی اساتذہ کے لیے مرکزی حکومت کے ادارہ' اردو ٹیچنگ اینڈ ریسرچ سینٹر(UTEC) لکھنؤ' اتر پردیش اورسولن' ہماچل پردیش کی جانب سے اردواساتذہ کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔اساتذہ کے لیے منعقد کیے جانے والے ان پروگراموں کی ایک شکل یہ ہے کہ اساتذہ تربیتی پروگرام میں لکھنؤ یا سولن' آن ڈیوٹی رخصت پر باضابطہ شرکت کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی بھی ریاست کے محکمۂ تعلیم کے رابطہ کرنے پر ان تربیتی اداروں' اردو ٹیچنگ اینڈ ریسرچ سینٹر (UTEC) کی جانب سے مطلوبہ ریاست کے مقام پرخودعملہ پہنچ کراساتذہ کے لیے پروگرام منعقد کرتا ہےاورتمام مصارف ان تربیتی اداروں کے ہوتے ہیں۔اردوٹیچنگ اینڈ ریسرچ سینٹر(UTEC' لکھنؤ اورسولن)' مرکزی ادارہ برائے ہندوستانی السنہ (سینٹرل انسٹی ٹیوٹ فار انڈین لینگویجس- CIIL، میسور) کے ماتحت کارکردہیں۔

برسرِ کاراردواساتذہ کی تربیت اوران کی پیشہ ورانہ استعداد کےفروغ کے لیےحکومتِ ہند کی جانب سے 2006 میں تین ادارے قائم کیے گئے۔علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی' علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ' نئی دہلی اورمولانا آزادنیشنل اردو یونی ورسٹی' حیدرآباد۔مولانا آزادنیشنل اردو یونی ورسٹی کے اس مرکز سے متعلق تفصیلی معلومات آگے آئیں گی۔ دیگردونوں اداروں کامختصر یوں ہے:

جامعہ ملیہ اسلامیہ' نئی دہلی میں ایک مستقل مرکز کی حیثیت سے ایک اکیڈمی قائم ہے،جس کا نام اکیڈمی آف پروفیشنل ڈیولپمنٹ آف اردومیڈیم ٹیچرس۔اس ادارے کا اہم مقصد'' خدمت میں

موجود اردو اساتذہ/ اردو میڈیم اساتذہ کی تدریسی صلاحیتوں اور کارکردگی کو بہتر بنانا اور اردو زبان کو فروغ دینا'' ہے۔ اردو اساتذہ کی تربیت کے اس ادارے کا مختصر تعارف درجِ ذیل ہے:

''حکومتِ ہند نے اردو زبان کے فروغ اور ملک میں اردو اور اردو میڈیم تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ایک اہم قدم اٹھایا۔ اس کے نتیجے میں یو جی سی نے اکتوبر 2006 میں اپنے خط نمبر 3-F.49 / 2004 (CU) کے ذریعے تین مراکز برائے پیشہ ورانہ ترقی اردو اساتذہ کے قیام کی منظوری دی۔ یہ مراکز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدرآباد میں قائم کیے گئے۔ ان مراکز کی ذمہ داریوں کو بھی متعین کیا گیا ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی میں قائم مرکز کی ذمہ داری دہلی، ہریانہ، پنجاب، راجستھان، ہماچل پردیش، جموں و کشمیر اور مدھیہ پردیش کے اردو میڈیم اسکولوں بشمول مدارس اور ان اسکولوں کی ہوگی جہاں اردو بطور پہلی، دوسری یا تیسری زبان پڑھائی جاتی ہے۔''

(حوالہ: https://jmi.ac.in/apdumt)

اکیڈمی آف پروفیشنل ڈیولپمنٹ آف اردو میڈیم ٹیچرس' جامعہ ملیہ کا عملہ یوں ہے: اعزازی ڈائرکٹر ڈاکٹر جسیم احمد ہیں۔ ڈاکٹر عبدالواحد (واحد نظیر) اور ڈاکٹر حنا آفرین اسسٹنٹ پروفیسر ہیں اور ڈاکٹر نوشاد عالم بحیثیت مترجم وابستہ ہیں۔ اس اکیڈمی کا ایک مجلّہ ''تدریس نامہ'' بھی شائع ہوتا ہے۔

اردو اکیڈمی، اردو اساتذہ کی ماہرانہ صلاحیت کے فروغ کا مرکز- علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی' علی گڑھ میں (مرکز برائے پیشہ ورانہ ترقی اردو اساتذہ) بھی 2006 میں قائم کیا گیا۔ ماضی میں اس ادارے کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے پروفیسر راحت ابرار، پروفیسر سید محمد ہاشم وابستہ رہے ہیں۔ اس وقت پروفیسر محمد قمر الہدیٰ فریدی' اس اداے کے ڈائرکٹر ہیں۔ ڈاکٹر محمد زبیر شاداب خان' ڈپٹی ڈائرکٹر اور اسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین اور ڈاکٹر مشتاق احمد (مشتاق صدف) اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

اردو اکیڈیمی، اردو اساتذہ کی ماہرانہ صلاحیت کے فروغ کا مرکز-علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ کا تعارف درجِ ذیل ہے:

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ میں قائم مرکز کی ذمہ داری اتر پردیش، اترا کھنڈ، بہار، مغربی بنگال اور اوڑیسہ میں اردو میڈیم اسکولوں بشمول مدارس اور ان اسکولوں کی ہوگی جہاں اردو بطور پہلی، دوسری اور تیسری زبان پڑھائی جاتی ہے۔

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی جانب سے "مرکز برائے پیشہ ورانہ ترقی اردو اساتذہ" کے قیام کا منصوبہ 8 اکتوبر 2006 کو پیش کیا گیا اور یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے خط نمبر F.49-3/2004(CU) مورخہ 30 اکتوبر 2006 کے ذریعے اس کی منظوری دی۔

یونی ورسٹی کی طرف سے پیش کردہ منصوبے میں یہ تصور کیا گیا ہے کہ "خدمت میں موجود اساتذہ کے لیے تعلیمی پروگرام منعقد کرنے کا مقصد اردو میڈیم اسکولوں کے تمام اساتذہ کو ان کے متعلقہ مضامین/ علاقوں میں پیشہ ورانہ طور پر بااختیار بنانا، ترجمے میں مہارت اور معاشرے اور طلبہ کی سمجھ بوجھ کو بڑھانا ہے۔"

اکیڈمی نے اکتوبر 2006 ہی میں اپنا کام شروع کیا۔

(حوالہ: https://www.amu.ac.in/academies/urdu-academy)

مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدرآباد کا قیام، حیدرآباد میں 1998 میں ہوا تو اس قومی جامعہ کا کردار اور دائرہ کار ملکی سطح پر اردو کے فروغ وارتقا اور ترویج واشاعت سے عبارت تھا۔ یونی ورسٹی میں سب سے پہلے تعلیم وتربیت کا ڈپلوما شروع کیا گیا۔ آج یونی ورسٹی میں تعلیم وتربیت کا شعبہ سب سے بڑا شعبہ ہے بلکہ باقاعدہ اسکول برائے تعلیم وتربیت کے تحت کئی شعبہ جات کارکرد ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی میں برسرِ کار اردو اساتذہ کی تعلیم وتربیت اور ان کی تدریسی مہارتوں میں اضافے

اوران کی استعداد کے پیشہ ورانہ فروغ کے لیے باضابطہ ایک مستقل ادارہ 2006 سے قائم ہے' جس کا نام ''مرکز برائے فروغِ استعدادِ اساتذۂ اردو ذریعۂ تعلیم''، یعنی سینٹر فار پروفیشنل ڈیولپمنٹ آف اردو میڈیم ٹیچرس (CPDUMT) ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے متوازی قائم کیے گئے اس مرکز کا دائرۂ کار' تلنگانہ' آندھرا پردیش' تامل ناڈو' کرناٹک' کیرلا اور مہاراشٹرا ہے۔ مہاراشٹرا اور کیرلا کے اردو اساتذہ اس سے زیادہ مستفید ہوئے ہیں۔ آندھرا پردیش کے اساتذہ کو اس مرکز سے مزید استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ادارہ کا تعارف درجِ ذیل ہے جو یونی ورسٹی کی ویب سائٹ سے ماخوذ ہے:

> ''مرکز برائے پیشہ ورانہ فروغ اردو میڈیم اساتذہ (CPDUMT) اکتوبر 2006 میں قائم کیا گیا تھا تا کہ اردو زبان کے زیرِ ملازمت اساتذہ، اردو میڈیم اسکولوں اور مدارس کے اساتذہ کو اس قابل بنایا جاسکے کہ وہ موثر تدریس کے فن کو اور فن تدریس میں جدید پیش رفت سے واقف ہوسکیں۔ مرکز نے اب تک ملک بھر میں باسٹھ (62) مختصر مدتی تربیتی پروگراموں کا انعقاد کیا ہے، جس میں پرائمری، اپر پرائمری، سیکنڈری اور سینئر سیکنڈری اسکول اساتذہ اور مدرسہ اساتذہ کے لیے تربیتی پروگرامز کا انعقاد کیا گیا ہے۔ سی پی ڈی یو ایم ٹی نے چھ ریاستوں کے تیس (30) سے زیادہ شہروں میں اِن سروس تربیتی پروگرام منعقد کیے ہیں۔ ریاست تلنگانہ کے حیدرآباد، کریم نگر، محبوب نگر، نظام آباد اور ورنگل میں' ریاست مہاراشٹر کے اورنگ آباد، اکولہ، امراوتی، اکلکوا، بیڑ، ممبئی، ناندیڑ' پربھنی میں' ریاست کرناٹک کے بیدر، ہبلی اور رائچور میں، ریاست کیرلہ کے کالی کٹ، کرانھور، کنور، کاسارکوڈ، کولم' مالاپورم، پالکاڈ، تروانت پورم، تھرسور، کالی پٹا (وایاناڈ) میں اور ساتھ ہی اوڈیشہ کے کٹک اور آندھرا پردیش

کے کڈپہ میں بھی تربیتی پروگرام منعقد کیے گئے ہیں۔مجموعی طور پر،
سیکڑوں اسکولوں اور مدرسوں کے تین ہزار ایک سو ایک
(3101)اساتذہ نے سی پی ڈی یوایم ٹی سے فائدہ اٹھایا ہے۔''

واضح رہے کہ درجِ بالا اعداد وشمار ویب سائٹ پر کئی سال قبل پیش کیے گئے تھے۔اب اس تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہوگا۔مورخہ 6 جولائی 2020 کو میرے نام سی پی ڈی یوایم ٹی کے ڈائرکٹر کا جوابی میل مجھے موصول ہوا تھا اس کے مطابق اسی وقت اس سینٹر سے استفادہ کنندگان کی تعداد تین ہزار سے متجاوز تھی۔

مرکز برائے پیشہ ورانہ فروغ اردو میڈیم اساتذہ مانو کے مقاصد ویب سائب پر یوں مندرج ہیں:

مرکز کے مقاصد: مرکز کا بنیادی مقصد اردو میڈیم اسکولوں اور مدرسوں کے اردو اساتذہ اور دیگر اساتذہ کی تربیت کرنا ہے:

1۔اپنے پیشہ میں تعلیمی اقدار کو سمجھنا اور پیشے سے وابستہ جذبہ اور صلاحیتوں کی جانب مائل ہونا۔

2۔تعلیم کے بطور انسانی سرمائے اور انسانی وسائل کی ترقی میں اس کے کردار کے بارے میں شعور اجاگر کرنا۔

3۔سست سیکھنے والے ایسے طلبہ کی نشاندہی کرنا جنھیں ریمیڈیل تدریس کی ضرورت ہے اور کلاس روم کی دشواریوں کی تشخیص کرنے اور رہنمائی فراہم کرنے کی تکنیکوں کو سمجھنا۔

4۔اساتذہ کے کثیر الجہتی کردار کا ادراک کرنا۔

5۔ایک موثر استاد بننے کے عمل کو سمجھنا۔

6۔اردو زبان میں بات چیت کی مہارت کو فروغ دینا۔

7۔اردو زبان کی بہتری اور ترقی کے لیے کوششیں کرنا۔

8۔ اردو میڈیم اسکولوں میں پڑھائے جانے والے مختلف مضامین میں مشکل تصورات کو سمجھنا۔

9۔ان پیشہ ورانہ وابستگیوں کو قبول کرنے کے لیے مثبت رویہ تیار کرنا جو استاد کو معاشرے میں مقبول بناتے ہیں۔

10۔ بچے کو معاشرے کا ایک مفید رکن بننے کے لیے مطلوبہ پیشہ ورانہ قابلیت کو فروغ دینا تاکہ اس کی ہمہ جہت ترقی ہو سکے۔

11۔تدریسی پیشے میں جوش وجذبہ پیدا کرنا۔

12۔تدریسی واکتسابی عمل میں ابھرتی ہوئی ٹکنالوجی کی طرف صحیح نقطہ نظر اور رویہ کو فروغ دینا۔

13۔اردو میڈیم اسکول اساتذہ/ مدرسہ اساتذہ میں گھنٹی اور پیسہ کی روایتی سوچ میں تبدیلی لانا اور طمانیت روزگار کے تئیں مثبت سوچ کو فروغ دینا۔

14۔اساتذہ کو تدریسی اور تعلیمی نفسیات کے میدان میں تازہ ترین پیشرفتوں اور اختراعات سے واقف رکھنا۔

15۔اردو میڈیم تدریسی طبقہ، ماہرین تعلیم اور دانشوروں کو یکجا لانے کے لیے کاوشیں کرنا تاکہ اردو میڈیم تعلیم میں آنے والی دشواریوں کو حل کیا جائے۔

(بحوالہ:

(https://manuu.edu.in/ur/University/Centre/CPDUMT/Profile

مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی کے اس سینٹر کے ڈائرکٹر پروفیسر محمد عبدالسمیع صدیقی ہیں۔ ڈاکٹر مصباح الانظر اور ڈاکٹر محمد اکبر دونوں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں اور ڈاکٹر افروز ظہیر بھی اسی سینٹر سے وابستہ ہیں۔ یہ تمام اساتذہ اردو سے کماحقہٗ واقفیت کے ساتھ' شعبۂ تعلیم وتربیت کے مختلف میدانوں میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔

اس سینٹر کی جانب سے اساتذہ اور لیکچرارس کے لیے گزشتہ چند سال سے مسلسل آن لائن پروگرام منعقد کیے جا رہے ہیں۔ڈائریکٹر' پروفیسر محمد عبدالسمیع صدیقی اور ان کے رفقا نے قرآن

فاؤنڈیشن، حیدرآباد، جس کے صدرنشین پروفیسر علیم اشرف جائسی ہیں، کے اشتراک سے آن لائن پروگراموں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ ایسے اہم اور مفید موضوعات پر یہ آن لائن ورکشاپ منعقد کیے گئے جن سے اسکولوں، مدرسوں اور کالجوں کے اساتذہ نے کثیر تعداد میں استفادہ کیا۔ یہ آن لائن پروگرام نہایت عمدگی کے ساتھ، گوگل میٹ پر یا پھر براہ راست یوٹیوب پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اساتذہ کے تدریسی اوقات کو ملحوظ رکھ کر ان پروگراموں کے اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ سی پی ڈی یو ایم ٹی کا ایک ٹیلی گرام چینل ہے، جس پر پابندی کے ساتھ اطلاعات کی ترسیل ہوتی ہے۔

ماضی قریب میں، خود میں نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدرآباد کے مرکز برائے فروغِ استعدادِ اساتذۂ اردو ذریعہ تعلیم کے جن آن لائن پروگراموں میں شرکت کی، ان کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

1۔ 13 تا 18 جولائی 2020 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ - ای لرننگ

2۔ 16 تا 17 ستمبر 2020 دو روزہ ویبینار - نیشنل ایجوکیشنل پالیسی (NEP-2020)

3۔ 22 تا 26 اپریل 2023 پانچ روزہ ورکشاپ - تعلیم اور کاروبار (ایجوکیشن اینڈ انٹرپرینیور شپ)

4۔ 06 تا 10 مئی 2023 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ - نصاب میں زبان (لینگویج اکراس کریکلم)

5۔ 17 تا 21 جولائی 2023 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ - اساتذہ کے لیے درسی تحریریں (اکیڈمک رائٹنگ فار ٹیچرس)

6۔ 22 تا 26 جولائی 2023 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ - ذہنی صحت اور جذباتی ذہانت (مینٹل ہیلتھ اینڈ ایموشنل انٹیلی جنس)

7۔ 28 اگست تا یکم ستمبر 2023 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ - تعلیم برائے پائیدار ترقی (ایجوکیشن فار سسٹینیبل ڈیولپمنٹ)

8۔ 09 تا 21 اکتوبر 2023 دو ہفتوں کا فیکلٹی ڈیولپمنٹ پروگرام - اعلیٰ طریقہ ہائے تدریس (ایڈوانس پیڈاگوگی)

9۔ 16 تا20اکتوبر2023 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ-مصنوعی ذہانت اور تعلیم (اے آئی اینڈ ایجوکیشن)

10۔ 20 تا24نومبر2023 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ -ثقافتی طور پر ذمہ دار طریقہ تدریس (کلچرلی ریسپانیسو پیڈاگوگی)

11۔ 12 تا16فروری2024 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ- اساتذہ کے لیے اکیسویں صدی کی مہارتیں (ٹونٹی فرسٹ سینچری اسکلس)

12۔ 04 تا08مارچ2024 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ -متبادل جانچ (آلٹرنیٹ اسسمنٹ)

13۔ 05 تا09اگست2024 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ-قابلیت پر مبنی تعلیم (کامپی ٹنسی بیسڈ ایجوکیشن)

14۔ 09 تا13 ستمبر2024 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ-طالب علم کو سمجھنا (انڈرسٹینڈ نگ دی لیرنرس)

15۔ 07 تا11اکتوبر2024 پانچ روزہ آن لائن ورکشاپ -طلبہ کی مشغولیت (اسٹوڈنٹس انگیجمنٹ)

مذکورہ بالا پروگرام صرف آن لائن منعقد کیے گئے تھے، جن میں میں نے شرکت کی تھی۔اس کے علاوہ بھی کئی پروگرام منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔اکثر و بیشتر آف لائن پروگرام اسکولوں کے اساتذہ کے لیے نہ صرف حیدرآباد بلکہ کیرلا اور مہاراشٹرا میں مسلسل منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔

آندھرا پردیش میں اسکولوں کے اساتذہ کے لیے تربیتی پروگرام مسلسل منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔آندھرا پردیش کا محکمۂ اسکولی تعلیم متحرک اور فعال ہے۔ان تربیتی پروگراموں میں اساتذہ کی شرکت اور حاضری لازمی قرار دی جاتی ہے۔اساتذہ کی شرکت میں رضا و رغبت کم اور جبر و اکراہ کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔اس کی بدیہی وجہ یہ ہے کہ ان تربیتی پروگراموں میں شرکت اور استفادے پر انھیں کوئی مالی منفعت، مادی فوائد اور پیشہ ورانہ ترقی کا کوئی نظم نہیں ہے۔حکومت کی تعلیمی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے سرکاری اسکولوں کے اساتذہ کو تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ریاستی حکومت، مرکزی حکومت، بین الاقوامی

اداروں اور دیگر ایجنسیوں کے ذریعے ماضی میں متعدد تربیتی پروگرام منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔ یہاں میں، اپنی محدود معلومات کے مطابق چند اہم تربیتی پروگراموں کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

آندھرا پردیش پرائمری ایجوکیشن پروجیکٹ (APEP)، ڈسٹرکٹ پرائمری ایجوکیشن پروجیکٹ (DPEP)، کوالیٹی/کوِک اپرومنٹ پروگرام (QIP) اور لرننگ اینہیانسمنٹ پروگرام (LEP)، اساتذہ کی صلاحیتوں میں اضافہ کے لیے خود اکتسابی کورس دیکشھا (DIKSHA)، نیشٹھا، نیشنل انیشیٹیو فار اسکول ہیڈس اینڈ ٹیچرس ہالیسٹیک ایڈوانسمنٹ (NISHTHA)، بچوں کی لسانی صلاحیتوں کے لیے، چلڈرن لینگویج امپرومنٹ پروگرام (CLIP)، بچوں کی اکتسابی رفتار میں پائیدار اضافے کے لیے، چلڈرن لرننگ ایکسیلیریشن پروگرام فار سسٹینی بلٹی (CLAP)، اکتساب میں اضافہ کے لیے، لرننگ اینہیانس منٹ پروگرام (LEP)، تدریسی مقاصد کے بازتعین اور تدریسی مقاصد کی حصول یابی کے لیے، لرننگ امپلی منٹیشن پروگرام (LIP)، شواہد پر مبنی پروگرام (ایویڈنس بیسڈ پروگرام)، لنڈا موڈبل کے ذریعے تربیتی پروگرام بنام، لنڈا موڈ فونیم سیکوینسینگ (LiPS)، تجزیہ طلب اساتذہ کی تربیت، ٹیچر ٹریننگ نیڈ بیسڈ (TNA) کی جانب سے سالٹ پروجیکٹ (SALT) کے تحت حسبِ ضرورت اساتذہ کی تربیت، تدریسی مقاصد کی مطلوبہ حصولیابی کے اہداف کے حصول کے لیے تربیتی پروگرام، تحتانوی کلاسوں کے بچوں کے لیے، پرتھم فاؤنڈیشن کی جانب سے تیار کردہ مناسب و موزوں سطح پر تدریس کا تربیتی پروگرام، ٹیچنگ ایٹ رائیٹ لیول (TaRL)، تدریسی آلات کے استعمال کی جانچ سے متعلق مشاہدہ کاروں کے لیے تربیتی پروگرام، ٹیچ ٹول ٹریننگ پروگرام، قومی محرکہ برائے مہارت، پڑھنے، لکھنے، سمجھنے اور فہمِ اعداد کے لیے قومی تعلیمی پالیسی-2020 کے تحت نیشنل انیشیٹیو فار پروفیشی اینسی اِن ریڈنگ وتھ انڈرسٹینڈنگ اینڈ نیومیرسی (NIPUM Bharat)، نیشنل مشن آن فاؤنڈیشنل لٹریسی اینڈ نیومیرسی (FLN)، فاؤنڈیشنل لرننگ اسٹڈی (FLS)- دیکشھا کے تحت، اس تربیت میں اساتذہ کے ساتھ بچوں کے والدین کو بھی شامل کیا گیا تاکہ وہ اسکول کی تعطیلات کے دوران بھی بچوں کو پڑھنے پر راغب کریں اور ان کی نگرانی کریں۔ آندھرا پردیش کے محکمۂ اسکولی تعلیم، سروا سکشھا ابھیان کے تحت، ودیا پرویش کے نام سے اساتذہ کے لیے آن لائن تربیتی پروگرام بھی منعقد کیے گئے۔

آندھرا پردیش میں محکمۂ اسکولی تعلیم، ایس سی ای آر ٹی (SCERT)، این سی ای آر ٹی (NCERT)، راجیو ودیا مشن (RVM) / سروا سکشھا ابھیان (SSA)، سمگرا سکشھا، مرکزی حکومت کے این سی ای آر ٹی (NCERT) اور کئی سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں اور اداروں کی جانب سے اساتذہ کے لیے مسلسل تربیتی پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ان پروگراموں میں چند مفید اور کارآمد ہوتے ہیں تو کئی پروگرام غیر متعلقہ اور مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں صرف آن لائن ٹریننگ پروگرام ہی منعقد کیے جا رہے ہیں۔ چند دن قبل، اردو اساتذہ کے لیے منڈل کی سطح پر ایم آر سی (MRC) بھی ختم کر دیے جانے کی اطلاع موصول ہوئی۔ اساتذہ کے لیے منعقد کیے جانے والے ان تمام پروگراموں کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ٹریننگ پروگراموں کا مقصد اساتذہ کی تربیت اور ذہن سازی نہیں بلکہ تضیع اوقات ہے۔ چند ایک مفیدِ مطلب، فائدہ مند اور کامیاب و مؤثر پروگرام کافی ہیں کیوں کہ اساتذہ عملی طور پر اپنے میدان میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور زمینی حقائق اور حقیقی صورت حال سے کماحقہٗ واقفیت رکھتے ہیں۔ بے شمار اور لاتعداد تربیتی پروگراموں کی وجہ سے حوصلہ بخش فوائد اور خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہو رہے ہیں بلکہ اساتذہ کی حالت یوں ہو گئی ہے کہ شد پریشان خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا۔

ریاستی افسر محکمۂ تعلیم (ڈائریکٹر، ریاستی کونسل برائے تعلیم، تحقیق اور تربیت SCERT) کی جانب سے ضلعی سلیکشن کمیٹی کے ذریعے منتخب ہونے والے ثانوی درجے کے اساتذہ (سکنڈری گریڈ ٹیچرس) کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔ ماضی قریب میں ڈائریکٹر ایس سی ای آر ٹی کی جانب سے جاری احکامات بموجب:

Rc.No.820/B/C&T/SCERT/2015 مؤرخہ: 7/اپریل 2016

کے مطابق یہ لازم قرار دیا گیا کہ سکنڈری گریڈ اساتذہ کے معاملے میں، صرف ایک قسم کی تربیت ہوگی، یعنی زبان، ریاضی، سائنس اور ہم نصابی سرگرمیوں، جیسے صحت اور جسمانی تعلیم، فن اور ثقافتی تعلیم، اقدار کی تعلیم اور زندگی کی مہارتوں، کام اور کمپیوٹر تعلیم، پیشہ ورانہ مہارتیں، انگریزی میں مواصلات (کمیونی کیشن)، تدریسی پیشے کے لیے مثبت رویہ اور اساتذہ میں جواب دہی پیدا کرنے کی تربیت دی جائے گی۔ البتہ زبان کے پنڈتوں کے معاملے میں تربیت مختلف زبان کے اجزا کی تدریس کے ساتھ

پیشہ ورانہ مہارتیں، انگریزی میں مواصلات، تدریسی پیشے کے لیے مثبت رویہ اور اساتذہ میں جواب دہی پیدا کرنے پر زور دیا جائے گا۔ قابلِ ذکر یہ کہ مؤخرالذکر یعنی' اردو پنڈت اور اردو منشی کی جائیدادیں اب برقرار نہیں رہیں بلکہ انھیں اسکول اسسٹنٹ بنا دیا گیا ہے۔

اس تربیتی پروگرام کو دو سطحوں پر تقسیم کیا گیا۔ ریاستی ریسورس گروپ اور ضلعی سطح پر تربیت دینے والے SRGs اور DRGs، اور ان تربیتی پروگراموں میں اچھے مواصلاتی مہارتوں کے ساتھ مضمون پر مضبوط گرفت والوں کا انتخاب کیا گیا۔ اس انتخاب کی ذمہ داری ضلعی افسر محکمۂ تعلیم (DEO) اور ضلعی ادارہ برائے تعلیم و تربیت (DIET) کے پرنسپل کو سونپی گئی۔ اساتذہ سے توقع کی گئی تھی کہ وہ کمرۂ جماعت (کلاس روم) میں تدریسی حکمت عملیوں میں جدت کا نفاذ کریں۔ تدریسی مواد TLM میلہ میں شرکت کیا کریں۔ تدریسی پیشے کے لیے عزم اور جوابدہی کا جذبۂ صادق رکھتے ہوں۔

اسی طرح مرکزی حکومت کے تعاون سے راشٹریہ مادھیمیک شکشھا ابھیان (RMSA) سمگرا شکشھا' کے تحت کمشنر آف اسکول ایجوکیشن کے احکامات مجریہ نمبر:

Rc.No.778/RSMA/APMS/2016-1 مؤرخہ: 27 اپریل 2017

کے مطابق برسرِ کار اساتذہ کے لیے ایک تربیتی پروگرام گرمائی تعطیلات میں منعقد کیا گیا۔

مجموعی طور پر ریاستی کونسل برائے تعلیمی تحقیق اور تربیت (SCERT-AP) کے تحت ریاستی سطح پر اور اسی کی نگرانی میں ضلعی سطح پر ڈائیٹ کے تربیت دینے والوں کو واضح تربیتی اہداف اور متعینہ مقاصد کے لیے عمدہ تربیتی پروگرام منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔

جونیر کالجوں کے اساتذہ (جونیر لیکچرارس) کے لیے مختلف مواقع پر اورینٹیشن پروگرام منعقد کیے گئے۔ امتحانات میں شفافیت' جانچ اور تعینِ قدر کے لیے اساتذہ کو تربیت دی گئی۔ عام طور پر نصابی کتابوں کی تبدیلی کے بعد' نئے نصاب سے روشناسی اور نئے نصاب کی تدریس کے لیے تربیت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ماضی قریب میں جونیئر کالجوں کے اساتذہ سے استفسار کیا گیا تھا کہ آیا وہ تربیتی پروگراموں میں شرکت کے خواہاں ہیں یا نہیں؟ قابلِ ذکر یہ ہے کہ آندھرا پردیش کے جونیر کالجوں کے اساتذہ کے سلسلے میں گزشتہ چند سالوں سے تربیتی پروگراموں کا نظم نہیں کیا گیا ہے' جب کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن میں ایک شاخ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت' (ERTW) موجود ہوا کرتی تھی۔

ڈگری کالج اور یونی ورسٹی کے اساتذہ کے لیے پیشہ ورانہ استعداد کے فروغ کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔1986 میں جب تعلیمی پالیسی NPE قومی پالیسی برائے تعلیم' نافذ کی گئی تھی تو اس کے تحت اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کے لیے ملک کی اہم اور نمائندہ یونی ورسٹیوں میں یو.جی سی-اکیڈمک اسٹاف کالج قائم کیے گئے ۔ چند سال قبل' ملک بھر میں اکیڈمک اسٹاف کالجوں کی تعداد 66 تھی' جو ملک کی مرکزی اور نمائندہ یونی ورسٹیوں میں قائم کیے گئے تھے۔2015ء سے ان یو جی سی - اکیڈمک اسٹاف کالجوں (UGC-ASC) کا نام تبدیل کر کے انھیں یو جی سی - ہیومن ریسورس ڈیولپمنٹ سینٹرس (UGC-HRDC) کہا جانے لگا۔سال گزشتہ' 5 ستمبر 2023 کو وزیر اعظم نے قومی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے تحت' پنڈت مدن موہن مالویہ کے نام سے موسوم ٹیچر ٹریننگ مشن کے آغاز کا اعلان کیا۔12 ستمبر 2023 کو یو جی سی کی جانب سے جاری کردہ ایک مکتوب کی رو سے ہیومن ڈیولپمنٹ سینٹرس کے نام کو مالویہ مشن ٹیچر ٹریننگ سینٹر کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔سابق میں موجود تربیتی مراکز میں چند اور اداروں کا اضافہ کر کے مدن موہن مالویہ ٹیچر ٹریننگ پروگرام کو یو جی سی کی ویب سائٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ تفصیلات اس ربط پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں : (https://mmc.ugc.ac.in/)۔ان اداروں کی جانب سے آن لائن (ورچوئل موڈ) اور آف لائن (فزیکل موڈ) میں ٹریننگ دی جاتی ہے۔ان اداروں میں ذہن سازی کے کورسس اور مضمون وار تربیتی پروگرام (اورینٹیشن پروگرام OP اور سبجیکٹ ریفریشر کورس SRC) منعقد کیے جاتے ہیں۔عام طور پر تعلیمی سال کے آغاز میں ملک کی تمام یونی ورسٹیوں کے تربیتی ادارے اپنا شیڈول جاری کر دیتے ہیں تا کہ شریک ہونے والے اساتذہ اپنی سہولت کے لحاظ سے شرکت کر سکیں۔ان تمام اداروں کے تحت سال بھر' شیڈول کے مطابق' ذہن سازی کے پروگرام' اورینٹیشن پروگرام' انڈکشن پروگرام (گرو دکشھتا)' سبجیکٹ ریفریشر کورس' بین شعبہ جاتی اور ہمہ شعبہ جاتی (انٹر ڈسپلینری اور ملٹی ڈسپلینری - ID&MD) ریفریشر کورس، فیکلٹی ڈیولپمنٹ کورس' شارٹ ٹرم پروگرام اور ویبینار وغیرہ منعقد کیے جاتے رہتے ہیں۔گزشتہ سال سے کالجوں اور یونی ورسٹی کے اساتذہ کے لیے قومی تعلیمی پالیسی پر ایک ذہن سازی کا کورس NEP Orientation & Sensitaization کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

مرکزی حکومت کی جانب سے ایک مرکزی ادارہ' جسے یونی ورسٹی کا درجہ بھی دیا گیا ہے، قومی

ادارہ برائے تعلیمی منصوبہ بندی اور نظم ونسق، نئی دہلی میں قائم کیا گیا ہے، اس کا نام نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ ایڈمنسٹریشن، (NIEPA) ہے۔ اس ادارہ کی جانب سے بھی کئی پروگرام آن لائن اور آف لائن منعقد کیے جاتے ہیں۔

سوائم پورٹل جو خود اکتسابی کا ایک مستقل پلیٹ فارم ہے، نیز سوائم پربھا بھی ایک پلیٹ فارم ہے۔ سوائم (SWAYAM) دراصل سنسکرت لفظ خودی کا مترادف ہے اور یہ مخفف ہے

Study Webs of Active Learning for Young Aspiring Minds۔

یہ ایک مستقل پلیٹ فارم ہے جو محکمۂ تعلیم سے وابستہ تمام افراد کے لیے کسی بھی طرح نیا نہیں ہے۔ اس پر کئی ادارے موجود ہیں۔ سوائم طلبہ اور اساتذہ دونوں کے لیے مختلف مضامین اور آن لائن کورسز پر مشتمل ہے۔ سوائم پر تقریباً تیرہ ہزار سے زائد کورس موجود ہیں اور ساڑھے چار کروڑ سے زائد افراد رجسٹر کر چکے ہیں۔ سوائم پر ملک کے کئی موقر ادارے موجود ہیں جو اس پلیٹ فارم پر اپنے کورس پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر یو جی سی، اندرا گاندھی اوپن یونی ورسٹی (IGNOU)، آل انڈیا کونسل فار ایجوکیشن (A I C T E)، نیشنل انسی ٹیوٹ آف ٹیکنیکل ٹیچرس ٹریننگ اینڈ ریسرچ، چینائی (NITTTR)، نیشنل پروگرام آن ٹیکنالوجی اینہیانسڈ لرننگ (NPTEL)، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ (NIOS)، این سی ای آر ٹی (NCERT)، کنسورٹیم فار ایجوکیشنل کمیونی کیشنز (CEC)، آئی آئی ایم، بنگلور (IIM) وغیرہ سوائم پر اپنے کورسز آفر کرتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ سوائم کے اس پلیٹ فارم پر اردو کے کئی کورس طلبہ واساتذہ کے لیے موجود ہیں۔ علاوہ ازیں، آئی آئی ٹی بمبئی (IIT) کے اسپوکن ٹیٹوری ایلس پر بھی اردو کے کئی کورس موجود ہیں۔

سوائم پر گزشتہ چند سالوں میں اردو میں ریفریشر کورسز بھی پیش کیے گئے تھے۔ سوائم پلیٹ فارم پر اینیول ریفریشر پرگرام اِن ٹیچنگ، آرپیٹ، (ARPIT) کے ذریعے اردو ریفریشر کورس کے لیے ملکی سطح پر نوڈل ریسورس سینٹر کی حیثیت سے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کا انتخاب کیا گیا تھا۔ تین مرتبہ اردو ریفریشر کورس میں خود میں بھی شامل رہا تھا۔ پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی، پروفیسر مولا بخش اسیر انصاری مرحوم اور پھر پروفیسر راشد انور راشد مرحوم اس کے ذمہ دار اور نگرانِ کار رہے۔

اردو زبان وادب اور اردو تدریس سے متعلق سوائم پر کئی کورس موجود ہیں۔ اردو کے طلبہ کے

لیے اردو ادب اور شاعری پر کئی کورس موجود ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی میں طلبہ کے لیے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ کم از کم ایک آن لائن کورس (میاسیو اوپن آن لائن کورس-MOOC) مکمل کریں تاکہ اس کے کریڈٹ ان کی سرٹیفکیٹ میں شامل کردیے جائیں گے۔

اعلیٰ تعلیم کے محکمہ میں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں تدریس سے وابستہ برسرِ کار اساتذہ کے لیے جس طرح ان پیشہ ورانہ استعداد اور صلاحیتوں کے فروغ کے لیے کورسس کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور خاص طور پر منصبی ترقی کے لیے اور پروموشن کے لیے ان تربیتی پروگراموں کو لازم کیا گیا ہے، اسی طرح اگر اساتذہ کو بھی ان تربیتی پروگراموں کی تکمیل پر مالی منفعت اور ترقی کو مشروط کردیا جائے تو بہت سے اساتذہ ان تربیتی پروگراموں سے مستفید ہو سکتے ہیں اور اپنی تدریسی سرگرمیوں میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

Dr. Syed Vasiulla Bakhtiary
Associate Professor, Department of Urdu
Govt. College for Men (Autonomous), Kadapa



اردو طلبہ میں ادبی ذوق: اساتذہ کا کردار

ڈاکٹر شیخ فاروق باشا

لکچرار شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج، نندیال

جدید دور سائنس اور ٹکنالوجی کا دور ہے۔اس دور میں ذرائع ابلاغ اور ترسیل کی صورتیں بدل چکی ہیں۔عوامی ذرائع ابلاغ روز افزوں ترقی پذیر ہیں۔اساتذہ اور طلبہ کا رشتہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔بچوں اور بڑوں دونوں کا کاغذ سے رشتہ منقطع ہو رہا ہے۔موبائل فون اور سوشل میڈیا کے زمانے میں کمرۂ جماعت کے اکتساب سے طلبہ متنفر ہوتے جارہے ہیں۔موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعے سیکھنے اور سکھانے کا رجحان تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔کتابوں کا مطالعہ قصۂ پارینہ بن چکا ہے۔کئی ایک ادبی جرائد اور رسائل اپنے قارئین کی راہ تکتے تکتے ہمیشہ کے لیے ماضی کی داستان بن چکے ہیں۔ناولوں اور افسانوں کے مطالعے سے نئی نسل بیزار ہو چکی ہے۔ایسے میں طلبہ میں ادبی ذوق اور شوق پیدا کرنا نہایت مشکل امر ضرور ہے مگر نئی نسل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہم ان کے اندر ادبی ذوق پیدا کر سکتے ہیں۔ہم اساتذہ ایک ایسی حکمت عملی تیار کریں جس کے ذریعے پرائمری، ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ میں اردو کا ادبی ذوق پروان چڑھ سکے۔یہاں چند ایک گزارشات پیش کیے جاتے ہیں۔

طلبہ کو ادب پڑھانے کے لیے اور ان میں ادبی ذوق پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ طلبہ کے لیے ایسا ادب لکھا جائے جو ان کی ضرورتوں کو پورا کرے۔اس وقت ہم طلبہ کو وہ ادب پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں جو ان کی ذہنی سطح سے یا تو بہت اعلیٰ ہے یا ادنیٰ۔اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ کی عمر اور ان کی ذہنی سطح کو دھیان میں رکھتے ہوئے پہلے وہ ادب تخلیق کریں جو موجودہ نسل کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہو۔

طلبہ میں ادب کا ذوق پیدا کرنے اور ان کی ذہنی نشو ونما کے لیے ضروری ہے کہ اسکولوں میں چھوٹی چھوٹی ادبی محفلوں کا انعقاد کیا جائے۔درسی کتب سے ہٹ کر کلاسیکل لٹریچر کی کہانیاں، نظمیں یا غزلیں طلبہ سے پڑھوائی جائیں اور ان کی تشریح بھی کی جائے۔ساتھ ہی بچوں کے لیے خاص طور پر لکھی

گئی کہانیوں کا ایک خصوصی اجلاس ہر ہفتے منعقد کیا جائے جس سے طلبہ میں کہانی پڑھنے اور اسے سمجھنے کا ذوق پیدا ہوگا۔ یہی کام شاعری کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے۔

طلبہ میں ادبی ذوق پیدا کرنے کے لیے اسکول کی لائبریری نہایت کارآمد آلۂ کار ہے جس کے ذریعے طلبہ میں مطالعے کی عادت ڈالی جائے تو وہ مطالعے کی طرف راغب ہو سکتے ہیں۔ صدر مدرس کو چاہیے کہ وہ اسکول کی لائبریری کو بہتر طور پر آراستہ کرائے اور طلبہ کے ذوق و شوق کا خیال رکھے۔ اس کے علاوہ بچوں میں ابتدائی عمر سے ہی کہانیاں پڑھنے کی عادت ڈالی جائے، بچوں کو ہمارے ادبی سرمایہ سے متعارف کرایا جائے، طلبہ کے مابین مضمون نویسی اور کہانی نویسی کا مقابلہ کرایا جائے اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کہانیوں اور مضامین کو اخبارات میں شائع کیا جائے یا پھر اسکول کے وال میگزین پر چسپاں کیا جائے تا کہ دیگر طلبہ بھی اس جانب راغب ہو سکیں۔

کسی بھی انسان میں اچھی عادتیں پروان چڑھانے کا صحیح وقت بچپن ہی ہوتا ہے۔ دادی اور نانی سے کہانیاں سننا ماضی قریب میں بچوں کا معمول تھا جس سے ان میں کہانیوں کے تئیں شوق پیدا ہوتا تھا، پھر جب یہ بچے اسکول یا مدرسہ جاتے تو اپنے شوق کی تکمیل کے لیے کتابوں کی طرف راغب ہوتے اور یہ بنیادی شوق انھیں رفتہ رفتہ ادب کی دیگر اصناف سے روشناس کراتا، مگر آج کے دور میں جانے انجانے میں یہ رسم گھروں سے اُٹھ گئی ہے۔ اب اس کی جگہ موبائل نے لے لی ہے۔ موبائل ہی کے ذریعے اس بات کی کوشش کی جائے کہ بچے کہانیاں سنیں اور دیکھیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اسکولوں کے خالی گھنٹوں میں طلبہ کو خاموش بٹھائے رکھنے پر زور دینے کے بجائے انھیں کہانیاں سنانے یا پڑھنے کی طرف راغب کریں۔

دلچسپ ادبی مواد کی فراہمی: طلبہ کے لیے دلچسپ اور موزوں ادبی مواد فراہم کرنا بہت ضروری ہے۔ اس میں کہانیاں، نظمیں، افسانے، اور مزاحیہ ادب شامل ہوسکتا ہے جو ان کی عمر اور دلچسپی کے مطابق ہو۔ ابتدائی سطح پر آسان اور مختصر کہانیاں پڑھنے سے ان کا ادب کی طرف رجحان بڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اساتذہ کو چاہیے کہ وہ کمرۂ جماعت میں اردو ادب کی خوب صورتی، اس کی گہرائی اور اس کے تاریخی اور ثقافتی پس منظر کو طلبہ کے سامنے پیش کریں۔ انھیں یہ بتائیں کہ اردو ادب صرف کتابی علم نہیں بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کا عکس بھی ہے اور ایک حسین تہذیب کا گہوارہ بھی۔

مشاعروں اور ادبی تقریبات کا انعقاد: اسکول یا کالج میں مشاعروں، ادبی تقریبات اور کتابوں کی نمائش کا انعقاد بھی ایک بہترین طریقہ ہے۔ طلبہ کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنی تحریریں یا پسندیدہ نظمیں سنائیں۔ اس سے ان میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اور ادب کے ساتھ جذباتی تعلق بڑھے گا۔

ادبی شخصیات سے ملاقات: اگر ممکن ہو تو معروف ادبی شخصیات، مصنفین یا شاعروں کو اسکول یا کالج میں مدعو کیا جائے تاکہ وہ طلبہ سے ملاقات کریں اور اپنے تجربات اور ادب کی اہمیت پر بات کریں۔ اس سے طلبہ کو ادب کی حقیقی زندگی میں اہمیت اور کردار کے بارے میں آگاہی ملے گی۔

ادبی کتب کا تعارف اور مطالعہ: طلبہ کو اردو کی مشہور ادبی کتب جیسے "اردو کے افسانے"، "غالب کی شاعری" کے بارے میں آگاہ کریں اور ان کتب کے کچھ حصے پڑھنے کی ترغیب دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کتابوں پر تبصرے اور مباحثے کا اہتمام بھی کریں۔ اسی طرح طلبہ کے ادبی ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے نصابی مواد کے علاوہ بھی دلچسپ اور موزوں ادبی کتب، افسانے، نظمیں اور مضامین فراہم کریں۔ اساتذہ اس بات کا خیال رکھیں کہ طلبہ کی عمر اور دلچسپی کے مطابق کون سا مواد زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

تحریری صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی: طلبہ کو اپنی کہانیاں، نظمیں یا مضامین لکھنے کی ترغیب دیں اور ان کی تخلیقات کو کلاس میں پیش کریں۔ ان کی تحریروں کی تعریف کریں اور مفید مشورے دیں تاکہ وہ مزید بہتر لکھ سکیں۔

ادبی رسائل اور جرائد کی رکنیت: طلبہ کو اردو کے ادبی رسائل اور جرائد کی رکنیت دلائیں تاکہ وہ باقاعدگی سے ادبی مواد پڑھ سکیں۔ اس سے ان کے مطالعے کی عادت میں اضافہ ہوگا اور وہ جدید ادبی رجحانات سے واقف ہوں گے۔

ادبی مباحثے اور مکالمے: کلاس میں مختلف ادبی موضوعات پر مباحثے اور مکالمے کروائیں تاکہ طلبہ اپنی آرا کا اظہار کر سکیں اور ادب کے مختلف پہلوؤں کو سمجھ سکیں۔ اس طرح کی سرگرمیاں ان کی تنقیدی سوچ اور ادبی فہم کو پروان چڑھاتی ہیں۔

آڈیو اور ویڈیو مواد کا استعمال: جدید ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے ادبی مواد کو آڈیو بکس یا ویڈیوز کی شکل میں طلبہ کے لیے پیش کریں۔ مشہور شاعری یا افسانوں کی آڈیو ریکارڈنگ سننے سے ادب کی طرف ان کی دلچسپی بڑھے گی۔

طلبہ کو مشغول کرنا: اساتذہ کو کلاس روم میں ادبی سرگرمیوں جیسے کہ کہانی سنانا، نظم خوانی، یا مکالمہ نویسی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس طرح کی سرگرمیاں طلبہ کو اردو ادب کے ساتھ جذباتی طور پر منسلک کرتی ہیں اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارتی ہیں۔

طلبہ کی تحریروں کی تعریف اور رہنمائی: اگر کوئی طالب علم کہانی، نظم یا مضمون لکھتا ہے، تو استاد کو چاہیے کہ اس کی حوصلہ افزائی کرے اور اگر کہیں اصلاح کی گنجائش ہو تو رہنمائی بھی فراہم کرے۔ اساتذہ کی مثبت رائے اور تعریف سے طلبہ کے اندر لکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

ادبی تقریبات اور مشاعروں کا انعقاد: اساتذہ کلاس میں یا اسکول کی سطح پر ادبی تقریبات اور مشاعروں کا انعقاد کروا سکتے ہیں، جہاں طلبہ اپنی تخلیقات پیش کریں۔ اس سے نہ صرف ان کی خود اعتمادی بڑھے گی بلکہ ادب کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کا موقع بھی ملے گا۔

ادبی شخصیات اور ادبی تحریکات سے واقفیت: اساتذہ، طلبہ کو اردو ادب کی مشہور شخصیات اور مختلف ادبی تحریکات کے بارے میں آگاہ کرنا چاہیے۔ جب طلبہ کو غالب، اقبال، فیض، جیسے ادیبوں کی زندگی اور ادب کے بارے میں معلوم ہوتا ہے تو ان میں ادب سے دلچسپی اور لگاؤ بڑھتا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کا استعمال: آج کل کے جدید دور میں اساتذہ آڈیو بکس، ویڈیوز اور آن لائن مواد کا استعمال بھی کر سکتے ہیں تاکہ طلبہ کو اردو ادب کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرایا جا سکے۔ مشہور ادبی تخلیقات کی آڈیو ریکارڈنگز سنانا یا ان کے ویڈیوز دکھانا طلبہ کی دلچسپی میں اضافہ کر سکتا ہے۔

تنقیدی اور تخلیقی سوچ کی حوصلہ افزائی: اساتذہ طلبہ کو مختلف ادبی تخلیقات پر تنقیدی نظر ڈالنے اور ان کی گہرائی میں جانے کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ، تخلیقی سرگرمیوں جیسے کہ اپنی نظم یا کہانی لکھنے کے مواقع فراہم کریں۔

ذاتی مثال قائم کرنا: اساتذہ خود بھی ادب کے دلدادہ ہوں تو ان کا شوق طلبہ پر مثبت اثر ڈالے گا۔ اگر وہ خود شعر و شاعری کا ذوق رکھتے ہیں یا کہانی نویسی میں دلچسپی رکھتے ہیں تو طلبہ میں بھی یہ شوق پیدا ہو سکتا ہے۔

سرکاری اسکولوں میں مدارس عربیہ کے طرز پر چند ایک سرگرمیاں بطور مستعار اگر اپنائی جائیں تو طلبہ کے ادبی ذوق کو جلا مل سکتی ہے۔

اردو انجمنوں کا قیام: طلبہ کے اندر زبان و بیان کی قدرت اور صلاحیت پیدا کرنے کے لیے اردو

انجمنوں کا قیام نہایت مفید ہے۔ ہفتہ میں ایک مخصوص دن یا پریڈ متعین ہوتی ہے جس میں ہر طالب علم کے لیے معیاری زبان میں حفظ کردہ تقریر پیش کرے گا۔اس انجمن کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی نظامت بھی طلبہ ہی کے سپرد ہوتی ہے۔

دیواری پرچہ: اساتذہ کی نگرانی میں طلبہ کی ایک مجلس ادارت بنائی جاتی ہے، جو ماہانہ، پندرہ روزہ یا ہفتہ وار علمی و تحقیقی مضامین کی ترتیب واشاعت کی ذمہ داری انجام دی جاتی ہے۔

مسابقات: اس کے تحت دوران تعلیم مختلف قسم کے مسابقتی پروگرام منعقد کرائے جاتے ہیں، مثلاً مقالہ نویسی، خطابت، بیت بازی وغیرہ۔اس کا مقصد طلبہ کے اندر خالص علمی وادبی ذوق پیدا کرنا ہوتا ہے، اور کامیاب ہونے والے طلبہ کو کتابی شکل میں انعامات سے بھی سرفراز کیا جاتا ہے۔

فن خطابت: خطابت اردو زبان وادب کی ترقی میں نہایت اہمیت کا حامل ہے طلبہ میں تقریری مقابلوں کا انعقاد ان کے ادبی ذوق کو پروان چڑھا سکتا ہے۔

چند اردو ویب سائٹس جن کے ذریعے آپ طلبہ کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

Urdu, Urdu Channel, Sufinama, Urdu Forum, Rekhta, Urdu Lughat, Iqbal Cyber Library, Urdu Point, Fiction, Swayam.

طلبہ کے لیے مفید جرائد: پھول، گل بوٹے، غنچہ، باغیچہ، بچوں کی دنیا وغیرہ۔

اس طرح مذکورہ گزارشات پر عمل کر کے اردو طلبہ میں ادبی ذوق پیدا کرنے میں اساتذہ نہایت اہم رول ادا کر سکتے ہیں، کیوں کہ اساتذہ ہی وہ بنیادی ذریعہ ہیں جو طلبہ کو ادب کی خوب صورتی اور اہمیت سے روشناس کرا سکتے ہیں۔ایک استاد کی تربیت اور رہنمائی طلبہ کے ادبی ذوق کو بیدار کرنے اور اسے پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

Dr. Shaik Farooq Basha
Lecturer, Govt. College
Nandyal, Andhra Pradesh



اردو درس وتدریس کے جدید طریقے

محمد فیض اللہ

اردو لکچرر، گورنمنٹ کالج، رائے چوٹی

درس وتدریس ایک اکتسابی عمل ہے۔ جہاں استاذ، طلبہ اور نصاب ایک مثلث کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ تدریسی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں نصاب مرکوز، اس کے بعد مدرس مرکوز اور اب طالب علم مرکوز طریقہ رائج ہے۔ طالب علم کی انفرادی، اجتماعی، منطقی، فکری وتخلیقی صلاحیتوں کی نشاندہی کرنا، اس کی تربیت کر کے ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہی درس وتدریس کا اہم مقصد ہے۔ استاذ طلبہ کے ماحول اور نصاب کے مطابق طریقہ تدریس کا انتخاب کرتا ہے۔ طالب علم کو نفسِ مضمون کی تفہیم کے لیے وہ مختلف طریقہ ہائے تدریس کو اپناتا ہے۔ وہ ایسا طریقہ تدریس اختیار کرتا ہے جس کے ذریعے نہ صرف نفسِ مضمون کی تفہیم ہو بلکہ طالب علم کی پوشیدہ صلاحیت بھی اجاگر ہو۔ ایک مدرس اپنے طلبہ کی عمر و جماعت کی مناسبت سے طریقہ تدریس کو اپناتا ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں کسی بھی زبان کو بولنے، پڑھنے اور لکھنے تک ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ جب کہ ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں میں ان تینوں کے ساتھ سمجھنا، غور وفکر کرنا، تقابل کرنا اور اپنے خیالات کو تخلیقی انداز میں پیش کرنا اہم ہوتا ہے۔ چناں چہ استاذ، طلبہ کی جماعت کے تحت طریقہ تدریس کو اپناتا ہے۔

ہر کام کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے۔ بغیر مقصد کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ اردو زبان کی تدریس کے کیا مقاصد ہیں؟ اردو زبان ہندوستانی سطح پر پڑھائی جاتی ہے۔ یہاں کے ہر علاقے کی تہذیب وکلچر علاحدہ علاحدہ ہے۔ اس کے باوجود اردو زبان کی تدریس کے عام مقاصد یہ ہیں۔ اردو بولنا سیکھنا، اردو پڑھنا سیکھنا، اردو لکھنا سیکھنا اور اردو زبان کی عبارت کو سمجھنا سیکھنا۔ ابتدا تا ہائی اسکول کی سطح تک ان ہی مقاصد پر کام کیا جاتا ہے۔ اساتذہ ان مقاصد کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان تمام کی افادیت یہ ہے کہ طلبہ اپنی مافی الضمیر کا بہترین استعمال کر سکتے ہیں۔ دوسروں سے اچھے روابط رکھ سکتے ہیں۔ طلبہ کی جذباتی وحسی ترقی ہوتی ہے اور اپنی مادری زبان کو صحت، صفائی،

سلاست اور شائستگی کے ساتھ تقریر و تحریر میں استعمال کر سکتے ہیں۔

ابتدائی درجات میں طلبہ کو پڑھانے کے کئی طریقے ہیں، جن میں حروف تہجی کا طریقہ، گروہی طریقہ، لفظی طریقہ، جملے واری طریقہ، کہانی اور واقعاتی طریقہ اور صوتیاتی طریقہ وغیرہ ہیں۔ ان سب کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اولاً ترکیبی طریقہ ثانیاً تحلیلی طریقہ۔ ابتدائی جماعت کے اساتذہ دورانِ تدریس اپنی زبان، صحتِ الفاظ اور تلفظ کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ طلبہ، اساتذہ کی نقل کرتے ہوئے زبان سیکھتے ہیں۔ اگر یہاں الفاظ کا غلط تلفظ سکھایا جائے تو زندگی بھر اسی پر عمل چلے گا۔ اصلاح کافی مشکل ہوگی۔ چناں چہ ابتدائی دور کے اساتذہ دوران تدریس زبان کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

طلبہ ابتدا میں اپنے گھر کے ماحول کی بولی / زبان استعمال کرتے ہیں۔ یہاں انھیں چھوٹ دینا چاہیے تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکے۔ سختی کرنے یا چپ کرانے سے وہ آگے کی زندگی میں منہ نہیں کھولے گا۔ اپنے الفاظ کے غلط ہونے کا تصور لیے نفسیاتی طور پر کمزور ہو جائے گا۔ اس لیے ابتدا میں وہ جو بھی بولے مکمل آزادی دی جانی چاہیے۔ جب وہ اسکول کے ماحول سے ہم آہنگ ہو جائے، تب اس کے الفاظ و زبان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے صحیح تلفظ کی جانب رہنمائی کرنی چاہیے۔

کمرۂ جماعت میں طلبہ سبق کو دو طرح سے پڑھتے ہیں۔ اولاً بلند خوانی، ثانیاً خاموش مطالعہ۔ اس طریقے پر ابتدا سے ثانوی سطح کی جماعتوں تک عمل کیا جاتا ہے۔ بلند خوانی کے مقاصد میں تلفظ کی درست ادائیگی، روانی، تغیر لحن، رموز واوقاف، آواز کا زیر و بم وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ خاموش خوانی میں نفس مضمون کی تفہیم اہم ہے۔

کمرۂ جماعت میں ہو یا باہر کی دنیا میں وہی شخص صحیح و شستہ زبان استعمال کر سکتا ہے، جس کے پاس ذخیرۂ الفاظ وافر مقدار میں موجود ہو۔ اس سلسلے میں اردو والوں کے پاس قدیم رسمی طریقہ رائج ہے کہ وہ ہر سبق کے بعد مشکل الفاظ اور ان کے معنی دیتے ہیں اور طلبہ اُنھیں رٹتے ہیں۔ جدید نفسیات کے اعتبار سے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ان الفاظ کو جملوں میں سیاق وسباق کے ساتھ استعمال کر کے الفاظ کو نہیں بلکہ جملوں کو یاد کروانا چاہیے۔ ''اردو زبان کی تدریس'' کے مصنف معین الدین کہتے ہیں:

> ''الفاظ کے مقابلے میں جملے یاد کرنا نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے۔
> اس لیے کہ جملے بامعنی ہوتے ہیں اور الفاظ چوں کہ عبارت کے

سیاق وسباق سےعلاحدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے ،اس لیے انھیں یاد
کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ (ص:102)

اس لیے اردو اساتذہ کو چاہیے کہ اس طریقے کو اپنائیں اور طلبہ کو سائنٹفک طریقے سے زبان سکھائیں۔

کمرۂ جماعت میں اساتذہ طلبہ کو بات چیت کرنے کا موقع نہ کے برابر دیتے ہیں۔جدید تعلیمی ترقی کے اعتبار سے یہ صحیح نہیں ہے۔ جب تک طلبہ کو بات چیت کا موقع نہیں دیتے ،طلبہ کو خود سے بولنے اور خود سے سیکھنے کا موقع فراہم نہیں کرتے تب تک طلبہ کی مکمل ترقی ناممکن ہے۔اس لیے مدرس ،کمرۂ جماعت میں طلبہ کوخود سے بولنے خود سے لکھنے کی مکمل آزادی دینا چاہیے۔

ہمارے طریقۂ تدریس کی ایک اہم خامی گھر کے کام (ہوم ورک) دینے میں ہے۔وہ یہ کہ پڑھائے گئے سبق کے سوالات کے جوابات ،درسی کتاب سے نقل کرنے کو کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بالکل غلط اور کاہلی پن پر مبنی ہے۔ہونا تو یہ چاہیے کہ سبق کی تفہیم کے بعد طلبہ کوسوالوں کے جواب خود سے لکھنے کی مشق کروانی چاہیے،مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

جہاں تک اردو زبان کی تدریس کے طریقے ہیں،وہ نظم ونثر اور گرامر پڑھانے کے لیے علاحدہ علاحدہ طریقے رائج ہیں۔صنف کے اعتبار سے طریقۂ تدریس میں تبدیلی عمل میں آتی ہے۔کہیں راست وقدیم طریقہ استعمال کیا جاتا ہے،تو کہیں جدید طریقہ،غرض کے سبق کے مطابق طریقہ تدریس کا انتخاب کیا جاتا ہے۔یہی نہیں بلکہ مادری زبان اردو والوں کے لیے ایک طریقہ رائج ہے اور غیر مادری زبان والوں کے لیے علاحدہ طریقہ اپنایا جاتا ہے۔

اردو زبان کی تدریس میں اسکولوں اور مدرسوں میں آج بھی روایتی وقدیم طریقے ہی رائج ہیں۔جدید درسی کتابوں میں جدید تکنیکوں کا استعمال کیا گیا ہے مگر اس کا صحیح اور سائنٹیفک استعمال بہت کم ہوتا ہے۔اس میں استاد کی دل چسپی اہم ہے مگر ہمارے مدارس اور اسکولوں کے اساتذہ کی اکثریت اس جانب بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ جہاں روایتی طریقے کے بجائے جدید تدریسی طریقے استعمال کیے جاتے ہیں،وہاں کے طلبہ تعلیمی میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

کمرۂ جماعت میں طلبہ کو سبق کی جانب آمادگی (Motivation) پیدا کرنے میں ہی استاد کے طریقۂ تدریس کی کامیابی پوشیدہ ہے۔سبق کی ابتدا سے پہلے استاد طلبہ کو سبق کی جانب ذہنی آمادگی

پیدا کرنے کے لیے مختلف طریقے اپناتا ہے۔کبھی راست مضمون کا سہارا تو کبھی ماحول کے تعلق سے بات چیت کرتے ہوئے ،کبھی معلوم سے نامعلوم کی جانب اور کبھی کوئی قصہ سنا کر سبق کی جانب آگے بڑھتا ہے۔سبق کی کامیابی بھی اسی آمادگی پر منحصر ہے۔آمادگی جتنی موثر ہوگی، تدریس اتنی ہی کامیاب ہوگی۔ دراصل سبق اور آمادگی کے درمیان ایک منطقی ربط پیدا کرنا ہی ایک کامیاب استاد کی مہارت ہے۔

اب آیئے ہم اردو درس وتدریس کے قدیم اور جدید طریقوں کے تعلق سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ابتدا میں قدیم طریقوں کے تعلق سے بتایا گیا ہے اور اختتام پر جدید ڈیجیٹل دور کے طریقۂ تدریس پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

استقرائی طریقہ(Inductive Method)

یہ معلوم سے نامعلوم کی طرف مائل ہونے والا طریقۂ تدریس ہے۔یہاں مدرس طلبہ کے سامنے واضح اصول وضوابط کے ذریعے طے شدہ عنوان پر مکمل مواد فراہم کرتا ہے۔ترتیب وار اصول کے ذریعے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔طلبہ کو ایک ہدف دیا جاتا ہے طلبہ خود اس میں شامل ہو کر اس ہدف کو مکمل کرتے ہیں۔حاصل شدہ معلومات سے نامعلوم کی جانب سفر کر کے نتائج اخذ کرتے ہیں۔یہ ایک فطری اور نفسیاتی طریقہ ہے۔یہاں طلبہ خود سے مشق کرتے ہوئے نتائج تک پہنچتے ہیں۔طلبہ میں تحقیقی، تجزیاتی تجربے پروان چڑھتے ہیں۔اس طریقے میں استاد ایک رہنمایانہ کردار ادا کرتا ہے۔وہ طلبہ سے سوال کر کے ان کو خود سے سیکھنے کے لیے حوصلہ آفزائی کرتا ہے۔سوالات کے ذریعے ان میں تحقیقی وتنقیدی اور تجزیے کی صلاحیت کو پروان چڑھاتا ہے۔یہاں طلبہ مشاہدہ کرتے ہیں، تجزیہ کرتے ہیں اور نتائج اخذ کرتے ہیں۔یہاں طلبہ رٹتے نہیں بلکہ استاد کی حقیقی مثالوں سے تفہیم کی منزلوں سے روشناس ہوتے ہیں۔تدریسی طریقوں میں یہ ایک کامیاب طریقہ ہے۔

استخراجی طریقہ(Deductive Method)

نامعلوم سے معلوم کی جانب سفر کرنا استخراجی طریقہ کہلاتا ہے۔یہ طریقہ دراصل اصول وقواعد پر منحصر ہوتا ہے۔مدرس طلبہ کو اصول وقواعد سے واقف کرواتا ہے۔طلبہ انھیں رٹ کر یاد کرتے ہیں۔پھر اس کا اطلاق کرتے ہوئے نتائج اخذ کرتے ہیں۔درمیان میں مدرس طلبہ کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان کی

اصلاح کرتا ہے۔اکثر ماہرین اس طریقے کو غیر نفسیاتی کہتے ہیں۔کیوں کہ اس میں طلبہ کو رٹایا جاتا ہے۔ طے شدہ اصول وقوانین پر ہی عمل کیا جاتا ہے۔طلبہ خود سے سوچ نہیں سکتے۔ان کی تخلیقی قوت کی ترقی نہیں ہوتی۔وہ بس اصول کے پابند ہوتے ہیں۔تاہم اس طریقے سے طلبہ کی یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دیرپا اور مضبوط یادداشت سے طلبہ واقف ہوتے ہیں۔بار بار مشق کرکے مہارت حاصل کرتے ہیں۔طلبہ میں منطقی سوچ پیدا ہوتی ہے۔یہ طریقہ سائنس، ریاضی اور گرامر کی تدریس کے لیے فائدہ مند ہے۔

سوال وجواب کا طریقہ(Question and Answer Method)

طریقۂ تدریس میں ایک طریقہ سوال و جواب کا طریقہ ہے۔کمرۂ جماعت میں سبق ،نفس مضمون کی ابتدا سے پہلے طلبہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ سوال و جواب کیے جاتے ہیں۔سوالات تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔سابقہ معلومات پر سوال،نفس مضمون کے تعلق سے سوال اور اِعادہ پر مبنی سوال۔اس سوال و جواب کے طریقے کے کئی فائدے ہیں ۔پہلا فائدہ طلبہ دماغی طور پر کمرۂ جماعت میں حاضر رہتے ہیں۔سبق کی جانب طلبہ کی دلچسپی بڑھتی ہے۔ہر طالب علم اپنی معلومات کے اظہار کے لیے کوشاں رہتا ہے۔استاد کو چاہیے کہ سوال کے فوراً بعد جواب کا مطالبہ نہ کرے۔طلبہ کو غور وفکر کرنے ،سوچنے کا موقع فراہم کرے۔سوال میں خود جواب کا مختصر اشارہ پوشیدہ ہوتو طلبہ میں سبق کے لیے دل چسپی بڑھتی ہے۔سوالات صرف سبق کے ابتدا ہی میں نہیں بلکہ دوران تدریس پڑھائے گئے مواد پر درمیان میں وقفہ وقفہ سے سوالات کرنا چاہیے۔اس سے کمرۂ جماعت میں حاضر دماغی اور دل چسپی برقرار رہتی ہے۔ جواب دینے والے طلبہ کی شاباشی اور ہمت افزائی کرنا چاہیے۔طریقۂ تدریس میں سوال و جواب کا طریقہ ایک کامیاب طریقہ مانا جاتا ہے۔یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ اردو زبان کے اساتذہ بچوں کو سوال کرنے کا موقع بہت کم دیتے ہیں۔90 فی صد اساتذہ ،طلبہ سوال کرنے پر چپ کرا دیتے ہیں، جو 10 فی صد اساتذہ اس کا استعمال کرتے ہیں وہاں کے طلبہ حاضر دماغ اور اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔

بحث ومباحثہ کا طریقہ(Debate Method)

طلبہ کی فطری پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارنے ،ان کی صحیح تربیت کرکے ترقی کی جانب مائل کرنے

میں یہ طریقہ بہت کارآمد ہوتا ہے۔اس طریقے کے تحت استاد مجوزہ عنوان پر طلبہ سے بحث ومباحثہ کرواتا ہے۔طلبہ اپنی فطرت کے مطابق حصہ لیتے ہیں۔اپنی معلومات کا اظہار کرتے ہیں۔اس طریقے سے طلبہ میں استدلالی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔اپنی بات کو دلائل سے پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔طلبہ میں اس طریقے سے رہنمایانہ صلاحیت کا فروغ ہوتا ہے۔طلبہ اپنے گروپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔استاد کے سوال پر بحث میں شامل ہوکر اپنی فکری صلاحیت کو پروان چڑھاتے ہیں۔نہ صرف استاد بلکہ دوسروں کے خیالات وجذبات کو سن کر صبر کرنے اور موقع پا کر جواب دینے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ایک ٹیم ورک کی طرح بحث ومباحثے میں طلبہ شرکت کرتے ہیں۔یہی نہیں بلکہ اس طریقے سے کسی بھی موضوع کی گہرائی تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔

اس طریقۂ تدریس میں استاد پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔پہلی بات یہ کہ استاد بحث و مباحثے کے لیے ایسا موضوع انتخاب کرے جس پر طلبہ بحث کر سکیں۔بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔جو طلبہ بحث ومباحثے میں شرکت کریں استاد ان کی ہمت افزائی کریں،شاباشی دیں اور جو طلبہ خاموشی اختیار کرتے ہیں،ان کو اس بحث میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ہمیشہ شرکت کرنے والوں سے ہی کام نہ چلائیں بلکہ کمرۂ جماعت کے ہر طالب علم کو بحث میں شامل کریں۔استاد ایک ترتیب کے تحت بحث کو آگے بڑھائیں۔ہر طالب علم کو اپنی بات رکھنے کا موقع فراہم کریں۔اگر موضوع پیچیدہ ہوتو اس کو خود حل کریں۔بحث کے اختتام پر چھوٹ گئے نکات کی نشاندہی کریں اور بحث کا اختتام واضح انداز میں کریں۔بحث میں شامل شدہ طلبہ کی فیڈ بیک (Feedback) کے ذریعے ان کی خامیوں اور خوبیوں کی نشاندہی کریں۔کمرۂ جماعت میں اس طریقۂ تدریس کے منصوبہ بند طریقے سے طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتوں کی ترقی اور نفس مضمون تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

گفتگو کا طریقہ (Discussion Method)

اس طریقے کے ذریعے طلبہ کی سمعی قوت بڑھتی ہے۔۔استاد کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھ کر طلبہ اردو زبان کے تلفظ،روانی،رموز واوقاف سے واقف ہوتے ہیں اور سیکھتے ہیں۔گفتگو دراصل سبق کی ترسیل کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ابتدائی جماعتوں میں حروف،الفاظ اور جملے کی صحیح ادائیگی اس طریقے سے ممکن

ہے۔ جب کہ ثانوی اور اعلی جماعتوں میں نفس مضمون تک رسائی مشکل سے مشکل مضمون کی تفہیم گفتگو کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

راست طریقہ (Directive Method)

اس طریقۂ تدریس میں استاد راست طور پر طلبہ سے مخاطب ہوتا ہے۔ یہ طریقہ ابتدائی جماعتوں کے لیے کارآمد ہے۔ یہاں استاد موضوع کی بنیادی تفہیم کے لیے کام کرتا ہے۔کوئی تصویر بتا کر اس تعلق سے گفتگو کرتا ہے۔مضمون کے بنیادی نکات پر اظہار خیال کرتا ہے۔طلبہ کو اس تعلق سے واضح معلومات فراہم کرتا ہے۔ یہ طریقہ استاد کے لیے کارآمد ہے مگر طلبہ کی شمولیت اس میں بہت کم ہوتی ہے۔ یہاں ایک طرفہ گفتگو جاری رہتی ہے۔طلبہ کو بہت کم سوال کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔طویل گفتگو سے طلبہ میں بوریت و بیزارگی پیدا ہوتی ہے۔بعض مرتبہ مضمون کی تفہیم نہ ہونے پر طلبہ کمرۂ جماعت میں دل چسپی نہیں لیتے ۔اس لیے استاد کو چاہیے کہ درمیان میں طلبہ سے سوالات کریں۔اس طریقے کے استعمال کے لیے استاد کو نفس مضمون پر مکمل عبور ہونا چاہیے۔ساتھ ہی ساتھ کم وقت میں زیادہ معلومات فراہم کرنا چاہیے۔ بے جا طوالت سے بچنا چاہیے۔تب ہی راست طریقہ کامیاب ہوگا۔

توضیحی وتشریحی طریقہ (Explanatory and Descriptive Method)

نفس مضمون، سبق کو گہرائی و گیرائی کے ساتھ طلبہ تک پہنچانے کے لیے یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔اس طریقے کے تحت استاد سبق کے تعلق سے ابتدائی، بنیادی باتوں سے لے کر اختتام تک تفصیل سے پیش کرتا ہے۔ بنیادی معلومات کو جامع انداز میں پیش کرتا ہے۔نفس مضمون کی عمدہ تفہیم کے لیے مثالوں، کہانیوں اور بصری تدریسی آلات کا استعمال کرتا ہے۔طلبہ راست بصری آلات کو دیکھتے ہوئے علم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں استاد مضمون کے مماثل اور متضاد پہلوؤں پر واضح انداز میں تشریح کرتا ہے۔اس طریقۂ تدریس کے فوائد میں جامع تفہیم مضمون، طلبہ کی یادداشت میں اضافہ، مضامین کی آسان عام فہم تفہیم شامل ہے۔ جب کہ اس کی خامیوں میں طلبہ کی کم شرکت، طویل لکچر سے بوریت شامل ہے۔ یہاں طلبہ خود سے نہیں سوچتے صرف معلومات کو اخذ کرتے ہیں۔

منصوبائی طریقہ (Project Method)

طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتوں کی نشاندہی، ان صلاحیتوں کی تربیت و ترقی، طلبہ میں خودداری وخود

اعتمادی کے فروغ کے لیے ایک بہترین جدید طریقۂ تدریس ''منصوبائی طریقہ'' ہے۔اس طریقے کے تحت مدرس کمرۂ جماعت میں طلبہ کے معیار کے مطابق بحث ومباحثے کے ذریعے کسی ایک عملی کام کا انتخاب کرتا ہے۔طلبہ خود عملی طور پر اس میں شریک ہوتے ہیں،جس سے ان میں ایک خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔منصوبائی کام نصابی وہم نصابی ہوا کرتے ہیں۔کسی موضوع پر مواد اکٹھا کرنا،کہیں سیر وتفریح کے ذریعے رپورٹ لکھوانا،ایک ہی موضوع کی کتابوں کے نام جمع کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اس طریقۂ تدریس میں طلبہ خود عملی طور پر شریک ہوتے ہیں۔چناں چہ ان کی صلاحیتوں کی ترقی کے علاوہ ٹیم ورک میں کیسے کام کیا جاتا ہے،دوسروں کے ساتھ کیسے تعلقات استوار کیے جاتے ہیں،کام کرنے کی عادت،مسئلے کو حل کرنے کی صلاحیت جیسی مہارتیں پروان چڑھتی ہیں۔مدرس کی ذمہ داری یہ ہے کہ طلبہ کے معیار کے مطابق منصوبے کا انتخاب کریں۔طلبہ کی مکمل نگرانی کریں۔اس منصوبے کی تکمیل کے تعلق سے ایک روڈ میپ (کام کا نقشہ) دیں۔منصوبے کی تکمیل کی رکاوٹوں کی نشاندہی کریں۔کام مکمل ہونے پر کام کا جائزہ لیں۔طلبہ کو ان کی کارگردگی پر فیڈ بیک دیں،تاکہ وہ اپنی خامیوں کی اصلاح اور صلاحیتوں کو پڑوان چڑھا سکیں۔دراصل یہ طریقہ طلبہ میں تعلیمی وعملی مہارتوں کو فروغ دینے میں انتہائی مددگار رہتا ہے۔طلبہ کو روایتی تعلیم کے بجائے تجربات سے سیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، جس سے ان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر مثبت اثر پڑتا ہے۔وقت کی پابندی،خوداعتمادی،خودانضباط، رابطہ وتعاون،تنقیدی وتخلیقی سوچ وغیرہ اس طریقے کے ذریعہ ترقی پاتے ہیں۔

بیانیہ/خطابیہ طریقہ(Lecture Method)

یہ ایک قدیم رسمی طریقۂ تدریس ہے،جس میں مدرس کسی اہم موضوع پر مکمل مواد اکٹھا کرکے طلبہ کے ایک بڑے گروپ کے سامنے تفصیل سے پیش کرتا ہے۔علمی موضوعات کی تشریح وتفہیم،طویل عناوین کی تفہیم کے لیے یہ طریقہ کافی مفید ہے۔اس طریقے میں عملی،حقیقی مثالیں، قصے کہانیاں، موازنہ، بصری آلات، پی پی ٹی، ویڈیو کلپس وغیرہ کا استعمال کرکے اس کو موثر بنایا جاسکتا ہے۔اس طریقے میں جامع معلومات کو ایک منظّم طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔موضوع کے اہم نکات پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے۔اختتام پر لکچر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

یہ طریقہ تدریس ایک طرفہ ہے۔طفل مرکوز کے بجائے استاد مرکوز طریقہ ہے۔ یہاں استاد ہی عملی طور پر متحرک رہتا ہے۔طلبہ کو سوال کرنے کا موقع بہت کم دیا جاتا ہے۔طویل لکچر سے طلبہ میں بوریت ،بیزارگی پن فروغ پاتا ہے۔ان خامیوں کے تدارک کے لیے استاد کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے معیار کے مطابق اپنے مواد کو پیش کریں۔درمیان میں سوال وجواب کو شامل کر کے اس میں دل چسپی پیدا کی جاسکتی ہے۔ مختصر وقفہ دے کر دل چسپی کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔دوران لکچر حقیقی و پریکٹیکل مثالیں دے کر طلبہ کی دل چسپی کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔یہ طریقہ اعلیٰ جماعتوں اور بڑے مجموعے کے لیے کافی کارآمد ہے۔

ترجمے کا طریقہ(Translation Method)

مادری زبان کے علاوہ دوسری زبان کی علوم کے اکتساب کے لیے ایک کارآمد طریقہ ہے، جہاں مدرس دونوں زبانوں پر مہارت رکھتا ہے۔دونوں زبانوں کی گرامر، ثقافت،ضرب المثل،محاورے، تکنیکی الفاظ پر کماحقہ عبور حاصل کر کے طلبہ کو نئی زبان سے روشناس کرواتا ہے۔یہ طریقہ تدریس لفظی ترجمہ،مفہومی ترجمہ،ثقافتی ترجمہ،تخلیقی ترجمہ میں استعمال ہوتا ہے۔ثانوی اور اعلی جماعتوں کے لیے کارآمد طریقہ ہے۔

اس طریقۂ تدریس سے طلبہ علاقائی کی بجائے گلوبلائزیشن کے حامل ہوتے ہیں۔طلبہ کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔دوسرے علوم سے واقفیت،دوسروں کی تہذیب وثقافت سے واقفیت ہوتی ہے۔اردو طلبہ کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں ملازمتی مواقع فراہم ہوتے ہیں۔عالمی تہذیب و ثقافت اور حالیہ واقعات پر مکمل واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

چند جدید طریقۂ تدریس

بلینڈڈ لرننگ(Blended learning Method)

اس طریقے میں آن لائن (Online) میں دیکھے گئے،سیکھے گئے مواد کو کمرۂ جماعت سے جوڑا جاتا ہے۔طلبہ آن لائن سے حاصل شدہ معلومات کو کمرۂ جماعت میں استاد کے ساتھ بحث ومباحثے کے ذریعے مزید تفہیم کرتے ہیں۔اس طرح یہ نصف آن لائن اور نصف آف لائن طریقۂ تدریس ہے۔ موجودہ دور میں ہر جماعت کا ایک واٹس ایپ (Watsapp) گروپ ہے۔اس گروپ میں اساتذہ کوئی نہ کوئی ویڈیو،تصویر یا مواد کو روانہ کرتے ہیں اور دوسرے روز کمرۂ جماعت میں اس کی مزید توضیح و

تشریح کرتے ہیں۔سوالات کے جوابات حل کیے جاتے ہیں۔ یہاں آن لائن اورآف لائن دونوں جگہ استاد حاضر رہتا ہے۔موجودہ تعلیمی نظام NEP-2020 میں اس طریقۂ تدریس پر کافی زور دیا گیا ہے۔ بلکہ اعلیٰ تعلیمی جماعتوں میں بلینڈڈ لرننگ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔کووڈ 19 کے بعد اس طریقۂ تدریس کو کافی اہمیت حاصل ہے۔

فلپڈ لرننگ(Flipped Learnig Method)

بلینڈڈ لرننگ کی طرح یہ بھی ایک جدید طریقۂ تدریس ہے۔اس طریقے کے تحت طلبہ خود سے آن لائن میں کسی ویڈیو کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں اور کمرۂ جماعت میں آ کر پیدا شدہ سوالات کے جوابات تلاش کرتے ہیں۔ یہاں صرف کمرۂ جماعت میں استاد رہتا ہے۔مثال کے طور پر گھر پر طلبہ سائنسی تجربات کے ویڈیوز دیکھتے ہیں اور کمرۂ جماعت میں استاد کی حاضری میں اپنے تجربات پر گفتگو کرتے ہیں۔اس طرح وہ اپنے اشکال کو ازالہ کرتے ہیں۔

گیمی فِلیکشن لرننگ(Gamefication Learnnig Method)

اس طریقے میں طلبہ کمرۂ جماعت میں کھیل کود کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں۔کھیل کود میں (points)مارکس حاصل کرتے ہیں۔ساتھ ہی ساتھ علم بھی حاصل کرتے ہیں۔اس طریقے میں طلبہ حد سے زیادہ دل چسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چوں کہ وہ ظاہری طور پر کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں مگر بباطن علم کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے ہیں۔اس میں استاد کا رول فعال ہوتا ہے۔وہ بچوں کی رہنمائی کرتے ہوئے کھلاتا ہے۔کھیل کے اختتام پر کمرۂ جماعت میں نتائج کا اعلان کرتے ہوئے اس کھیل کے ذریعے کیا کیا فطری قابلیت حاصل ہوئی ہے،طلبہ کھیل کود میں کون سی قابلیت کا مظاہرہ کیے ہیں، تفصیلات پیش کرتا ہے۔موجودہ دور میں یہ جدید طریقہ کافی فائدہ مند ثابت ہورہا ہے۔

انٹریکٹو فلیٹ پینل (Interactive Flat Panel (IFP))

طریقۂ درس و تدریس میں ایک جدید طریقہ کمرۂ جماعت میں انٹریکٹو فلیٹ پینل کا استعمال ہے۔دراصل یہ ایک تدریسی آلہ ہے۔فلیٹ پینل بورڈ ہے جو دیوار پر آویزاں رہتا ہے۔یہ ایک سمعی و بصری آلہ(آڈیو ویڈیو ویژول ٹول) ہے۔مدرس اس بورڈ پر سبق کو ویڈیو کی شکل میں پیش کرسکتا ہے۔

تیار شدہ پی پی ٹی PPT کے ذریعے سبق کی تدریس کرسکتا ہے۔طلبہ کی آسان تفہیم کے لیے مختلف رنگوں میں تصاویر کے ذریعے سبق کو پڑھا سکتا ہے۔غرض کہ اکیسویں صدی کی تمام ٹیکنالوجی کو اس پینل بورڈ میں سمو دیا گیا ہے۔اس بورڈ میں آڈیو، ویڈیو، پی پی ٹی کے ساتھ ساتھ پیش کیے گئے سبق کو محفوظ بھی کیا جاسکتا ہے، تاکہ پھر کبھی بھی استعمال کیا جاسکے۔غرض کہ جدید درس و تدریس میں آئی ایف پی ایک فعال تدریسی طریقہ کار ہے۔اس میں نہ صرف اساتذہ بلکہ طلبہ بھی فعالیت سے شرکت کرتے ہیں۔ آندھر پردیش میں ''ناڈو نیڈو اسکیم'' کے تحت اسکولوں اور کالجوں میں اس آئی ایف پی اسکرین کا انتظام کیا گیا ہے۔اس کے استعمال سے طلبہ کے تعلیمی میدان میں کافی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔کمرۂ جماعت میں طلبہ کی دل چسپی بڑھ گئی ہے۔

مشاغل پر مبنی طریقہ (Activity Based Learning Method)

اس طریقۂ تدریس میں مدرس کمرۂ جماعت میں سبق کی تکمیل کے بعد سبق سے متعلق ایکٹیوٹی کرواتا ہے۔NEP-2020 کے تحت اساتذہ کی رہنمائی کے لیے ٹیچنگ لرننگ مٹیریل (TLM) مہیا کیا جارہا ہے، جس میں ہر سبق کی تدریس کے بعد کم از کم 15 مشاغل (ایکٹیوٹیز) کو شامل کیا جارہا ہے۔ مدرس ہر ایک ایکٹیوٹی کو بچوں کے ذریعے مکمل کرتا ہے، جس سے بچوں میں سبق کی بہترین تفہیم کے ساتھ ساتھ مختلف مہارتوں کی ترقی ممکن ہے۔

تجربات پر منحصر طریقہ (Experiential Learning Method)

اس طریقۂ تدریس میں تجربہ اہم ہوتا ہے۔طلبہ کو راست تجربے کے ذریعے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ مثال کے طور پر فیلڈ ٹرپس (Field Trips) اور انٹرنشپ (Internship) جہاں خود طلبہ مشاہدہ کرتے ہوئے تجربہ حاصل کرتے ہیں۔اس کی رپورٹ تیار کرتے ہیں اور ایک ریکارڈ لکھ کر اپنے نگران کار (گائیڈ) سے معائنہ کرواتے ہیں۔NEP-2020 کے تحت ڈگری کی سطح پر اس طریقے پر عمل کیا جارہا ہے۔طلبہ تین سالہ ڈگری میں، تین طرح کے تجربے، سروے کرتے ہوئے تین ریکارڈ جمع کرتے ہیں۔مکمل (ایک سیمسٹر) چار ماہ طلبہ انٹرنشپ میں شامل ہوتے ہیں۔یہ طریقہ تدریس اعلیٰ جماعتوں کے لیے کافی سودمند ہے۔

STEAM (Science, Technology, Engineering, Arts & Mathematics) Method

قدیم تعلیمی نظام میں طلبہ آرٹس یا سائنس میں سے صرف کسی ایک کی تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔ جدید تعلیمی پالیسی خاص کر NEP-2020 کے تحت اس تخصیص کا خاتمہ کیا گیا اور طلبہ کو اپنی پسند کے مطابق مضامین کا انتخاب کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ، آرٹس اور ریاضی کے مضامین کو باہمی مربوط کیا جاتا ہے۔ یہاں طلبہ کو ایک ہی وقت کئی مضامین کو پڑھنے سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ طلبہ آرٹس کے پراجیکٹ میں سائنسی تجربات کو شامل کر سکتے ہیں۔ موجودہ ڈگری کی سطح پر Single Major Subject کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ صرف ایک مضمون پر 24 پرچوں کی تدریس کی جا رہی ہے۔ اپنے پسندیدہ مضمون میجر کے ساتھ طالب علم مائنر (Minor) کے تحت دوسرے مضامین کی تدریس بھی کر سکتا ہے۔ مہارت پر مبنی کورس کے تحت ایک اسکل کورس (Skill Course) اسی طرح ملٹی ڈسپلنری (Mutidisciplenary) کے تحت آرٹس کے طلبہ کو سائنس اور سائنس کے طلبہ کو آرٹس کے مضامین پڑھنے کا موقع بھی فراہم کیا جا رہا ہے۔

کامپی ٹنسی بیسڈ لرننگ (Competency Based Language Learning)

اس طریقہ تدریس میں طلبہ کو ان کی پسند کے مطابق صرف ایک مہارت کا انتخاب کر کے اس پر مکمل عبور حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ جب تک مہارت کی تکمیل نہیں ہوتی آگے کے مرحلے میں داخل نہیں کیا جاتا۔ اس طریقے سے مہارت پر مکمل عبور کے بعد ہی اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ یہاں طالب علم کی ترقی کی رفتار کافی تیز ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہاں ایک وقت میں صرف ایک مہارت پر کام کیا جاتا ہے۔

ڈیزائن تھنکنگ (Design Thinking Method)

یہ ایک تخلیقی طریقہ ہے جس میں طلبہ کو مسائل حل کرنے کے لیے ہمدردی، تخلیق اور تصورات جیسے صلاحیتوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں طلبہ عملی مسائل کو حل کرنے کے لیے راست طور پر راستے تلاش کرتے ہیں۔ کئی ممکنہ حل تجویز کرتے ہوئے اس میں بہترین کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس طریقے

میں طلبہ اپنی پوشیدہ تخلیقی صلاحیت کی نشاندہی اوراس کی ترقی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

مائنڈ میپنگ اینڈ وژول لرننگ

(Mind Mapping and Visual Learning Method)

اس طریقہ تدریس میں معلومات کو بصری انداز میں منظم کیا جاتا ہے۔ جیسے چارٹس، ڈائیگرام وغیرہ۔اس طریقے سے طلبہ پیچیدہ معلومات کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ترتیب دے کر منزل تک رسائی پاسکتے ہیں۔

AR-VR (Augmented Reality and Virtual Reality)

سائنس اورٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ ممالک میں اس طریقے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک مصنوعی بصری دنیا آباد ہوتی ہے جس کو ایک (Tool) بصری آلہ کے ذریعے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس طریقے کے ذریعے طلبہ راست اس مقام کا معائنہ کرسکتے ہیں۔ایسے مقامات کا مشاہدہ ممکن ہے جہاں تک انسان کی رسائی ممکن نہیں۔طلبہ میں اس طریقے سے نہ صرف دل چسپی بلکہ جوش وخروش پیدا کیا جاسکتا ہے۔فی الوقت ہندوستان میں یہ طریقہ تفریحی مقامات،شاپنگ مالز،اگزی بیشن سینٹرز میں زائد قیمت پرصرف چندمنٹ کا مشاہدہ کروایا جارہا ہے۔مثال کے طور پراس طریقے میں آرٹس کے طلبہ قدیم تاریخی مقامات کا مشاہدہ کرسکتے ہیں اور سائنسی طلبہ 3D کے ذریعے حیاتی خلیات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ یہ ایک دل چسپ طریقہ ہے۔

انکوائری بیسڈ لرننگ(Inquiry Based Learning Method)

اس طریقۂ تدریس میں طلبہ سوالات تیار کرتے ہیں اور تحقیق کرتے ہوئے خود جوابات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔اس طریقے سے طلبہ میں تحقیقی فکرو تجسس کی ترقی ہوتی ہے اور تحقیقی صلاحیتوں کا فروغ ہوتا ہے۔اعلیٰ تعلیمی اداروں اور تحقیقی کاموں میں اس طریقے کو اپنایا جاتا ہے۔

پرسنلائزلرنگ(Personalised Learnig Method)

اس طریقۂ تدریس میں ہر طالب علم کی ضرورت، دل چسپی اور قابلیت کے مطابق تدریس کی جاتی ہے۔اس طریقے سے طلبہ کی انفرادی ترقی ہوتی ہے اور تحصیل کی رفتار کافی تیز ہوتی ہے۔ کیوں کہ

یہاں انفرادی تدریس کا نظم ہوتا ہے۔ یہاں طالب علم اپنی پسند سے مضامین کا انتخاب کر کے اپنی دل چسپی پر منحصر مضمون میں مہارت حاصل کرتا ہے۔

سوشل ایموشنل لرننگ (Social Emotional Learning Method)

اس طریقۂ تدریس میں طلبہ کو جذبات کو سمجھنے، ہمدردی پیدا کرنے اور تعلقات استوار کرنے کی مہارتیں سکھائی جاتی ہیں۔ طلبہ زندگی کے حقیقی جذبات و خیالات سے واقف ہوتے ہیں۔ کمرۂ جماعت کے ساتھ ساتھ اپنی عملی زندگی میں ان جذبات کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔ زندگی میں درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہیں۔

کولیبریٹیو لرننگ (Collaborative Learning Method)

یہ طریقہ اعلیٰ جماعتوں میں کارآمد ہے۔ یہاں طلبہ گروپوں میں تقسیم ہو کر، کسی مسئلہ کا حل یا پراجیکٹ پر کام کرتے ہیں۔ اس طریقے سے طلبہ میں ٹیم ورک کی مہارت میں ترقی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی مہارت سے واقف ہوتے ہیں۔ جماعت بندی کے مسائل اور ان کے حل کے راستے تلاش کرتے ہیں۔

اسی سے ملتا جلتا ایک اور طریقہ پیر لرننگ (Peer learning) ہے جس میں طلبہ ایک دوسرے سے مضامین کے تعلق سے مہارت حاصل کرتے ہیں۔ طلبہ آپس میں سوالات کرتے ہیں۔ بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ یہاں طلبہ اپنے ہم عمر سے آسانی سے استفادہ کرتے ہیں۔

آن لائن ٹیچنگ لرننگ (Online Teaching Learning Method)

یہ طریقہ آن لائن کا ہوتا ہے۔ یہاں پر مضامین کو ویڈیو کی شکل میں دکھایا جاتا ہے۔ انھیں ویڈیوز کی بنیاد پر طلبہ کا امتحان منعقد کیا جاتا ہے۔ خان اکیڈمی (Khan Academy)، کورس ایرا، اس کی مثالیں ہیں۔ یہاں طلبہ اپنی پسند سے مضامین کا انتخاب کر کے اس میں مہارت پیدا کر سکتے ہیں۔ کووڈ 19، کے بعد سے اس طریقۂ تدریس میں کافی ترقی ہوئی ہے۔

آئی سی ٹی لرننگ (ICT Learning Method)

اس طریقے میں طلبہ انفارمیشن اینڈ کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے، موبائل فون، کمپیوٹر اور مختلف ایپس (Apps) استعمال کر کے مہارت حاصل کرتے ہیں۔ گوگل کلاس روم اس کی

بہترین مثال ہے۔اس کے علاوہ واٹس ایپ پر گروپ بنا کر ویڈیو شیئر کر کے اس پر پول POLL کے ذریعے امتحان لیا جا سکتا ہے۔ یہی نہیں گوگل شیٹ (Google Sheet) اور گوگل فارمز (Google Forms) کا تدریسی میدان میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔آئی سی ٹی کے استعمال سے طلبہ میں ڈیجیٹل مہارتیں فروخت پاتی ہیں۔موجودہ دور ڈیجیٹل دور ہے۔چناں چہ موجودہ دور کے طلبہ کی دل چسپی کے لیے طریقہ تدریس میں آئی سی ٹی کا استعمال لازم ہو گیا ہے۔

New Education Policy-2020 اور طریقۂ تدریس

NEP-2020 میں طفل مرکوز طریقۂ تدریس پر زور دیا گیا ہے۔ یہاں جتنے بھی طریقوں کا ذکر ہے ان میں طالب علم کی ہمہ جہت ترقی کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ طالب علم کی انفرادی و اجتماعی، منطقی و فکری ترقی، تخلیقی و تجرباتی ترقی پر زور دیا گیا ہے۔NEP-2020 میں جن طریقہ ہائے تدریس پر زور دیا ہے۔وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ایکسپریمنٹل لرننگ، کریٹیکل تھنکنگ، ملٹی لنگول اپروچ، بائی لنگول اپروچ، فونکس، ہولسٹکس وغیرہ وغیرہ۔

اوپر مذکورہ تمام طریقہ ہائے تدریس میں سے کوئی بھی طریقہ اپنا کر اساتذہ اپنی کلاس کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ کمرۂ جماعت میں خشک، بے جان اور میکانیکی طریقوں کے بجائے دل چسپ، فرحت انگیز اور تخلیقی طریقۂ تدریس کو اپنانا چاہیے۔اردو اساتذہ کی تربیت کے لیے D.El.Ed (ٹی ٹی سی) اور بی ایڈ کے علاوہ دوران ملازمت کئی تربیتی کلاسز چلائی جاتی ہیں۔ تربیت میں سیکھی گئی جدید تکنیکوں کا بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔عموماً خیال ہے کہ صرف 10 فی صد ہی عمل کیا جاتا ہے 90 فی صد اساتذہ اپنی من مانی سے درس دیتے ہیں۔ آخر میں احقر کا خیال ہے کہ کمرۂ جماعت میں کامیاب تدریس کے لیے اساتذہ کو اولاً اپنے مضمون پر مکمل طور پر عبور، Upto date نالج ہونا چاہیے۔ثانیاً طلبہ کو پڑھانے کے لیے By Chance نہیں بلکہ By Choice جانا چاہیے۔مکمل آمادگی سے کمرۂ جماعت کو جانا اور ہر کلاس سے پہلے اس کی تیاری کرنا سب سے بڑا اور اہم طریقۂ تدریس ہے۔

Md. Faizullah
Lecturer in Urdu, Govt. Degree College,
Rayachoty, Annamayya Dist.

اردو ذریعۂ تعلیم کے اساتذہ میں زبان کی مہارتوں کا فروغ

یم۔سعدالرحمٰن سعد کرنولی

موظف اسکول اسسٹنٹ، کرنول

اردو ذریعۂ تعلیم میں زبان کی مہارتوں کو فروغ دینے میں اساتذہ کا اہم رول سمجھا جاتا ہے۔ ہر دور میں اردو زبان کو سجانے اور سنوارنے کے لیے ادیبوں اور شاعروں نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہے۔

اس عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ زبان کی تدریس معلم اور طلبہ دونوں کے لیے اتنی ہی اہم ہے جتنا انسان کے لیے ہوا اور پانی۔ اگر چہ اس کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں لیکن اس کی کیفیت ایک مردہ جسم کی سی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اردو زبان کو زندہ جاوید رکھنے کے لیے اس کی حسی اور جمالیاتی کیفیت کا اہتمام ضروری ہے۔ زبان کا سیکھنا ہر عام و خاص کے لیے آسان مشغلہ ہے لیکن زبان کی ندرت، انوکھا پن، اور اس کے حسن کی لافانی کیفیت کو اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب کہ معلم زبان کی تدریس میں مہارتوں کو فروغ دینے کی کوشش کرے۔ اس سے قبل مہارتون کی اہمیت وافادیت اور حصول یابی کے لیے درپیش مسائل اور وسائل پر روشنی ڈالوں، ضروری سمجھتا ہوں کہ اردو زبان کی اہمیت وافادیت پر طائرانہ نظر ڈالتا چلوں۔

تعلیم انسان کا بنیادی حق ہے، چاہے وہ کسی بھی ملک کا شہری ہو، وہاں کے دستور اور قوانین کی رو سے بچہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور یہ حصول تعلیم کے لیے مادری زبان کا انتخاب کرتا ہے تو اور بھی کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ ہندوستان کے دستور میں A-21 Article کے تحت تعلیم کو مفت میں فراہم کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ بابائے قوم مہاتما گاندھی کا قول ہے:

> "بچے کو مادری زبان میں تعلیم دینا دیگر زبانوں میں تعلیم دینے سے کئی درجہ بہتر ہے۔"

کسی بھی قوم کی ترقی اور تنزلی کا دارومدار وہاں کے تعلیمی نظام پر منحصر ہے۔ تعلیم ایک ایسا زیور ہے جو انسان کے اندر اخلاق، کردار اور تہذیب کو نمایاں کرتا ہے، جس سے انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے ہی محبت، خلوص، ایثار و قربانی کے جذبے کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔

تعلیم کے ذریعے ہی نیک اور صالح معاشرے کی تشکیل ممکن ہے، حصول تعلیم میں اساتذہ کا کردار طلبہ کے تئیں مشکوک نہیں ہونا چاہیے۔ معلم صاف شفاف اور بہترین اخلاق سے مزین شخصیت کا مالک ہو۔ بچوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا، فکر وفن کے معجزات سے آراستہ کرنا استاد کا اولین فریضہ ہے۔ چوں کہ موجودہ دور مسابقت کا دور ہے، بچوں کو صرف درسی کتاب پڑھا دینا اور امتحانی نکتہ نظر سے نصاب کی تکمیل کر دینا عام سی بات بن گئی ہے۔ اس کے برعکس معلم بچوں کی خفیہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سماج میں محترم و اعلی مقام تک پہنچا سکتا ہے۔

دور حاضر میں محکمہ تعلیم کی جانب سے وقتاً فوقتاً نصاب کی تکمیل، حاضری کی پابندی اور تعلیمی سال کے اختتام پر بہتر سے بہتر نتیجہ لانے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں میں اسباق کو رٹنے اور یاد کر لینے کا مادہ فروغ پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بچے لفظ کی معنویت، استعمال، قواعد وضوابط کے اصولوں کو سیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔ والدین اور محکمہ تعلیمات کا یہی منشا ہوتا ہے کہ بچہ کسی CET یا مسابقتی امتحان میں کامیاب ہو اور مطلوبہ کورس میں داخلہ مل جائے۔ اگر چہ یہ ایک مثبت پہلو ہے مگر اس میں والدین اور بچوں کے ذہنی انتشار ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ بسا اوقات مقصد میں ناکامی حالات کو اور بھی ابتر بنا دیتی ہے۔ ان تمام امور کے پیش نظر قومی تعلیمی پالیسی NEP 2005 نے ایک مدلل اور منظّم تحقیق کے ذریعے نظام تعلیم میں تبدیلی لانے اور اسکول کی سطح پر تمام مضامین میں مہارت حاصل کرنے کی غرض سے استعدادوں کے حصول کو لازم قرار دیا ہے تا کہ بچے میں تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کو فروغ دیا جا سکے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے جدید تعلیم کو موثر، آسان اور سلیس بنانے کے مقصد سے ایک پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ اس کے تحت سنٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے مشترکہ تعاون سے اردو زبان کی کتابوں کے ترجمے، جو زبان کی مختلف مہارتوں پر مبنی ہو، وسعت دینے کی اپیل کی ہے۔

قومی درسیاتی خاکہ 2005

بچوں میں تعلیمی صلاحیتوں کے فروغ کے لیے 1975 سے 2005 تک چار خاکے بنائے گئے جس میں بچوں کے تعلیمی بوجھ کو کم کرنے اور زبان میں مہارتیں پیدا کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ چوں کہ اردو زبان کی ترقی فروغ اور اس کے حقوق کی بحالی کے لیے نہ صرف معلم ذمہ دار ہے بلکہ معاشرے کے

تمام افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں زبان بنیادی طور پر دوطرح سے بولی اور لکھی جاتی ہے، پہلی تحریری دوسری تقریری۔ان دونوں زبانوں کے شکلوں کی گہرائی کو سمجھنا اور اس کی تمام مہارتوں میں عبور ضروری ہے۔ بنیادی طور پر یہ چار مہارتیں اہم سمجھی جاتی ہیں۔

1۔سننا سمجھنا   2۔بولنا   3۔پڑھنا   4۔لکھنا

یہاں پر محترم عزیز احمد صاحب، وکاس کالونی، بلند شہر روڈ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

"جہاں تک مادری زبان کا تعلق ہے پہلی دو مہارتیں یعنی سن کر سمجھنا اور بولنا سیکھنا یکساں طور پر آسان ہوتا ہے۔ یہ دونوں مہارتیں کم و بیش بچے میں چار برس کی عمر تک خود بخود آ جاتی ہیں، لیکن پڑھنے اور لکھنے کی مہارت کو باقاعدہ معلم کے ذریعے ہی فروغ دیا جانا چاہیے۔"

("ماہنامہ دارالعلوم" شمارہ 5 جلد 92 مئی 2008)

نئی تعلیمی پالیسی NEP 2020 کے تحت اردو زبان کی مہارتوں کے فروغ کے لیے:

☆ زبان کی ضروری معلومات فراہم کرنا،

☆ طلبہ کی علمی، فکری تخلیقی اور نفسیاتی استعدادوں کو فروغ دینا۔

☆ درسی کتابوں کے اسباق کے انتخاب میں طلبہ کی ذہنی اور جسمانی عمر کا لحاظ رکھنا۔

☆ ایسے مضامین شامل کرنا جس سے بچوں کے اندر انفرادی، اجتماعی، سیاسی، سماجی، اخلاقی اور قومی شعور میں اضافہ ہو۔

☆ ثانوی مدارس کے طلبہ کے لیے زبان کے مہارتوں کو مکمل فروغ دینے کے لیے ادب کے تمام اصناف کو متعارف کروانا۔

☆ اردو زبان کو جدید دور سے ہم آہنگ کرتے ہوئے عصری تقاضوں کی تکمیل کا ضامن بنانا۔

☆ زبان کی تدریس انسانی زندگی کے درپیش مسائل کے حل کے لیے عملی طور پر ٹھوس اقدامات عمل میں لانا۔

قومی درسیاتی خاکہ 2005

قومی درسیاتی خاکہ 2005 کے تحت زبان کی تدریس استعدادوں کے حصول اور اس کے لائحہ

عمل کے لیے ان سات نکات پر عمل لازم ہے۔

استعدادیں

1۔ سنیے، سوچ کر بولیے (کل جماعتی مشغلہ)

2۔ روانی سے پڑھیے، سمجھ کر بولیے (گروہی وانفرادی مشغلہ)

3۔ سوچیے اور لکھیے (انفرادی وگروہی مشغلہ)

4۔ لفظیات (انفرادی وگروہی مشغلہ)

5۔ تخلیقی اظہار (گروہی وانفرادی مشغلہ)

6۔ توصیف (گروہی وانفرادی مشغلہ)

7۔ زبان شناسی (انفرادی مشغلہ)

مندرجہ بالا استعدادوں کو لسانی استعدادیں بھی کہا جاتا ہے۔ زبان کے تمام اصناف نثر اور نظم کی تدریس کے دوران ان کے حصول کا اہتمام ضروری ہے۔ چوں کہ اس کمیٹی نے تحقیق وتلاش کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پرائمری اور ثانوی سطح پر بچوں کے اندر زبان کو سمجھنے کی صلاحیت کا فقدان ہے۔ اس کو دور کرنے کے لیے محکمہ تعلیمات نے "بیسک ٹسٹ" کے ذریعے پہلی تا پانچویں اور ثانوی سطح پر چھٹویں تا نویں جماعت کے طلبہ میں تعلیمی صلاحیتوں کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے، جس کی وجہ سے مدارس میں خاطر خواہ فائدے حاصل ہو رہے ہیں۔

درسی کتابوں میں اساتذہ کی مکمل رہنمائی کے لیے ہر ایک مضمون کی کتاب میں ہر عنوان کے تحت ان استعدادوں کو واضح کر دیا گیا ہے تا کہ معلم اور طلبہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ دوران تدریس اس بات کا خیال رکھے کہ بچہ کہاں تک اور کس حد تک استعدادوں کو سمجھ رہا ہے۔ دوران تدریس مہارتوں کو فروغ دینے کے لیے زبان کو لچک دار، موثر اور دلچسپ بنائیں۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ زبان کی مہارتوں کے حصول کو روبہ عمل لاتے ہوئے ایک دہے کا عرصہ ہو گیا ہے جس کا نتیجہ بتاتا ہے کہ بچوں میں شعر و ادب سے متعلق دل چسپی بڑھ رہی ہے۔ آخر میں بس یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ معلم تمام استعدادوں اور مہارتوں کو استعمال کرتے ہوئے تدریس کو دلکش اور دلچسپ بنائے اور بچوں کو مستقبل کے ادب کا شاہکار بنائیں۔

M. Sadur Rehman, Retd. School Asst., Kurnool.

اُردو کی ترقی میں اساتذہ کا کردار

سی۔عبدالعزیز تسلیم
صدر مدرس، منڈل پریشد وسطانیہ اُردو اسکول
ایلور (گاؤں)، نندیال (منڈل اور ضلع)

اُردو کی ترقی میں اساتذہ کا رول

کوٹھاری کمیشن کا یہ مشاہدہ نوٹ کرنے کے قابل ہے:

''اچھی سے اچھی تعلیمی اسکیمات ناکام ہو جائیں گے جنھیں ان اسکیموں کو روبہ عمل لانا ہے وہ اگر غیر تربیت یافتہ ہوں اور خود سے تیار نہ ہوں۔لیکن ایک ناقص اسکیم بھی کامیاب ہو جائے گی اگر ٹیچر اچھے ہوں، ایماندار ہوں اور اس پر عمل کرنے پر آمادہ ہوں"

کوٹھاری کمیشن کے اس مشاہدہ سے ہم یہ بات اخذ کر سکتے ہیں کہ بچے کو اُردو تعلیم کی جانب راغب کرنا ٹیچر کا اہم رول ہوتا ہے۔جس طرح کسی بھی اسکول کا معیار تعلیم اچھے اور قابل اساتذہ پر ہوتا ہے،اسی طرح کسی بھی زبان کی ترقی وترویج میں اچھےّ اور قابل اساتذہ کی شدت سے ضرورت ہوتی ہے۔

اگر ہم اُردو زبان کی ترقی میں ٹیچر کے رول پر روشنی ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اساتذہ اپنی کلاس، اپنی اسکول ہی سے اُردو کی ترقی کی منزل طے کرتے ہیں۔ ہمارے مشاہدے میں آیا ہے کہ آج ہر تعلیمی سال اُردو اسکول میں داخلے کا مسئلہ تشویش ناک ہوتا جا رہا ہے،جس کے لیے ہم اساتذہ ہی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔مقامی اُردو طبقے کی بے اعتنائی، اُردو کے بہی خواہوں کی عدم توجہ افسوس ناک ہے۔

آج ہمیں کھل کر بات کرنی ہے۔ سچی بات کڑوی لگے گی۔ چند ایسے غیر موزوں اساتذہ جن کے غیر منصوبہ بند لائحہ عمل سے جنھیں نیچے درج کیا گیا ہے اُردو کو نقصان پہنچ رہا ہے اور مستقبل میں اُردو زوال پذیر ہو جانے کا خدشہ لاحق ہے۔

1۔ برائے نام داخلوں کی مہم چلانا۔اپنے اسکول کا نام تک اُردو میں نہیں لکھوانا۔

2۔ اولیاے طلبہ کو تعلیمی دھوکہ دیتے ہوئے اُردو میڈیم کی حکومتی مسلمہ درجہ رکھتے اِنگلش میڈیم سے تعلیم دینے کا جھوٹا تیقن دینا۔

3۔ ورک ایڈجیسٹمینٹ اور معقولیت (Rationalisation) کے دوران اپنے آبائی وطن کے قریب ٹرانسفر کے لیے داخلوں میں عدم دل چسپی اور تلگو اسکول میں فرائض انجام دینے کے لیے خودی سے آمادہ ہونا۔

4۔ اپنے مشاہدہ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ داخلے کے لیے آئے والدین سے اسکول ٹیچر خود اپنی اسکول میں معیاری تعلیم نہ دینے، دوسری اسکول میں بچوں کو داخلہ دلوانے کے لیے مفت مشورے دیتے ہیں۔

5۔ چند اساتذہ اولیاے طلبہ سے رابطہ ہرگز نہیں رکھتے۔ گاؤں میں ٹیچر کے طور پر اپنی پہچان بنا نہیں پاتے۔

6۔ صرف چند ایسے حضرات ہیں جو اُردو کو ترقی کی راہ ہموار کرنے کے بجائے اپنی اساتذہ تنظیموں کی پبلسٹی میں لگے رہنا۔

7۔ SCERT دفتر میں Summative-1 سوالیہ پرچوں کی تیاری پر ورک شاپ چل رہا تھا۔ SCERT اعلیٰ افسر نے سب کا تعارف لیا۔ بعد ازاں اپنی تقریر میں کہا کہ اُردو اساتذہ کو یہاں کیوں بلایا گیا ہے۔ انھیں سوالیہ پرچے اُردو میں علاحدہ تیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیوں کہ وہ اپنی اسکول میں اُردو بذریعہ تعلم کے بجائے بچوں کو مضمون واری تدریس تلگو اور انگریزی میں دیتے ہیں۔ اس افسر کا یہ جملہ ہم اُردو اساتذہ پر مثل تمانچہ تھا۔ شاید اِس افسر کا اِشارہ ساحلی آندھرا کے اُردو اساتذہ کی جانب تھا۔

8۔ گذشتہ تعلیمی سال کو امراوتی سے ایک اعلیٰ تعلیمی افسر ضلع نیلور کے اُردو مدارس کا دورہ کیا۔ اِس دوران اِس افسر نے مشاہدہ کیا کہ اُردو مدارس میں اُردو اساتذہ اُردو بذریعہ تعلیم کے بجائے فقط انگلش ہی میں مضمون واری تعلیم دیتے ہیں۔ اِس افسر نے منڈل رسورس سینٹر میں مشاہدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُردو درسی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ کیوں کہ اساتذہ اُردو درسی کتب کے بجائے انگلش میڈیم کی درسی کتابیں اپنی اِسکول لے جایا کرتے اور انگلش ہی میں تعلیم دیتے۔ اپنے اس

مشاہدے وتجربے پر اِس افسر نے رواں تعلیمی سال احکامات جاری کیے کہ اکثر اُردو مدارس کو انگلش میڈیم میں تبدیل کیا جائے۔

9۔ آج اُردو اساتذہ تنظیموں کے قائدین بھی اُردو کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے دکھائی دیتے ہیں۔لیکن ان قائدین میں چند ایسے اساتذہ بھی ہمیں دکھائی دیتے ہیں کہ چھوٹی عبارت تک اُردو میں لکھ نہیں پاتے اور نہ ہی دومنٹ کے لیے اُردو محفلوں میں اُردو میں اظہار خیال کر سکتے ہیں۔

10۔ گذشتہ 3 مہینوں سے سوشل میڈیا سے ہم واقف ہوئے کہ اُردو کی ترقی کے لیے تمام اُردو اساتذہ تنظیمیں متحد ہو کر ریاستی سطح پر" اُردو متحدہ محاز" تشکیل دیں۔لیکن اُردو سے نابلد چند حضرات "اُردو متحدہ محاذ " کی لگام اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے حتمی کوشش میں لگے ہیں۔یہ بات اکثر اُردو اساتذہ تنظیموں کو ناگوار لگ رہی ہے۔لیکن!

حوصلوں سے ولولوں سے کام لیجیے
اپنوں سے نہ ہو غیروں سے کام لیجیے

اُردو کی ترقی میں اساتذہ کی جانب سے انجام دیے جانے والے کامیاب مشاغل

1۔ اُردو ہمارے جسم کا ایک حصہ ہے۔اُردو طلبہ اور قوم کے دماغ، دل اور روح کے راستوں سے گذرنے کے لیے اساتذہ کمرۂ جماعت تک محدود نہ رہیں۔باہر سماج میں آکر اُردو پر گفتگو کریں۔ اُردو محفلیں سجائیں۔محبانِ اُردو کو ساتھ لے کر اُردو کی ترقی کے لیے ہر ممکن راہ ہموار کریں۔یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب اُستاد کو تدریس سے بھی زیادہ اُردو سے عشق ہو، اخلاص ہو۔

2۔ درسی کتاب سے ہٹ کر اُردو اخبارات خود پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھنے کے مواقع فراہم کریں۔اساتذہ اپنی استطاعت کے مطابق وقت اور نوٹ کو اُردو کے لیے خرچ کرتے رہیں۔جیسا کہ پروفیسر شوکت حیات نے یوم اساتذہ کے موقع پر ہم سے فون پر رابطہ کیا اور بتایا کہ میرے اسکولی بچوں کے لیے تین سال کے لیے بچوں کے ماہنامے ''اُمنگ'' اور ''بچوں کی دنیا'' کے لیے چندہ جمع کروا رہا ہوں اور اِسی طرح بچوں میں سائنسی رجحان بیدار کرنے کے لیے رسالہ ''سائنس

کی دنیا'' کے لیے بھی 5 سال تک کا چندہ جمع کروا رہا ہوں۔ یہ اُردو کے لیے خوش آئند بات ہے۔ اسی طرح ہم اساتذہ بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اردو کی ترقی کے لیے کچھ نہ کچھ رقم مختص کریں تو اردو کی ترقی وترویج لازمی ہے۔

3۔ اُردو کی ترقی کے لیے اساتذہ کا فریضہ ہے کہ وہ تمام محبان اُردو، شعری وادبی تنظیموں، مسجد کمیٹیوں، اساتذہ تنظیموں سے رابطہ رکھتے ہوئے مثبت رویہ اختیار کرتے ہوئے منصوبہ بندی سے اُردو کے کاز کے لیے کام کریں تو اردو کی ترقی کو کوئی روک نہیں سکتا۔

4۔ ہمارے گھروں اور اِسکولوں میں اردو ماحول اور فضا بنائے رکھیں۔ یہ کام صرف اساتذہ ہی کر سکتے ہیں۔

ہر اُردو اُستاد کو یہ حلف لینا ضروری ہے کہ اُردو میری زبان ہے۔ اُردو میری شان ہے۔ اُردو میری آن بان ہے۔ مجھے اِس کا رسم الخط پیارا ہے۔ میں اُردو کو اس کے اصل لباس میں پسند کرتا ہوں۔ رومن اُردو یا دیوناگری ہندی میں اُردو کا استعمال ہرگز نہیں کروں گا۔

مسلمانوں کی تعلیم کو اپنا خاص موضوع بنانے والے فاضل مصنف محمد اسحاق کی تصنیف ''تعلیم ایک تحریک، ایک چیلنج'' سے مضمون ''اُردو میڈیم کا مایہ ناز طالب علم" پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

سوشیل اُردو ہائی اسکول شولا پور (مہاراشٹرا) کا مایہ ناز اُردو طالب علم تنویر منیار جس نے 1997ء میں میٹرک کے امتحان کے 14 لاکھ اُمیدوارں میں کامیاب امیدواروں کی فہرست میں پہلا مقام حاصل کیا۔

27 جون 1997ء کو ممبئ میں محکمہ تعلیمات کی پریس کانفرنس میں تنویر کی اِنٹر یو کی اہم سرخیاں پیش خدمت ہے۔

نامہ نگار : تنویر ضرور تمھیں اُردو میڈیم میں تعلیم حاصل کرنے سے بہت سی مشکلات پیش آئی ہوں گی

تنویر : آپ کا سوال اُلٹا ہے۔ میری مادری زبان اُردو ہے۔ اُردو میڈیم میں پڑھنے سے ہی آج ٹاپ کر سکا۔

نامہ نگار : کیوں، انگریزی میڈیم سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

تنویر : انگریزی میڈیم کے طلبہ کو سمجھنے سے زیادہ رٹنا پڑتا ہے اور طالبِ علم احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔

نامہ نگار : تم نے ایک عرصہ سے اچھے ٹیوشن لے کر تیاری کی ہوگی۔؟

تنویر : میں نے آج تک کسی جماعت یا کسی مضمون میں ٹیوشن نہیں لی، ٹیوشن سے دماغ مکفل ہو جاتا ہے۔ طالب علم خود نہیں سوچتا اور خود کسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

نامہ نگار : تم اپنا آئیڈیل کس کو مانتے ہو۔؟

تنویر : میں زندگی میں اپنا آئیڈیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تعلیم میں اپنے اساتذہ کو۔

تنویر منیار کی انٹریو کی ان چند سرخیوں سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر اساتذہ ایمان دار ہو، اُردو سے عشق کرتے ہوں، فن تدریس سے رغبت رکھتے ہوں، اپنے سامنے موجود قوم کے پودوں کو تناور درخت بنانے کی فکر میں لگے ہوں تو ضرور تنویر منیار جیسے اُردو طلبہ زمین پر تارے بن کر ہاتھ میں اُردو کا پرچم لہراتے چمکتے رہیں گے۔ ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ تنویر منیار جیسے اُردو طلبہ کی کارکردگی سے اُردو کا فروغ ہو پائے گا، جس کے لیے شرط ہے کہ تنویر منیار کو مِلے اساتذہ اُردو کو اور اُردو طلبہ کو میسّر ہوں۔

ہندوستان میں آج اُردو کو لے کر تعصب کا اندھیرا بھیانک ہے۔ اُردو اساتذہ کی محنت اور لگن کا اُجالا اِس سے بڑھ کر رہے تو ہر ہندوستانی کے زبان پر اُردو کا بول بالا رہے گا۔ اُردو کی ترقی میں لگے رہیں۔ اُردو خود اپنی زبان سے یہ شعر کہتی ہے!

یہ کس نے کہا کہ میں ناتوان ہوں
اُردو زباں ہوں میں بھی جوان ہوں

C. Abdul Azeez Tasleem
Head Master
Mandal Parishad Secondary Urdu School
Eluru, Nandyal Mandal & Dist.

☆☆☆

اردو زبان کی تعلیم و تدریس میں جدید وسائل اور امکانات

مولانا حافظ محمد سیفی عمری

استاذِ زائر، وزیٹنگ پروفیسر

جامعہ دار السلام، عمر آباد (تامل ناڈو)

تعلیم وہ بنیاد ہے جس پر معاشروں کی ترقی اور فرد کی کامیابی کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔اس متحرک اور ترقی پذیر دور میں جہاں علم اور ٹکنالوجی کی رفتار بہت تیز ہے، اختراعات کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ یہ اختراعات تعلیمی نظام کو بہتر بنانے ،طلبہ کی کارکردگی کو بڑھانے اور مجموعی طور پر تعلیمی معیار کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

گزرتے زمانہ کے ساتھ تدریس اور تعلیم میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں۔ پہلے حفظ و تکرار اور روایتی طریقوں سے تدریس کی جاتی تھی۔اب جدید تدریسی طریقوں میں تعامل اور فعالیت نظر آتی ہے۔ طلبہ کی افہام اور تفہیم کے لیے سائنس اور ٹکنالوجی کے سہارا لیا جاتا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ چند سالوں میں سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں نمایاں ترقی واقع ہوئی ہے اور حیران کن بات ہے کہ انسان کے اندر بھی اس نئی ٹکنالوجی سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے۔آج مختلف شعبوں کے نئے علوم اور غیر منکشف علاقوں کی کھوج کے لیے تخلیقی ذہنوں کی شدید ضرورت ہے۔ جدید دور میں ہمیں ٹکنالوجی اور جدید تکنیک سے قدم ملا کر چلنے کے لیے جدید طریقوں کو اپنانا ہی واحد راستہ ہے۔

اسکولوں میں اب بھی بہت سارے اساتذہ خصوصاً اردو کی تدریس روایتی چاک-ٹاک طریقے سے کرتے ہیں، جس سے صرف مضامین کی بنیادی معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ طریقہ اب outdated ہو چکا ہے اور اب ہمیں اس حصار سے باہر نکلنے کی ضرورت ہے۔

اگر اساتذہ جدید تدریسی طریقوں کا استعمال کریں اور اسباق کو زیادہ سائنسی طریقے سے پیش کریں، تو بہت سے مسائل، بشمول بے روزگاری، کو حل کیا جا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ بنیادی تعلیمی نظام اور ہائیر سیکنڈری اسکول کے نظام کو مضبوط بنیاد فراہم کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے آج

ضرورت ہے کہ ہم اپنے نصاب اور طریقہ تدریس کا از سرنو جائزہ لیں۔ جس قدر ممکن ہو سکے ہم جدید طرز تدریس و تعلیم میں جو مفید اور ثمر آور ٹکنالوجی اور تکنیک ہے اس کو بتدریج اپنے تعلیمی نظام کا حصہ بنائیں ورنہ پھر ہماری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں۔

عصر حاضر میں جو جدید طریقہ تدریس ہے اس کے بنیادی نکات یا اہم عناصر مندرجہ ذیل ہیں:

- o طالب علم کو مرکزیت
- o کام اور سرگرمیوں پر مبنی نظام تعلیم
- o وسائل پر مبنی نظام تعلیم
- o مکالمہ اور ایک دوسرے سے مربوط مبنی نظام
- o عملی تطابق اور تجرباتی نظام

ان ہی مندرجہ بالا نکات کی بنیاد پر آج سارا نظام تعلیم گردش کر رہا ہے۔ میں نے اپنے مقالے میں ان نئی اختراعات اور تکنیک کا جائزہ لیا ہے جس نے تعلمی میدان کی تصویر بدل کر رکھ دی ہے اور آنے والے چند سالوں میں ان اختراعات اور ٹکنالوجی کا موثر کردار ہوگا۔ لہٰذا ہم اردو والوں کی ذمہ داری ہے کہ ہم بھی ان نئی تکنیکوں کا سہارا لیتے ہوئے اس میدان میں آگے بڑھیں اور زمانہ کے ساتھ قدم بہ قدم چلیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اردو والے اپنے تعلیمی اداروں کا جائزہ لیں اور بتدریج سہی ان نئی اختراعات کو جگہ دیں جس سے ہمارے طلبہ نہ صرف درپیش مسائل کا بہتر حل پیش کر سکیں گے بلکہ وہ کسی بھی چیلنج کا مقابلہ بہ آسانی کر پائیں گے بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنی صفوں کے لیڈر اور ماہر بنیں گے۔ میں نے اپنے مقالے میں چند اختراعات جو کافی اہم ہیں، ان کا جائزہ لیتے ہوئے ان کا تعارف، تعلیمی میدان میں ان کی اہمیت، چند جگہوں پر عملی تطبیق کی مثالیں، فوائد اور چیلنجوں کا احاطہ کیا ہے۔ چند جگہوں پر تکرار سے گریز کرنے کے لیے میں نے چیلنجوں یا فوائد کا بارہا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ امید کہ یہ مقالہ ہمارے اداروں اور اساتذہ کے لیے کچھ مفید نقوش چھوڑے گا۔ میں نے اپنی باتوں کی وضاحت کے لیے کچھ تصاویر، گرافس وغیرہ کا بھی استعمال کیا ہے۔

ذاتی نوعیت کی تعلیم و تربیت (Personalized Learning)

ذاتی تعلیم کا مطلب ہر طالب علم کے مستوی اور معیار کو پرکھ کر اس کی ضروریات، صلاحیت

اورمہارت کے مطابق تعلیم دینااورسکھلانا ہے۔استاداپنے شاگردکی ضروریات، حالات، پس منظر سے اس بات کی بصیرت حاصل کرتا ہے کہ شاگرد کے لیےکون سا طریقہ کاراور معیار معنی خیزاور مفید ہوسکتا ہے۔روایتی طرز سے ہٹ کراس میں انفرادی طور پر کلاس کے ہر طالب علم کا خیال رکھا جاتا ہے۔اس طرز میں ٹکنالوجی کا استعمال کافی مفیداورثمرآور ہوسکتا ہے۔

ذاتی تعلیم (Personalized Learning) کا اندازہ لگانے کے لیےایک ایسی کلاس روم کا تصور کیجیےجس میں 30 طلبہ زیرتعلیم ہیں۔استاذ روایتی طریقے سے ہٹ کرتمام طلبہ کوایک ہی سبق پڑھانے کے بجائے، ہر طالب کی دل چسپی،صلاحیت اور سیکھنے کی رفتارکودیکھ کر سبق پڑھاتا ہے۔وہ ہر طالب علم کی نفسیات کودیکھ کراندازہ لگاتا ہے کہ کب، کیسےاورکہاں سکھانااورتعلیم دینا ہے۔

یہ بات ذاتی تجربوں اورکئی سروے سے ثابت ہے کہ ہر طالب علم کی صلاحیت جداگانہ اور دل چسپی مختلف ہوتی ہے۔وہ مختلف طریقوں سے سیکھتا ہے۔چناں چہ استاد ہرایک طالب علم کی ''تعلیمی منصوبہ بندی (Learning Plan)'' کرتا ہے۔طلبہ اپنے استاد کے ساتھ مل کرقلیل مدتی (Short Term)اورطویل مدتی (Long Term)اہداف (Goals) تیار کرتے ہیں۔اس سے نہ صرف طالب علمی میں دل چسپی پیدا ہوتی ہے بلکہ وہ خودکواس سے جڑا ہوامحسوس کرتا ہے۔

ذاتی نوعیت کی تعلیم وتدریس میں ٹکنالوجی کی اہمیت

ذاتی نوعیت کی تعلیم وتدریس میں ٹکنالوجی نے کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔سافٹ ویر پروگراموں سے طلبہ کے اخذ کی رفتار میں خاطر خواہ اضافہ دیکھنے کوملا ہے۔جو بات وہ پہلی مرتبہ سمجھ نہیں پاتے، وہ دوتین مرتبہ ویڈیو کومختلف ناحیوں سے دیکھ کرسمجھ سکتے ہیں۔ڈاٹا کی مدد سے استاذ اور طالب علم کی خامیوں اورکمیوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔پھراس کی مدد سے وہ مقاصد اوراہداف کے حصول میں دوبارہ کوشش کر سکتے ہیں۔گھر بیٹھے فاصلاتی تعلیم کے دوران نارتھ کیرولانا کی جانس کاونٹی پبلک اسکول نے ان سافٹ ویر پروگراموں کا بہترین استعمال کیا جس کے نتائج کافی امیدافزااور بہترین رہے۔

ذاتی نوعیت کی تعلیم و تربیت(Personalised Learning)کے لیے کئی ایپس دستیاب ہیں جوطلبہ کی انفرادی ضروریات کے مطابق سیکھنے کے تجربات فراہم کرتی ہیں۔ یہاں کچھ اہم ایپس کا تذکرہ کیا گیا ہے:

1۔ Khan Academy : مختلف مضامین میں ویڈیو اور مشقیں فراہم کرتی ہے۔طلبہ اپنی رفتار سے سیکھ سکتے ہیں اور اپنی کارکردگی کو ٹریک کر سکتے ہیں۔

2۔ Duolingo: زبان سیکھنے کے لیے ایک مشہور ایپ، خاص طور پر اردو سمیت مختلف زبانوں کے لیے مفید۔ یہ انٹرایکٹو طریقے سے زبان سیکھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

3۔ Quizlet : اس ایپ میں طلبہ مختلف مضامین کے لیے فلیش کارڈز، کوئزز اور کھیل بنا سکتے ہیں، جو کہ ذاتی نوعیت کے سیکھنے میں مددگار ہوتے ہیں۔

4۔ Edmodo : یہ ایک سوشل لرننگ پلیٹ فارم ہے جہاں اساتذہ اور طلبہ آپس میں جڑ سکتے ہیں۔طلبہ اپنی پسند کے مطابق مواد اور مشقیں منتخب کر سکتے ہیں۔

5۔ ClassDojo : یہ ایپ طلبہ کی سیکھنے کی سرگرمیوں کو ٹریک کرنے اور والدین کو اپ ڈیٹ کرنے میں مدد کرتی ہے۔اس میں طلبہ کی ترقی کے حوالے سے ذاتی نوعیت کے اہداف مقرر کیے جا سکتے ہیں۔

6۔ Seesaw : یہ ایک پورٹ فولیو ایپ ہے جہاں طلبہ اپنی تخلیقات اور سیکھنے کے تجربات کو شیئر کر سکتے ہیں۔ یہ انھیں اپنی ترقی کو ٹریک کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

7۔ Google Classroom: اساتذہ کو مواد منظّم کرنے، طلبہ کی پیشرفت ٹریک کرنے، اور ذاتی نوعیت کی تدریس کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔

ذاتی نوعیت کی تعلیم وتربیت کی حکمت عملی کیسے تیار کریں

ذاتی نوعیت کی تعلیم وتربیت کے لیے موثر حکمت عملی کی تیاری ضروری ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے۔اس میں ماحول اور حالات کے اعتبار سے تبدیلیاں ضروری ہیں۔ چند موثر اور قابل عمل حکمت عملیاں مندرجہ ذیل ہیں جس کو استاد اپنے کلاس میں نافذ کر سکتا ہے۔

1۔ پروجیکٹ کی بنیاد پر طلبہ کو باصلاحیت بنانا

معاشرے اور سماج میں وہ کون سے واقعات ہیں جو طلبہ کے لیے اہم ہیں؟ ان کی فہرست تیار کریں۔طلبہ کو ایک عنوان دے کر ان سے پروجیکٹ تیار کروائیں۔طلبہ مکمل دل چسپی سے اس موضوع

کو تیار کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر طلبہ کو 'مصنف سے ملاقات' کا ایک پروجیکٹ دیں، جس میں وہ کسی کتاب کے مصنف سے ملاقات کریں گے، کتاب کے موضوع اور اس کی تاریخ پر وہ مصنف سے سوال کریں گے، نیز مصنف کی شخصیت اور اس کے فن سے واقفیت حاصل کریں گے۔ پھر وہ حاصل کردہ معلومات کو معنی خیز انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔ حاصل کردہ معلومات کو وہ زوم کے TED طرز کی گفتگو میں پیش کر سکتے ہیں، یا پھر آرٹ پروجیکٹ یا اسکول کے ویب سائٹ پر پیش کر سکتے ہیں۔

2۔ طلبہ کی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے انھیں وقفہ دینا

طلبہ کی نفسیات کے اعتبار سے چند طلبہ کو دورانِ تعلیم وقفے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اصل تعلیم (Main Stream) سے ہٹ کر کچھ نیا کریں یا کچھ دیر آرام کریں۔ ذاتی نوعیت کی تعلیم و تربیت میں ایک استاذ طلبہ کے برتاو سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ طالب علم کی طبیعت اب اکتاہٹ کا شکار ہے، چناں چہ وہ انھیں کسی دل چسپ موضوع کی طرف توجہ پھیر سکتا ہے۔ کچھ مزاحیہ باتوں سے دلچسپی بحال کر سکتا ہے یا پھر کچھ اور سرگرمی میں لگا سکتا ہے۔ جیسا کہ روہڈے جزیرے کی ایک ماہر تعلیم مائدہ وین ڈایل (Maida Van Dale) بتاتی ہیں:

> ''جب طالب علم سبق کے دوران اکتاہٹ سے دوچار ہو جائے تو اس کا مطلب وہ وقفہ چاہتا ہے۔ چناں چہ اس طالب علم کو وقفہ فراہم کیا جائے۔ وہ چہل قدمی کرے، کچھ ایکسائز کرے یا پھر کچھ دل چسپ سرگرمی میں مشغول ہو جائے جس سے پھر اس کی دل چسپی بحال ہو سکے۔''

3۔ طلبہ کو استاد بنائیں

طالب علم کو کوئی ایک سبق دے کر انھیں پڑھانے کے لیے کہیں جس سے طالب علم کے اندر مہارت اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ کسی بھی تعلیم کی تدریس سے قبل اس کو گہرائی سے سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چناں چہ طلبہ کو پڑھانے کا موقع دیں، ساتھ ہی انھیں چند رہنمایانہ خطوط دیں۔ وہ گھر پہنچ کر اس کی تیاری کریں گے۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر انھیں اپنے ساتھیوں کو سمجھنے اور ان کا مستوی سمجھ آئے گا۔

4۔ پلے لسٹ (Play List)اور لرننگ پلیٹ فارم (Learning Platform) تیار کریں:

موضوع سے متعلق سرگرمیوں کا انتخاب پیش کیا جائے اور طلبہ کو ان کے ذریعے مضمون یا سبق تیار کرنے کے لیے کہا جائے۔ کچھ سرگرمیوں میں ہینڈ آن مواد مل سکتا ہے اور کچھ پر انھیں بھرپور آزادی دی جائے کہ وہ جس طریقہ سے چاہیں تیار کریں۔ کچھ میں گروپ سرگرمیاں دی جائیں جس سے طلبہ کی صلاحیتوں میں قابل قدر اضافہ ہوسکتا ہے۔

5۔ طالب علم کی خواہش کے مطابق کلاس روم ترتیب دیں

نیشنل بورڈ کے سرٹیفائیڈ ٹیچر اپنی کتاب Reclaiming Personalised Learning میں رقم طراز ہیں:

> ''ہمیں اپنی کلاس روم طلبہ کی خواہشوں کے مطابق تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا رنگ، ڈھانچہ طلبہ کی خواہش کے مطابق ہو تا کہ طلبہ اس سے انسیت محسوس کریں۔ نیز کلاس روم کی لائبریری کو نئی کتابوں کے انتخاب کے ساتھ بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے جس میں طلبہ کی دل چسپی کا بھرپور مواد ہو''

وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''دن کی شروعات میں ایک ایسا جملہ کلاس روم میں تحریر کریں جس سے طلبہ کی خود اعتمادی میں اضافہ ہو''۔

ذاتی نوعیت کی تعلیم (Personal Learning) کے فوائد

ذاتی نوعیت کی تعلیم کے مندرجہ ذیل فوائد ہوتے ہیں:

☆ اس سے ہر طالب علم اپنی جگہ خاص (Special) محسوس کرتا ہے۔ ہر طالب علم کی انفرادی ضروریات کے اعتبار سے اس کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ طالب علم کے اندر دل چسپی پیدا ہوتی ہے کیوں کہ وہ اپنی مرضی کی باتیں سنتا ہے اور جو چاہے وہ

راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

- ☆ ذاتی نوعیت کی تعلیم سے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔کوئی بھی تعلیمی لحاظ سے اپنے آپ کو پیچھے یا پچھڑا محسوس نہیں کرتا ہے۔
- ☆ طلبہ کے اندر تخلیقی صلاحیت پروان چڑھتی ہے کہ کیوں کہ استاد یہاں پر طالب علم کی دل چسپی کا بھر پور خیال رکھتا ہے۔

خلاصہ

ذاتی نوعیت کی تدریس اور تعلیم کے بہت سارے فائدے ہیں لیکن ابھی ہمارے سامنے اس کی کوئی واضح تصویر نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ تمام طلبہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے موزوں اور کارگر ہے یا نہیں۔ ایک تنظیمی ماحول میں ذاتی نوعیت کی تدریس و تعلیم کے لیے موثر تکنیکی حل کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر صحیح طریقے سے اس کو استعمال کیا جائے تو پھر یہ تعلیمی میدان میں کافی اہم پیش رفت بلکہ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے اور ان کی مہارتوں کو پر دینے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔

مجازی حقیقت (Virtual Reality)

مجازی حقیقت ایک کمپیوٹر سے تیار کردہ پروگرام یا ماحول ہے جس میں استعمال کرنے والے صارف کو مسئلہ کی تصویر اس ناحیہ سے پیش کی جاتی ہے کہ وہ اس کو حقیقی دکھائی دینے لگے۔صارف اپنے اردگرد سے بے نیاز ہو کر کمپیوٹر کے پیش کردہ ماحول میں ڈوب جاتا ہے۔صارف یا استعمال کرنے والا VR کا ہیڈ سیٹ یا ہیلمٹ پہن کر اس ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ VR یا مجازی حقیقت سے انسان کو بحث و مباحثہ کا بھی موقع فراہم ہوتا ہے۔اس مجازی دنیا سے صارف کو نہ صرف پیچیدہ تصورات سے ہم آہنگی ہوتی ہے بلکہ وہ اس کو بہتر طریقے سے سمجھ سکتا ہے۔

تعلیمی میدان میں مجازی حقیقت (Virtual Reality) کی اہمیت

تعلیمی شعبے میں VR کی اہمیت روز بہ روز ترقی افزوں ہے۔اس سے طلبہ عمیق اور پیچیدہ موضوعات سیکھتے ہیں۔ وہ 3D کے تخروپن اور اشیا سے بات چیت کرتے ہوئے الجھے اور پیچیدہ موضوعات کو سیکھ سکتے ہیں اور فیصلے بھی کر سکتے ہیں۔آج کے دور میں اس طرح کے مختلف ایپلی کیشنز کام کر

رہے ہیں اور ایسے ایپلی کیشنز کی مانگ میں زبردست اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔

تعلیمی ادارے میں اپنے تعلیمی نصاب میں عملی (Practical) پراجکٹس اور ہینڈ آن ٹیچنگ ماڈیولز کو شامل کررہے ہیں، جیسے کہ فیلڈ ٹرپس، جماعتی سرگرمیاں، لیبارٹری کے تجربات اور تکنیکی منصوبے وغیرہ۔ تعلیمی شعبوں میں VR کے تعارف نے تجربات کے ذریعے تعلیم وتدریس کے طریقوں میں تعلیمی انقلاب برپا کردیا ہے، جس سے طلبہ کو پیچیدہ مضامین سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ وہ خشک موضوعات کو عمیق انداز میں سمجھ سکتے ہیں۔ اس مجازی آلہ سے حقیقی دنیا کے تجربات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔

کووڈ کے وبائی مرض کے بعد اس مجازی حقیقت کی مانگ میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ کووڈ کے دوران جب اسکول بند ہوگئے اور فاصلاتی تعلیم میں اضافہ ہوا تو متبادل ٹول کے طور پر VR کی مانگ میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ VR کی مدد سے طلبہ اپنے گھروں اور کمروں میں رہ کر حقیقی دنیا کے تجربوں سے مجازی طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کیوں کہ اداروں نے اس میں حقیقی دنیا کے تجرباتی پہلوؤں کو نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

VR ٹولز اور فیلڈ ٹرپس کے ذریعے طلبہ کو نئے تصورات دریافت کرنے، تاریخی مقامات کا دورہ کرنے کا موقع ملا۔ اس ٹول کی مدد سے انھوں نے مجازی طور پر حقیقی مزالیا اور اس سے لطف اندوز ہوئے۔

Fortune Business sight نے لکھا ہے: 2023 میں VR کی قیمت تعلیمی مارکیٹ میں 14.55 بلین تھی اور آج یہ بڑھ کر 17.18 بلین ہو چکی ہے۔ 2032 تک اس کا مارکیٹ 65.55 بلین یو ایس ڈالر پہنچنے کا امکان ہے۔

(http://www.fortunebusinessinsights.com/industry-reports/virtual-reality-in-education-market101696)

مجازی حقیقت اور اردو زبان کی تدریس

مجازی حقیقت (Virtual Reality) اردو زبان کی تعلیم اور ترویج میں کئی دل چسپ طریقوں سے مددگار ثابت ہوسکتی ہے:

☆ **ثقافتی تجربات:** اردو زبان کے اساتذہ VR کے ذریعے طلبہ کو اردو زبان کے اہم مقامات، تاریخی یادگاروں اور مشہور شخصیات کے ساتھ ملا سکتے ہیں، جس سے وہ زبان کے پس منظر کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

☆ **ادبی شہ پارے:** اردو ادب کے اہم شہ پارے مثلاً شاعری اور کہانیاں، VR میں، پیش کی جا سکتی ہیں تا کہ طلبہ ان کہانیوں کے کرداروں کے ساتھ بات چیت کر سکیں، جو ان کی زبان کی سمجھ بوجھ میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ **حقیقی منظرنامے:** VR طلبہ کو حقیقی زندگی کے مختلف منظرنامے، جیسے بازار یا محفل، میں زبان سیکھنے کی سہولت فراہم کرتا ہے، جہاں وہ اپنی بول چال کی مہارتیں بہتر بنا سکتے ہیں۔

☆ **تلفظ کی مشق:** مجازی حقیقت کے ذریعے طلبہ کو تلفظ کی مشق کروائی جا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے فوری فیڈ بیک ملتا ہے جس سے وہ اپنے تلفظ اور گرامر میں بہتری لا سکتے ہیں۔

☆ **جماعتی سرگرمیاں:** ورچوئل پلیٹ فارم پر طلبہ ایک ساتھ مل کر اردو زبان کی مشق کر سکتے ہیں، جس سے ان کے گروپ ورک کی مہارتیں بہتر ہوتی ہیں۔

☆ **اساتذہ کی تربیت:** مجازی حقیقت (VR) اساتذہ کو جدید تدریسی طریقوں اور منظرناموں کا تجربہ کرنے کا موقع فراہم کر سکتا ہے، جس سے ان کی تدریسی مہارتوں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

☆ **جدید وسائل تک رسائی:** VR مختلف اردو سیکھنے کے مواد، جیسے ویڈیو، کوئز اور ثقافتی معلومات تک رسائی فراہم کرتا ہے، جو سیکھنے کے عمل کو مزید آسان بناتا ہے۔

ان تمام طریقوں سے، ورچوئل رئیلٹی اردو زبان کی تعلیم کو مزید دلچسپ، موثر اور جدید بنا سکتی ہے۔

خلاصہ

تعلیمی میدان میں مجازی حقیقت (VR) کا دائرہ روز بہ روز وسیع ہوتا جا رہا ہے، جس سے تدریس اور تعلیم کے نئے افق کھل رہے ہیں کیوں کہ ٹکنالوجی کی رسائی وسیع اور سستی ہوتی جا رہی ہے۔ اس سے تعلیم کے لیے ایک ہینڈ آن تجرباتی نقطہ نظر پیش ہوتا ہے، چاہے وہ تاریخی واقعات کو تلاش کرنا ہو، پیچیدہ سائنسی تصورات کو سمجھنا ہو یا حقیقی دنیا کی مہارتوں کی مشق کرنا ہو اس سے اسباق کی گہری تفہیم اور سمجھ آتی ہے۔

افزودہ حقیقت (Augmented Reality)

افزودہ حقیقت (Augmented Reality)، مجازی حقیقت کی طرح ایک ٹکنالوجی

ہے۔اس ٹکنالوجی کی مدد سے کمپیوٹر حقیقی دنیا سے معلومات حاصل کرتا ہے اور پھر ان معلومات کو ایک تصویر، متن، گرافکس، آڈیو اور ویڈیو کی شکل میں تخلیق کرتے ہوئے شائقین اور ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہے۔دوسری کارآمد ٹکنالوجیوں کی طرح یہ ٹکنالوجی بھی روز بہ روز ترقی افزوں ہے۔ ہر میدان اور شعبے میں اس کی مانگ میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ چناں چہ ترقی یافتہ ممالک میں آج کل یہ ٹکنالوجی تقریباً اسکولوں کا حصہ بن چکی ہے۔

افزودہ حقیقت (AR) کا اپنا ایک جادو ہے۔ یہ موبائل ایپس، اور بصری گرافک تجربات کے ساتھ ہمارے تعامل کو بدل سکتا ہے۔اس ٹکنالوجی کے ذریعے حقیقی ماحول میں اضافہ ممکن ہے۔مثال کے طور پر اگر آپ اپنے موبائل کو خلا کی طرف گھمائیں گے تو وہ وہاں کے ماحول کو تخلیق کر کے آپ کی اسکرین پر ظاہر کردے گا۔ اس تکنیک سے طلبہ کی تعلیمی لیاقت اور اخذ کی صلاحیت میں اضافہ ممکن ہے۔کیوں کہ AR ٹکنالوجی کی مدد سے اساتذہ تصورات کی مجازی مثالوں کو اسکرین پر دکھا سکتے ہیں، نیز درسی مواد کی تفہیم میں گیمنگ کے عناصر کو شامل کر کے طلبہ میں دل چسپی پیدا کر سکتے ہیں۔

AR تیزی سے سیکھنے اور اور معلومات اخذ کر کے اس کو تادیر یاد رکھنے کے قابل بناتا ہے۔واضح رہے کہ انسانی یادداشت بصری چیزوں کو سماعی چیزوں کے مقابلے تادیر یاد رکھتی ہے۔

AR کی کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ایک AR ایپ کا نام ہے ''Dinosaur 4D+'' ہے۔فلیش کارڈز کے سیٹ کے ساتھ صارفین کو کارڈ کے ذریعے اسکین کرتے ہوئے 3D ڈائناسور دیکھنے کے قابل بناتا ہے، اس کی مدد سے طلبہ ڈائناسور کے حرکات وسکنات کا جائزہ لیتے ہیں اور ساتھ ہی مجازی دنیا میں اس کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں۔ نیز وہ زوم کر کے اس کے ہر عضو کا جائزہ لیتے ہیں۔ ساتھ میں یہ ایپ ڈائناسور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

☆ تعلیمی میدان میں AR کی ایک اور بہترین مثال Google Expeditions کی ہے، جس میں طلبہ کلاس میں بیٹھ کر 3D کے ذریعے سے آتش فشان، طوفان، زلزلے اور یہاں تک کہ DNA کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ یہ اپلی کیشن ایک سو سے زائد اس طرح کی مثالیں پیش کرتا ہے جس میں تاریخ، ٹکنالوجی، سیارچوں، تاروں، چاند پر نزول وغیرہ کی اہم معلومات کو بصری

اسکرین میں اس طرح پیش کرتا ہے کہ وہ طلبہ کے ذہن پر نقش بن جاتے ہیں۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ AR تعلیمی دنیا میں ایک انقلاب لائے گا جس سے طلبہ کی دلچسپی میں اضافہ ہوگا اور یہ طلبہ کے لیے کافی مفید ثابت ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ صرف ابتدائی تعلیم میں مفید اور کارآمد نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم میں بھی کافی مفید اور ثمر آور ہوگا۔

تعلیمی میدان میں AR کے فوائد:

☆ **ایک موثر اور برق رفتار تعلیمی نظام:** طلبہ کو ویڈیو گرافک کے ذریعے تعلیم دیتے ہوئے ان کی اخذی صلاحیت میں نہ صرف اضافہ کرتا ہے بلکہ صوتی ٹکنالوجی کے ذریعے صوتی فارمیٹ میں موضوع سے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔

☆ **تفاعلی تجربات:** AR طلبہ کو 3D ماڈلز اور بصری مواد کے ساتھ بات چیت کرنے کی اجازت دیتی ہے، جس سے مشکل تصورات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔اس کے ذریعے تذکیر وتانیث اور گرامر سمجھنے میں تعاون مل سکتا ہے۔

☆ **دل چسپی:** AR کے ذریعے حقیقی دنیا میں ڈیجیٹل مواد شامل کرنے سے طلبہ کی توجہ حاصل کی جا سکتی ہے، جو انھیں سرگرمی سے شرکت کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

☆ **بصری تصاویر:** ریاضی اور سائنس جیسے مشکل مضامین میں، AR طلبہ کو تجریدی تصورات کو حقیقت میں دیکھنے کا موقع فراہم کرتی ہے، جیسے کہ کیمیاوی ردعمل یا جیومیٹری کی شکلیں۔

☆ **حقیقی دنیا کی مشق:** AR طلبہ کو نظریاتی مواد کو عملی اور زمینی حالات میں استعمال کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے، جیسے کہ طبی یا انجنیرنگ کے مظاہر۔

☆ **ثقافتی اور تاریخی تناظر:** AR تاریخی واقعات یا ثقافتی مواد کو زندہ کر سکتی ہے، جس سے طلبہ کی تاریخ یا فن کی تفہیم میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ **مہارت کی ترقی:** AR طلبہ کو عملی مہارتیں سیکھنے میں مدد دیتی ہے، خاص طور پر طبی، انجنیرنگ اور پیشہ ورانہ تربیت کے شعبوں میں۔

☆ **گیمنگ کے عناصر:** AR میں گیمنگ کے عناصر شامل کر کے سیکھنے کے عمل کو مزید دل چسپ بنایا جا سکتا ہے، جو طلبہ کو فعال طور پر سیکھنے کی ترغیب دیتی ہے۔

خلاصہ

افزودہ حقیقت (AR) ٹکنالوجی نے تعلیمی میدان میں ایک انقلاب برپا کیا ہے۔اس نے روایتی طرز تعلیم کو بدل کر ایسے تعلیمی نظام کو متعارف کرانے کی کوشش کی ہے جس میں طلبہ کی دل چسپی بھی شامل ہے۔ یہ نظام طلبہ کو متاثر کرنے کے ساتھ ان کو اور ان کی شخصیت کو موثر بنائے گا۔

مندرجہ ذیل تصویر کے ذریعے AR اور VR کے فرق کو واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔اس تصویر کو Root Lab نے تیار کیا ہے۔اس کے شکریہ کے ساتھ یہاں پر شاملِ اشاعت کی جارہی ہے تاکہ ان دونوں کے مابین فرق واضح ہو:



اسمارٹ بورڈز (Smart Boards)

اسمارٹ بورڈز کو انٹرایکٹو وائٹ بورڈز (Interactive white Boards) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ڈیجیٹل وائٹ بورڈز ہیں جو کلاس روم اور تعلیمی اداروں میں استعمال ہوتے ہیں۔اساتذہ اور طلبہ اس کو چھو کر، ریموٹ کے ذریعے یا پھر کسی ڈیوائز کی مدد سے ڈیجیٹل مواد جیسے پریزنٹیشن، ویڈیو اور دیگر مفید چیزیں پیش کرسکتے ہیں۔ان اسمارٹ بورڈز کو استعمال کرنے کے بہت سارے فوائد ہیں۔اس سے طلبہ نہ صرف دل چسپی بنائے رکھتے ہیں بلکہ وہ بہ آسانی چیزوں کو سمجھتے ہیں۔

طلبہ کے مشترکہ کاموں کو اس کے ذریعے بہ آسانی انجام دیا جاسکتا ہے۔اسمارٹ بورڈز کلاس

کے مواد کو محفوظ رکھنے اور جمع رکھنے میں مستعمل ہوتے ہیں۔ نوٹس، اسائنمنٹ اور پرزن ٹیشن وغیرہ سب کام اسی کے ذریعے ہوجاتے ہیں۔ اسمارٹ بورڈز کلاس روم میں نوٹ بکس اور کاغذ پر انحصار نہ کے برابر ہوتا ہے۔

اسمارٹ بورڈز کے فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

☆ **استاد و طالب علم کے مابین تعامل اور مکالمہ جاتی تعلیم:** اسمارٹ بورڈز میں اساتذہ تدریس کے دوران طلبہ کو مواد کی فراہمی میں ڈیجیٹل مواد ویڈیو، تصاویر اور ویب سائٹس کے ذریعے فراہم کرتے ہیں، جس سے طلبہ میں دلچسپی اور سرگرم طور پر سبق میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے۔

☆ **باہمی تعاون سے تعلیم:** اسمارٹ بورڈز کو گروپ ورک اور ایک دوسرے کے تعاون کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بیک وقت طلبہ اپنے خیالات کا اشتراک کرسکتے ہیں۔

☆ **لچک داری (Flexibility):** چوں کہ اسمارٹ بورڈز میں مختلف قسم کے مواد کو واضح کیا جاسکتا ہے، اس وجہ سے اساتذہ کو یہ لچک داری حاصل ہوتی ہے کہ مختلف قسم کے مضامین اور مواد کو موثر طریقے سے اس کے ذریعے پیش کرسکیں۔

☆ **طلبہ کی صلاحیتوں کی آبیاری:** کئی ریسرچ اور سروے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ اسمارٹ بورڈز کے استعمال سے طلبہ کی صلاحیتوں میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ جو طلبہ اسمارٹ بورڈز کے ذریعے تعلیم حاصل کیے ہیں ان کا تعلیمی معیار، یادداشت اور سبجیکٹ سے انسیت دوسروں کے بالمقابل کافی وقیع اور گہری ہے۔ NCERT کے ایک سروے کے مطابق اسمارٹ بورڈز کے تعلیم یافتہ طلبہ کی تجزیاتی صلاحیت کافی نکھری ہوتی ہے۔ Bombay IIT کی ایک اسٹڈی کے مطابق اسمارٹ بورڈز کی وجہ سے طلبہ کی تعلیمی قابلیتوں میں اضافہ ہوا ہے اور ساتھ ہی اس کی وجہ سے ان کے اندر دلچسپی در آئی ہے۔

☆ **پُرکشش اور دلچسپ آلہ کار:** اسمارٹ بورڈز سے طلبہ میں دلچسپی اور کشش پیدا ہوتی ہے۔ چوں کہ اساتذہ ملٹی میڈیا عناصر جیسے ویڈیو، تصاویر اور آڈیو فائلوں کو استعمال کرتے ہیں، اس

وجہ سے اسباق میں دل چسپی پیدا ہوتی ہے اور نفسیاتی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ انسان یا طالب علم کو جس چیز سے دل چسپی ہوتی ہے وہ اس کی فروعات اور جزئیات کو ذہن نشین کر لیتا ہے۔

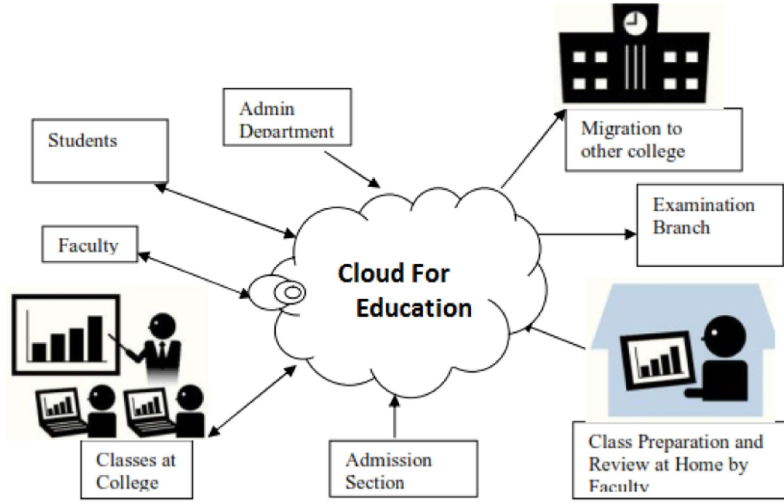
☆ **ماحول دوست:** اسمارٹ بورڈز روایتی طرز تعلیم کے اہم عناصر، بلیک بورڈ، چاک پیس، کاغذ، قلم، دوات کے استعمال کو نہ کے برابر کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ماحولیات کی پائیدار ترقی کے ہدف کے حصول میں آسانی ممکن ہے۔ نیز اس سے وسائل کی بچت ہوتی ہے۔

کلاوڈ کمپیوٹنگ (Cloud Computing)

آج دنیا کی نظریں جن میدانوں کی جانب اٹھی ہوئی ہیں، ان میں سے ایک اہم کلاوڈ کمپیوٹنگ بھی ہے۔ اس نے زندگی کے تمام شعبہ جات میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ کلاوڈ کمپیوٹنگ کے فوائد بے شمار ہیں۔ تعلیمی ادارے فزیکل انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری کے بغیر اپنی ضروریات کے مطابق اس کی خدمات لے سکتے ہیں۔ اس سے اخراجات میں نمایاں طور پر کمی دیکھنے کو ملے گی۔ کلاوڈ کمپیوٹنگ کی رسائی کافی دور تک ہوتی ہے اور اس کی لچک داری بھی کافی موثر ہوا کرتی ہے۔ طلبہ واساتذہ کہیں سے بھی، کبھی بھی کلاوڈ کمپیوٹنگ کے استعمال سے مواد پر دسترس رکھتے ہیں۔

کلاوڈ کمپیوٹنگ سے باہمی تعاون اور مواد کا اشتراک بہ آسانی ہوسکتا ہے۔ طلبہ آپس میں یا اساتذہ کے ساتھ تعاون سے مشترکہ پروجیکٹوں پر بہ آسانی کام کر سکتے ہیں۔ نیز یہ بہتر ڈاٹا اسٹوریج اور سیکورٹی کو پیش کرتا ہے۔ کلاوڈ کمپیوٹنگ سے اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ تعلیمی اور طلبہ کے نوٹس بہتر طریقہ سے محفوظ اور جمع ہوں، ساتھ ہی وقت ضرورت بہ آسانی بازیافت ہوں۔ کلاوڈ کمپیوٹنگ تخصیص اور تعلیمی وسائل میں تنوع کے راستے فراہم کرتا ہے۔ طلبہ کی انفرادی ضروریات کے حساب سے اساتذہ مواد اور طریقہ تدریس فراہم کر سکتے ہیں۔

کلاوڈ کمپیوٹنگ کو مندرجہ ذیل تصویر کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ کار کتنا وسیع ہوتا ہے اور رسائی ہر کہیں سے ہوسکتی ہے۔



کلاوڈ کمپیوٹنگ کی مثالیں

بہت سارے اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں کلاوڈ بیسڈ لرننگ مینجمنٹ سسٹم جیسے کینوس اور گوگل کلاس روم کو اپنایا جاتا ہے۔ ان پلیٹ فارموں پر کورس کی فراہمی، مواد کی تقسیم، اسائن منٹس جمع کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ شکوک وشبہات کا ازالہ کے لیے LMS بھی اپنایا جاتا ہے

اعلیٰ تعلیم میں تحقیق اور ڈاٹا کے تجزیہ کے لیے کلاوڈ سرویزز ایک اہم جز بنتے جارہے ہیں۔ اس میں ڈاٹا کی ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے۔ خصوصاً سائنس اور انجینیرنگ شعبوں میں یہ کافی مفید نظر آتا ہے۔ Google Docs اور Microsoft Teams جیسے ٹولز طلبہ کو مختلف پراجکٹوں پر کام کرنے اور ایک دوسرے کے تعاون میں مدد ثابت ہورہے ہیں۔

چند اہم چلنجز جو کلاوڈ کمپیوٹنگ میں حائل ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ڈیٹا کی حفاظت اور رازداری ایک اہم مسئلہ ہے۔ چوں کہ مختلف طلبہ کے پاس رسائی کے رمز موجود ہوتے ہیں، اس لیے خدشات ہیں کہ یہ رمز غلط ہاتھوں میں پڑیں اور وہ مواد میں کچھ گڑبڑی پیدا کریں۔ نیز اس کے اندر حساس معلومات ذخیرہ اندوز ہوتے ہیں جس تک کی رسائی کبھی کبھار ادارے کی بدنامی کا بھی باعث ہوسکتے ہیں۔

☆ کلاوڈ کمپیوٹنگ کے استعمال کے لیے استاد اور شاگرد کی ڈیجیٹل خواندگی لازم ہے۔اس کے علاوہ دوردراز علاقوں میں انٹرنیٹ کی فراہمی کافی اہم مسئلہ ہے۔لہٰذا ان علاقوں میں ایسے افراد کا کلاوڈ کمپیوٹنگ سے پوری طرح فائدہ اٹھانا مشکل ہے۔ چناں چہ کلاوڈ کمپیوٹنگ کے موثر نفاذ کے لیے ان مسائل کا حل ضروری ہے۔

خلاصہ

کلاوڈ کمپیوٹنگ تعلیم میں ایک اہم تبدیلی کی جانب اشارہ کررہا ہیڈ جس سے بہتر رسائی، تعاون اور موثر کارکردگی یقینی ہے۔دنیا بھر کے جن تعلیمی اداروں نے اس کو اپنایا ہے اس کا نتیجہ اس ٹکنالوجی کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔لیکن یاد رہے کہ کسی بھی تکنیک یا ٹکنالوجی کا نفاذ اپنے ساتھ بہت سارے مسائل اور چیلنجز لاتا ہے لیکن اس کے پیش کردہ مواقع، وسیع اور امید افزا ہیں۔خاص طور پر ان طلبہ کے لیے جو بہتر مضمون لکھنے، یا پروجیکٹ پر کام کرنے کے لیے ایک دوسرے پر منحصر ہیں کلاوڈ کمپیوٹنگ ان کی موثر مدد کرسکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence)

مصنوعی ذہانت (AI) جدید زندگی کے مختلف پہلوؤں کو تبدیل کر دیا ہے اور اس کا تعلیم کے شعبے پر خاصا گہرا اثر ہے۔تعلیم میں AI کا انضمام صرف ایک رجحان نہیں بلکہ ایک اہم تبدیلی ہے جس کے ذریعے تعلیمی تجربات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔تعلیمی نتائج میں بہتری لائی جا سکتی ہے اور نظام میں موجود دیرینہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔مصنوعی ذہانت انتظامی کاموں کو خودکار بناتی ہے، جس سے اساتذہ کو حسب ضرورت تدریس پر توجہ دینے کا موقع ملتا ہے۔تعلیم میں AI کا انضمام سیکھنے کے عمل کو تیز کرتا ہے اور طلبہ کو ڈیجیٹل دور کی ترقی پذیر ضروریات کے لیے اہم مہارتیں فراہم کرتا ہے، جس سے ایک زیادہ متحرک اور مؤثر تعلیمی منظرنامہ تخلیق ہوتا ہے۔مشہور ماہرِ تعلیم روس لوکن (Rose Luckin) نے کہا:

''تعلیم میں AI کی اصل طاقت یہ ہے کہ یہ ہمارے علم کو ذہانت

کے ساتھ آپس میں جوڑتی ہے، جس سے ہم اپنے آپ، دنیا اور تعلیم اور سیکھنے کے طریقوں کو بہتر طور پر سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں۔"

مصنوعی ذہانت کے فوائد تعلیمی میدان میں:

ذاتی نوعیت کی تعلیم و تربیت

AI کا سب سے بڑا فائدہ ذاتی نوعیت کی تعلیم فراہم کرنے کی صلاحیت ہے۔ روایتی تعلیمی طریقے اکثر ایک ہی انداز پر مبنی ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے طلبہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ AI، منسلک سیکھنے کی ٹیکنالوجیز کے ذریعے، تعلیمی مواد کو ہر طالب علم کی ضروریات کے مطابق ڈھالتا ہے۔

Bill & Melinda Gates Foundation کی ایک تحقیق کے مطابق، ذاتی نوعیت کی تعلیم کے نظام تعلیمی کارکردگی میں قابل ذکر اضافہ کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر، جن اسکولوں نے ذاتی نوعیت کی تعلیم کو اپنایا، ان میں ریاضی اور مطالعے میں 5% سے 10% تک اضافہ دیکھنے کو ملا۔ AI پر مبنی ٹولز طالب علم کی کارکردگی کے ڈیٹا کا تجزیہ کر کے کام کی مشکل کو ایڈجسٹ کرتے ہیں، اضافی وسائل کی تجویز کرتے ہیں اور ہدف شدہ فیڈ بیک فراہم کرتے ہیں، جس سے ہر طالب علم کو درکار مدد ملتی ہے۔

موثر انتظامیہ

AI تعلیم کے انتظامی پہلو کو بھی انقلاب کی طرف گامزن کر رہا ہے۔ روٹین کے کام جیسے کہ گریڈنگ، شیڈولنگ اور طالب علموں کے ریکارڈ کا انتظام اکثر وقت طلب اور انسانی غلطیوں سے بھرپور ہوتے ہیں۔ AI کے ذریعے یہ عمل تیز اور آسان ہو جاتا ہے، جس سے اساتذہ کو تعلیم پر زیادہ توجہ دینے کا موقع ملتا ہے۔ مثلاً، AI پر مبنی گریڈنگ کے نظام تحریری کاموں اور امتحانات کا تیزی سے اور درست انداز میں جائزہ لے سکتے ہیں۔ 2022 میں Journal of Educational Technology میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق، AI گریڈنگ کے نظام گریڈنگ کے وقت کو 70% تک کم کر سکتے ہیں، طلبہ کو فوری فیڈ بیک فراہم کرتے ہیں اور اساتذہ کو طلبہ کے ساتھ زیادہ معنی خیز تعامل کی سہولت دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں، AI انتظامی کاموں جیسے کہ داخلہ اور شیڈولنگ کو خودکار بنا سکتا ہے، جس سے آپریشنل کارکردگی مزید بہتر ہوتی ہے۔

فیصلہ سازی میں معاون

تعلیم میں AI کے استعمال سے بڑے پیمانے پر ڈیٹا پیدا ہوتا ہے جس کا تجزیہ کر کے طالب علموں کی کارکردگی اور تعلیمی اثر پذیری کے بارے میں بصیرت حاصل کی جا سکتی ہے۔ AI کے نظام طالب علموں کی ترقی کو ٹریک کرتے ہیں، پیٹرن کی نشاندہی کرتے ہیں اور اساتذہ کے لیے قابل عمل سفارشات فراہم کرتے ہیں۔

McKinsey & Company کی 2023 کی رپورٹ نے یہ واضح کیا کہ AI سے حاصل کردہ ڈیٹا پر مبنی بصیرت بہتر فیصلہ سازی کی طرف لے جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، AI پیش گوئی کر سکتی ہے کہ کون سے طلبہ پیچھے رہنے کے خطرے میں ہیں اور ممکنہ مسائل کے حل کے لیے تجاویز فراہم کر سکتی ہے۔ یہ پرو ایکٹو نقطہ نظر تعلیمی حکمت عملیوں کو طلبہ کی مخصوص ضروریات کے مطابق ڈھالنے میں مدد دیتا ہے اور مجموعی تعلیمی نتائج کو بہتر بناتا ہے۔

مختلف مادوں کی تفہیم میں مدد

AI مختلف سیکھنے کی ضروریات کو بھی سپورٹ کر سکتا ہے، بشمول خصوصی ضروریات والے طلبہ کی مدد۔ AI پر مبنی ایپلی کیشنز فوری طور پر ترجمہ فراہم کر سکتی ہیں، بصری طور پر معذور طلبہ کے لیے متن کو آواز میں تبدیل کر سکتی ہیں اور سیکھنے کی معذوری والے طلبہ کے لیے مواد فراہم کر سکتی ہیں۔

2023 میں National Center for Learning Disabilities کی جانب سے کی گئی تحقیق نے ظاہر کیا کہ AI ٹیکنالوجیز، جیسے کہ اسپیچ ٹو ٹیکسٹ ٹولز اور پروڈکٹیو ٹیکسٹ سافٹ ویر، نے ڈسلیکسیا اور دیگر سیکھنے کی مشکلات کے شکار طلبہ کے تعلیمی نتائج میں نمایاں بہتری کی ہے۔ یہ ٹیکنالوجیز نہ صرف تعلیمی مواد کے ساتھ بہتر مشغولیت کو فروغ دیتی ہیں بلکہ ایک زیادہ شامل تعلیمی ماحول بھی فراہم کرتی ہیں۔

خلاصہ

تعلیم کے شعبے میں AI کا انضمام ایک انقلابی قدم ہے جو ذاتی نوعیت کی تعلیم، انتظامی کارکردگی میں بہتری، متنوع سیکھنے کی ضروریات کی مدد، ڈیٹا پر مبنی بصیرت اور عمر بھر کی تعلیم کو فروغ دیتا ہے۔ جیسے

جیسے AI کی ٹیکنالوجی ترقی کرتی ہے، اس کا کردار تعلیم میں مزید اہم ہوتا جائے گا، موجودہ چیلنجز کا حل فراہم کرے گا اور طلبہ اور اساتذہ کے لیے نئے مواقع فراہم کرے گا۔ AI کو تعلیم میں شامل کرنا نہ صرف سیکھنے کے معیار کو بہتر بناتا ہے بلکہ طلبہ کو ایک ایسے مستقبل کے لیے تیار کرتا ہے جہاں ٹیکنالوجی اور تعلیم گہرے انداز میں جڑے ہوئے ہیں۔ موجودہ دور میں مصنوعی ذہانت کی عملی تطبیق کے سلسلے میں سب سے اہم رکاوٹ اس کو واضح طریقہ سے سمجھ نہیں پانا ہے۔ Holon IQ Global Executive Global Panel نے جو سروے کیا اس میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے۔

اختتامیہ

موجودہ دور تبدیلی کا دور ہے۔ ہر میدان اور ہر شعبے میں تبدیلی کا بگل بج چکا ہے۔ عموماً تبدیلی کا آغاز اسکول اور تعلیم گاہوں سے ہوتا ہے۔ جب تک ان اداروں میں تبدیلی نہیں آئے گی ہماری نسل زمانہ کی رفتار سے ہم آہنگ نہیں ہو پائے گی۔ زمانہ ہر تبدیلی کا مخالف ہوتا ہے۔ پرانے لوگ نئی اختراعات سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ انھیں اپنی آرام دہ چیزوں کے چھوٹنے کی فکر کھائے جاتی ہے اور وہ اپنے گوشۂ عافیت (Comfort Zone) سے باہر نکل نہیں پاتے۔ لیکن وقت کی آواز ہے کہ ہم اپنے نصابِ تعلیم کا ازسرِ نو جائزہ لیں، طریقہ تدریس اور طرزِ تدریس میں غیر نفع بخش روایتی طرز کو چھوڑ کر نفع بخش جدید طرز کو اپنائیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے وقت درکار ہو لیکن یہ ناممکن نہیں۔ بتدریج تبدیلی ہمارے خوش آئند مستقبل کی نوید سنانے کی منتظر ہے۔ رب ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

حوالے:

1۔ منگل ایس کیا ورا ما منگل Essential of Educational Technology

2۔ ڈاکٹر روپا رانی شرما اور ڈاکٹر محمد طالب انصاری Modern Trends and Techniques in Education system

3۔ جے سی اگراوال Organisation and Practice of Modern Indian Education

4۔ الینا ہمیلٹن http://www.forbes.com/advisor/education/it-and-tech/artificial-intelligence-in-school/

5۔ گریونس http://graveiens.com/blog/the-role-of-ar-and-vr-in-education-in-india

6۔ اسٹیفن گوسیٹ http://builtin.com/articles/virtual-reality-in-education

7۔ کیتی میک ڈونل http://study.com/academy/lesson/what-is-a-smart-board.html

8۔ یونیسکو https://www.unesco.org/en/digital-education/artificial-intelligence

9۔ Chat Gpt

10۔ Root lab

Maulana Hafiz Mohamed Saifi Oomeri
Visiting Professor, Jamia Darussalam
Oomerabad, Tamil Nadu



اردو کی ترقی میں اولیاے طلبہ کا کردار

اردو کی تہذیب و وراثت کو بحال رکھنے میں والدین اور اولیاے طلبہ کا حصہ

ڈاکٹر شاذیہ بیگم

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو

ایس کے آر اینڈ ایس کے آر گورنمنٹ کالج فار ویمن (اٹانمس)، کڈپہ

اردو زبان ہماری تہذیب اور ثقافت کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کی تاریخ اور ورثہ ہماری قومی شناخت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس کی جڑیں ہماری تاریخ، روایات اور ادب میں پیوست ہیں۔ اردو زبان کو اپنی مٹھاس اور اظہار کی خوب صورتی کی بدولت ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کی تہذیب میں شاعری، نثر، موسیقی اور روایات شامل ہیں جو ہماری شناخت کی علامت ہیں۔ اردو زبان محض ایک ذریعۂ اظہار نہیں، بلکہ ہماری تہذیب، ثقافت اور قومی وراثت کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ یہ زبان اپنے اندر ایک طویل تاریخی تسلسل، علمی وادبی ورثہ اور تہذیبی رچاؤ رکھتی ہے۔ آج کے دورِ جدید میں، جہاں مختلف زبانوں اور ثقافتوں کے اثرات تیزی سے بڑھ رہے ہیں، والدین اور اولیاے طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اردو کی بقاوفروغ میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کریں تاکہ ہماری آئندہ نسلیں اپنی زبان اور تہذیبی شناخت سے محروم نہ ہوں۔ لہٰذا والدین اور اولیاے طلبہ کا کردار اس زبان کی ترویج اور تحفظ میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اردو ہماری ثقافت، تہذیب اور معاشرت کا وہ قیمتی اثاثہ ہے جو ہمیں نہ صرف ماضی سے جوڑتا ہے بلکہ ہماری آئندہ نسلوں کے لیے شناخت اور پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ جدید دور میں تیز رفتار تبدیلیوں اور عالمی اثرات کے درمیان، والدین اور اولیاے طلبہ کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اردو زبان اور اس کی تہذیبی وراثت کو برقرار رکھنے میں موثر کردار ادا کریں۔

والدین کا کردار

گھر میں زبان کی ترویج: بچے کی زبان پر اولین اثرات اس کے گھریلو ماحول سے مرتب ہوتے ہیں۔ والدین اگر گھریلو محاورے، روزمرہ کی گفتگو اور عام بول چال میں اردو کو ترجیح دیں تو بچے بھی قدرتی طور پر اس زبان کو سیکھتے اور اپناتے ہیں۔ والدین کا اردو میں گفتگو کرنا بچوں میں زبان کی محبت اور رغبت پیدا

کرتا ہے۔ کیوں کہ بچے کی شخصیت کی بنیاد اس کی ابتدائی تربیت پر ہوتی ہے اور اس تربیت میں والدین کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر والدین گھروں میں اپنے بچوں کے ساتھ اردو میں بات چیت کریں، تو بچے اس زبان کو روزمرہ زندگی کا حصہ بنائیں گے اور اس کی لطافت و شائستگی سے بہرہ مند ہوں گے۔

ادب سے رشتہ استوار کرنا: بچوں کو اردو زبان کی چاشنی اور ادب سے واقف کروانے کے لیے ضروری ہے کہ والدین انھیں اردو کی کہانیاں، نظمیں اور کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ اس سے بچوں میں زبان سے دل چسپی بڑھتی ہے اور وہ ادب کے وسیع میدان میں قدم رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ والدین کو اپنے بچوں میں اردو ادب سے محبت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ بچوں کو اردو کی کہانیاں، نظمیں، اور ادبی کتب فراہم کرنی چاہئیں تا کہ ان میں مطالعے کا شوق پیدا ہو اور وہ اردو زبان کے کلاسیکی و جدید ادب سے روشناس ہو سکیں۔

ثقافتی سرگرمیوں میں شرکت: والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اردو کی تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیوں میں شریک کریں۔ جیسے کہ مشاعرے، ادبی میلے اور تقریبات وغیرہ بچوں کو اردو کی تہذیب سے جوڑتے ہے اور انھیں اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ ان کی اپنی زبان کتنی مالا مال اور خوب صورت ہے۔ اس سے بچوں کو اپنی تہذیب کا شعور حاصل ہوگا اور اردو زبان سے ان کا لگاؤ مزید پختہ ہوگا۔

گھر میں اردو کتابوں کی دستیابی: والدین کو اپنے گھروں میں اردو کتابیں، رسائل اور اخبارات کو عام رکھنا چاہیے تا کہ بچے ان سے استفادہ کر سکیں۔ اس سے نہ صرف ان کی علمی استعداد میں اضافہ ہوگا، بلکہ ان کی اردو زبان پر عبور بھی بہتر ہوگا۔

کتب بینی کی ترغیب: والدین اپنے گھروں میں اردو کتابیں، رسائل اور اخبارات رکھ کر بچوں کو کتب بینی کی جانب راغب کر سکتے ہیں۔ گھر میں اردو کتابوں کی دستیابی سے بچے نہ صرف مطالعے کی عادت اپناتے ہیں بلکہ ان کی زبان دانی اور علمی استعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اولیاے طلبہ کا کردار

ایک استاد نہ صرف طلبہ کو زبان سکھاتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے تہذیب، ثقافت اور روایات کو بھی زندہ رکھتے ہیں۔ اردو زبان اور اس سے جڑی تہذیب کی ترقی میں استاد کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ وہ نئی نسل کو زبان کے ساتھ ساتھ اس کی اقدار اور روایات سے روشناس کراتے ہیں۔

تہذیبی ورثے کی منتقلی

ایک بہترین استاد زبان کے ساتھ ساتھ اس تہذیبی ورثے کو بھی طلبہ تک منتقل کرتا ہے جو صدیوں سے اردو ادب اور زبان کے ذریعے زندہ رہا ہے۔ اردو کی شعری اور نثری روایات، ادب میں مروّجہ اخلاقی اصول اور زبان میں شامل تہذیبی رنگ استاد کے ذریعے طلبہ تک پہنچتے ہیں۔ یہ طلبہ میں زبان اور تہذیب دونوں کی محبت کو فروغ دیتا ہے۔

اخلاقیات اور روایات کی تعلیم

اولیاے طلبہ تعلیم کے ذریعے طلبہ کو تہذیبی روایات اور اخلاقی اقدار کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اردو زبان میں شامل ادب، شاعری اور لوک کہانیوں کے ذریعے استاد بچوں کو معاشرتی اور اخلاقی اصول سکھاتے ہیں۔ جیسے بزرگوں کا احترام، دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور سچائی کی اہمیت وغیرہ۔ یہ اقدار طلبہ کی شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور ان کی معاشرتی تربیت کا حصہ بنتی ہیں۔

اردو کے ادبی اور ثقافتی پہلوؤں کا فروغ

طلبہ کو اردو کے ادبی اور ثقافتی پہلوؤں سے روشناس کرائیں کیوں کہ شاعری، غزل، ناول اور ڈرامے کی روایت طلبہ میں زبان کے ساتھ ساتھ ان کی ثقافتی جڑوں سے وابستگی کو بڑھاتی ہے۔ استاد بچوں کو غالب، میر، اقبال اور دیگر بڑے شعرا اور ادبا کے کلام اور کام سے متعارف کراتے ہیں، جس سے انھیں اپنی تہذیب کا شعور ہوتا ہے۔

اردو زبان کے ذریعے تہذیبی شناخت کو اجاگر کرنا

اردو زبان نہ صرف ایک ذریعۂ تعلیم ہے بلکہ ایک تہذیبی شناخت بھی ہے۔ استاد طلبہ کو یہ شعور دیتے ہیں کہ اردو زبان کے فروغ کے ساتھ ساتھ اس تہذیبی ورثے کو بھی زندہ رکھنا ہے جو زبان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ زبان اور تہذیب کی بقا استاد کی رہنمائی میں پروان چڑھتی ہے، جو طلبہ میں اپنی تہذیبی شناخت پر فخر کو ابھارتی ہے۔

اردو زبان میں تہذیبی اظہار

اردو زبان اپنے اندر تہذیبی نزاکتیں اور لطافتیں سموئے ہوئے ہے۔ استاد طلبہ کو بتانا چاہیے کہ کیسے زبان میں موجود ادب، محاورات اور ضرب الامثال کے ذریعے تہذیب اور ثقافت کا اظہار کیا جا سکتا ہے،

تاکہ طلبہ کو اپنی زبان میں مہذب اندازِ گفتگو، شائستہ رویے اور اخلاقیات کے ساتھ جینے کی ترغیب ملے۔

تہذیب کی بحالی میں استاد کا کردار

آج کے دور میں جہاں مغربی ثقافت کا اثر غالب ہوتا جا رہا ہے، استاد کا کردار تہذیب کی بحالی میں مزید اہم ہو گیا ہے۔ استاد بچوں کو مغربی تہذیب کے ساتھ اردو تہذیب کی انمول خوب صورتی اور نزاکت کی اہمیت سمجھائیں، جس سے تہذیب کی بحالی اور بقا ممکن ہوتی ہے۔

معاشرتی رویے اور زبان کا ربط

زبان معاشرتی رویے کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کا درست استعمال تہذیب کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اردو زبان میں جو مہذب اور شائستہ اندازِ گفتگو رائج ہے، استاد اس کو عملی طور پر سکھائیں اور بچوں کو بتائیں کہ معاشرتی رویوں کو بہتر بنانے کے لیے زبان کا درست استعمال ضروری ہے۔

زبان اور تہذیب کے درمیان توازن

زبان اور تہذیب دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ طلبہ کو اس بات کا شعور دیں کہ اگر وہ اپنی زبان کو زندہ رکھیں گے تو اس کے ساتھ ان کی تہذیب بھی زندہ رہے گی۔ تاکہ طلبہ کو زبان اور تہذیب کے درمیان توازن کو برقرار رکھنے میں مدد مل سکے۔

تعلیمی اداروں سے شراکت داری: تعلیمی اداروں میں اردو زبان کی تدریس اور فروغ کے لیے اولیاے طلبہ کو اسکولوں کے ساتھ متحرک کردار ادا کرنا چاہیے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ اسکولوں میں اردو زبان کو مناسب اہمیت دی جا رہی یا نہیں ہے اور نصاب میں اس کی جگہ محفوظ ہے یا نھیں۔ کیوں کہ اردو زبان کی ترویج میں اولیاے طلبہ کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے۔ انھیں تعلیمی اداروں خاص کر Minority اداروں سے یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ اردو زبان کی تعلیم کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے اور اردو زبان کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اساتذہ اور طلبہ کے درمیان خصوصی نشستیں منعقد کی جائیں۔

نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں کی حمایت: اردو زبان کو زندہ رکھنے کے لیے نصابی سرگرمیوں کے ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں کی بھی حمایت ضروری ہے۔ اولیاے طلبہ کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اردو تقاریر، مباحثے اور ادبی محفلوں میں شرکت کی ترغیب دیں تاکہ وہ زبان کی باریکیوں کو سمجھ سکیں اور اسے بہتر انداز میں برتنے کے قابل ہو سکیں، جس سے بچوں کی اردو میں گفتگو اور اظہارِ خیال کی صلاحیت مزید نکھر سکے۔

اردو کی ثقافتی اہمیت اجاگر کرنا: والدین اور اولیاے طلبہ کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کو اردو زبان کی اہمیت اور اس کی تاریخی و ثقافتی وراثت سے آگاہ کریں۔ انھیں یہ باور کرانا ضروری ہے کہ اردو محض ایک زبان نہیں، بلکہ یہ ہماری تہذیبی شناخت ہے۔ بچوں کو یہ احساس دلانا اہم ہے کہ اگرچہ انگریزی اور دیگر زبانوں کا سیکھنا مفید ہے، مگر اپنی زبان سے غفلت برتنا ہماری قومی شناخت کو مجروح کرنے کے مترادف ہوگا۔

سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا استعمال: والدین اور اولیاے طلبہ بچوں کو اردو زبان کے سوشل میڈیا پیجز، چینلز اور ویب سائٹس سے متعارف کروائیں جو اردو ثقافت اور ادب کو فروغ دیتے ہیں۔

عملی اقدامات

1۔ **مکالمہ:** بچوں کے ساتھ اردو میں گفتگو کریں۔ یہ گفتگو مختلف موضوعات پر ہو سکتی ہے، جیسے کہ "تمہاری پسندیدہ کتاب کون سی ہے؟" اس طرح کی گفتگو بچوں کی زبان کی مہارت کو بہتر کرتی ہے۔

2۔ **مطالعہ:** بچوں کو اردو کتب، اخبارات اور رسائل کا مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ مثلاً "اردو روزنامہ" یا "اردو میگزین" کی باقاعدگی پڑھائی سے بچوں کی زبان میں بہتری آ سکتی ہے۔

3۔ **سوشل میڈیا کا استعمال:** والدین سوشل میڈیا پر اردو زبان کے صفحات اور ویب سائٹس کو متعارف کروائیں۔ جیسے کہ اردو شاعری یا ادب پر مبنی گروپس، جہاں بچے اپنی تخلیقات بھی شیئر کر سکیں۔

اردو زبان اور اس کی تہذیب کی بقا میں والدین اور اولیاے طلبہ کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی مشترکہ کوششوں سے نہ صرف اردو زبان کا تحفظ ممکن ہے، بلکہ ہماری تہذیبی وراثت بھی محفوظ رہ سکتی ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی نسلوں کو اردو زبان اور اس کی ثقافت سے وابستہ رکھیں، تاکہ ہماری زبان، تہذیب، اور وراثت کا تسلسل برقرار رہے۔ اردو کی بقا اور ترویج کا فریضہ صرف تعلیمی اداروں تک محدود نہیں، بلکہ یہ معاشرتی اور انفرادی ذمہ داری بھی ہے جسے والدین اور اولیاے طلبہ کو بھرپور طریقے سے ادا کرنا ہوگا۔ یہ ضروری ہے کہ والدین اور اولیاے طلبہ اردو زبان کو اپنے گھروں اور تعلیمی اداروں میں فروغ دیں تاکہ ہماری آئندہ نسلیں اپنی ثقافتی شناخت اور لسانی ورثے سے وابستہ رہ سکیں۔ اردو کی ترقی اور تحفظ کا یہ سفر صرف اداروں تک محدود نہیں، بلکہ یہ ہر فرد کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

Dr. Shazia Begum
Asst. Professor, Dept. of Urdu
SKR & SKR Govt. College for Women (A), Kadapa.

اردوزبان کے تحفظ میں والدین کا حصہ

(اُردو پڑھنے والے طلبہ وطالبات کے والدین سے وابستہ توقعات اوران کی ذمہ داریاں)

ڈاکٹر سید سلطان معین الدین حسینی

ڈاکٹر عبدالحق اُردو یونی ورسٹی، کرنول

اُردوزبان کا تحفظ ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے اور والدین اس سلسلے میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اُردو پڑھنے والے طلبہ وطالبات کے والدین کی ذمہ داریاں اوران سے وابستہ توقعات ایک اہم موضوع ہے، کیوں کہ بچوں کی تعلیمی کامیابی میں والدین کا کردار اہم حیثیت رکھتا ہے۔

اُردوزبان کے تحفظ اور فروغ میں والدین کا اہم رول ہے۔ والدین بچوں کی ابتدائی تربیت اور ان کی زبان دانی میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ والدین کی جانب سے روزمرہ گفتگو میں اُردو کا استعمال اوراس کی اہمیت کا شعور بچوں میں زبان سے محبت پیدا کرتا ہے۔

والدین اپنے بچوں کو زبان کے ارتقا، روایت اور ثقافت سے روشناس کرانے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کردار مندرجہ ذیل طریقوں سے ادا کیا جاسکتا ہے:

1۔ گھریلو ماحول میں اُردو کا استعمال
2۔ اُردو کتب کا مطالعہ اور کہانیاں سنانا
3۔ اُردو میڈیا (ریڈیو، ٹی وی، ڈرامے، فلمیں)
4۔ تعلیمی اداروں میں اُردو کی حوصلہ افزائی
5۔ ثقافتی تقریبات میں شمولیت
6۔ اُردو رسم الخط کا تحفظ

1) گھریلو ماحول میں اُردو کا استعمال: گھروں میں والدین زیادہ سے زیادہ اُردوزبان کا استعمال کریں تاکہ بچے روزمرہ کی گفتگو میں اس زبان کو سیکھ سکیں۔ گھریلو ماحول میں زبان سیکھنے کا عمل نہایت فطری اور موثر ہوتا ہے۔ والدین اگر اپنے گھریلو ماحول میں اُردوزبان کو ترجیح دیں اور بچوں کے ساتھ گفتگو اسی زبان میں کریں، تو بچے فطری طور پر اُردوزبان سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ گھریلو گفتگو کا اثر بچوں کی ابتدائی زبان دانی اور الفاظ کے انتخاب پر گہرا ہوتا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ بچپن میں مادری زبان میں بات چیت بچوں کی زبان دانی اور فکری صلاحیتوں کو بہتر کرتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی تحقیق میں کہا ہے۔

" گھریلو ماحول میں زبان کا فروغ ہی اصل میں زبان کے تحفظ کی بنیاد ہے"

2) اُردو کتب کا مطالعہ اور کہانیاں : اُردو ادب کا مطالعہ اُردو زبان کے تحفظ کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ والدین اپنے بچوں کو اُردو کہانیاں سنائیں، کتب پڑھنے کی ترغیب دیں اور کلاسیکی ادب جیسے علامہ اقبال، غالب اور دیگر معروف شعرا کے کلام سے روشناس کرائیں۔ بچوں میں کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالنے سے زبان کی محبت اور فہم دونوں پروان چڑھتے ہیں۔

3) اُردو میڈیا (ریڈیو، ٹی وی، ڈرامے، فلمیں): اُردو زبان کی بقا میں جدید میڈیا بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کے ساتھ اُردو ڈرامے، فلمیں اور دستاویزی پروگرام دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو خبروں اور ریڈیو نشریات کو سن کر بھی بچوں کی زبان دانی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

4) تعلیمی اداروں میں اُردو کی حوصلہ افزائی: والدین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے بچے اُردو کو بطور مضمون اختیار کریں اور اس میں دلچسپی لیں۔ اُردو کو صرف روزمرہ کی بول چال تک محدود نہ رکھیں بلکہ بچوں کی تعلیمی زندگی میں اُردو کو شامل کریں۔ اسکولوں اور کالجوں میں اُردو کے فروغ کے لیے والدین کو بھی اداروں سے تعاون کرنا چاہیے۔ والدین بچوں کے لیے اُردو کتابیں، رسائل اور کہانیاں فراہم کر سکتے ہیں تاکہ وہ اُردو کے مختلف اسالیب سے واقف ہوں۔ اس سے بچوں کو اُردو ادب اور زبان کے ذخیرے سے آشنائی حاصل ہوتی ہے اور ان میں مطالعے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

5) ثقافتی تقریبات میں شمولیت: والدین بچوں کو اُردو تہذیب اور ثقافت سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ اُردو زبان اور ثقافت کو زندہ رکھنے کے لیے والدین کو اپنے بچوں کو اُردو مشاعرے، ڈرامے اور دیگر ثقافتی تقریبات میں شرکت کرانا چاہیے۔ اس طرح بچوں کو زبان کی لذت اور اس کی ادبی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ جیسے اُردو شاعری، نثر اور فنون لطیفہ کا تعارف۔ یہ اُردو زبان کے ساتھ ساتھ اس کے تاریخی اور ثقافتی ورثے کو بھی محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

6) اُردو رسم الخط کا تحفظ: والدین اپنے بچوں میں اُردو رسم الخط سیکھنے اور اس کی مشق کرنے کی عادت ڈالیں۔ ٹیکنالوجی کے بڑھتے استعمال کے ساتھ بچوں میں اُردو رسم الخط کا استعمال کم ہوتا جا رہا ہے، جو زبان کی بقا کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ والدین بچوں میں اُردو میں لکھنے اور پڑھنے کی مہارتیں پیدا کرنے پر توجہ دیں۔ والدین کا کردار اس تمام عمل میں نہایت بنیادی ہے کیوں کہ بچے گھریلو ماحول

سے زبان سیکھنا شروع کرتے ہیں۔ اگر والدین اُردو کی اہمیت کا ادراک رکھتے ہوں تو وہ اپنے بچوں کو زبان کی تعلیم اوراس کے فروغ کے لیے موثر اقدامات کر سکتے ہیں۔

تعلیم کا شعور دینا اور مقصدیت سمجھانا والدین کی پہلی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے بچوں کو تعلیم کی اہمیت سے روشناس کرائیں اور انھیں سمجھائیں کہ تعلیم کا مقصد صرف روزگار حاصل کرنا نہیں بلکہ ایک کامیاب اور متوازن زندگی گزارنا بھی ہے۔ اُردو زبان پڑھنے والے طلبہ وطالبات کے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو اُردو زبان وادب کی اہمیت اوراس کے معاشرتی، ثقافتی اور علمی پہلوؤں سے آگاہ کریں تاکہ بچوں کو اُردو کے ذریعے وسیع تر علمی ورثہ سمجھنے کا موقع ملے۔

والدین گھر میں مطالعے کا ماحول پیدا کریں۔ گھر میں ایسا ماحول پیدا کریں، جہاں بچوں کو باقاعدہ مطالعے کی ترغیب دی جائے۔ خاص طور پر اُردو کتابوں، اخبارات اور رسائل کا مطالعہ بچوں کو زبان کی گہرائی تک پہنچنے میں مدد دے گا۔ اُردو پڑھنے والے طلبہ کو نصاب کے علاوہ ادب، شاعری، افسانے اور دیگر علمی مواد تک رسائی حاصل ہونی چاہیے، جس کے لیے والدین انھیں کتب خانوں اور ادبی تقریبات میں لے جاسکتے ہیں۔

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی میں براہ راست حصہ لیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بچوں کے ہوم ورک میں ان کی مدد کریں، ان کے تعلیمی مسائل کو سمجھیں، اساتذہ سے ملاقات کریں اور بچوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہیں۔ اُردو کے ساتھ جڑے طلبہ کی خاص توجہ زبان کی ترقی پر ہوتی ہے اوراس کے لیے والدین کوان کی زبان دانی کو بہتر بنانے میں مدد فراہم کرنی چاہیے۔ والدین کی اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کو ذہنی اور جذباتی حمایت فراہم کریں۔ اُردو طلبہ کو کبھی کبھار یہ سوچنا پڑتا ہے کہ آیا ان کی زبان کا معاشرتی اور پیشہ وارانہ میدان میں کوئی مستقبل ہے یا نہیں۔ ایسے وقت میں والدین کوان کے حوصلے بلند رکھنے چاہئیں۔ یہ یقین دلانا چاہیے کہ اُردو ایک اہم اور عالمی زبان ہے اوراس کی تعلیم بھی اہم ہے۔ تعلیم کا مقصد صرف کتابی علم نہیں بلکہ کردار سازی بھی ہے۔ والدین کو بچوں میں اچھے اخلاق، صبر، محنت اور ایمان داری جیسی صفات پیدا کرنے پر توجہ دینی چاہیے۔

والدین طلبہ کے اساتذہ اوراسکول کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اُردو پڑھنے والے طلبہ کی تعلیمی ضروریات کو سمجھنے اوران کی بہتری کے لیے والدین اوراساتذہ کے درمیان بہترین رابطہ ضروری ہے۔ اُردو کے فروغ میں اساتذہ طلبہ اور والدین، تینوں مل کر بہتریں کردارادا کر سکتے ہیں۔ وہ اُردو زبان کی ترویج و

ترقی میں حصہ لیں اور بچوں کو اُردو زبان سے محبت کرنے کی ترغیب دیں۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ جدید معاشرتی اور تعلیمی رجحانات میں اُردو کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ والدین کی ان ذمہ داریوں کو سمجھ کر ان پر عمل کرنا طلبہ و طالبات کی تعلیمی ترقی اور اُردو زبان کے فروغ کے لیے نہایت ضروری ہے۔

پروفیسر غلام شبیر رانا کی تحقیق میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے:

" اُردو زبان کے فروغ میں والدین کا فعال کردار نہایت ضروری ہے، خاص طور پر بچوں کی ابتدائی عمر میں۔"

رابطہ عالمی اُردو کانفرنس کے مطابق:

" اُردو زبان کی بقا میں سب سے اہم کردار بچوں کی ابتدائی تعلیم اور تربیت کا ہے اور یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس زبان کو فروغ دیں۔"

ٹیکنالوجی کے مثبت استعمال کے ذریعے اُردو زبان کے مواد تک رسائی آسان ہوگئی ہے، جیسے اُردو آن لائن کتابیں، لغات اور تعلیمی ویڈیوز۔ اس سے بچوں میں اُردو زبان کی تعلیم اور تفہیم میں مزید دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ والدین اگر ان تمام نکات پر عمل کریں تو اُردو زبان کا مستقبل روشن ہوگا اور آنے والی نسلیں بھی اس زبان سے منسلک رہیں گی۔

حوالہ جات

1۔ اُردو زبان کا تحفظ اور ہمارا کردار، ہلال، زاہد، اُردو اکادمی کراچی

2۔ گھریلو ماحول اور زبان کی بقا، قریشی محمد اشرف، فیروز سنز پبلشرز

3۔ اُردو اور جدید میڈیاز، عباسی، فاطمہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن

4۔ والدین کا کردار بچوں کی تعلیمی ترقی میں، محسن، محمد عارف، تعلیم و تربیت جریدہ، 2020

5۔ اُردو زبان کی ترویج میں والدین کا کردار، شاہین، عبدالقیوم، اُردو ادب فورم، 2019

6۔ تعلیم اور والدین کی ذمہ داریاں، علوی، فاروق، اسلامی تعلیمات جریدہ، 2021

Dr. Sultan Moinuddin Hussaini

Dr. Abdul Haq Urdu University, Kurnool



اردو طلبہ کے والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داریاں

اے۔کوشلیا دیوی
اردو لکچرر، گونمنٹ کالج
بنا گانا پلی، ضلع نندیال، آندھرا پردیش

علم حاصل کرنا ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔علم سے آدمی، انسان بنتا ہے۔تعلیم دوطرفی ہے یعنی دوسروں کو معلومات کا فراہم کرنا اور کسی سے معلومات حاصل کرنا۔علم کے بغیر ہم سب ادھورے ہیں۔علم مقصد کا تعین کرتا ہے اور مقاصد کو حاصل کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔بقول ارسطو:

" تعلیم ایک صحت مند جسم میں ایک صحت مند دماغ کی تخلیق ہے۔
یہ انسان کی استعداد، خاص طور پر اس کے دماغ کو ترقی دیتا ہے"

علم انسان کو غور وفکر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔علم ہی انسان کی اندرونی صلاحیت کو باہر نکالتا ہے۔ علم انسانی اقدار کی ترقی میں مدد دیتا ہے۔علم انسان کو تہذیب سے متعارف کرواتا ہے اور ایک اچھا شہری بناتا ہے۔ایک اچھا شہری ہی ایک اچھے سماج کی بنیاد ڈالتا ہے جس سے ایک اچھا سماج تشکیل پاتا ہے۔ علم سے مکمل شخصیت اور صلاحیت کی نشوونما ہوتی ہے۔

ہر انسان کو اگر مستقبل سنوارنا ہے تو تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔تعلیم سے انسان کی مکمل تیاری ہوتی ہے کیوں کہ اس میں اسکولوں اور کالجوں میں صرف ڈگریاں ہی حاصل کرنا نہیں بلکہ تہذیب ، اخلاق، اقدار، تمیز وغیرہ سے آراستہ ہونا بھی شامل ہے۔

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

" تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہیے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالیہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر"

فرد کو اپنی زندگی موثر طریقے پر گزارنے کے لیے تعلیم کے ڈھانچے میں ڈھلنا ہی ہوتا ہے اور نئی نئی چیزوں کو سیکھ کر دورِ حاضر میں اپنے آپ کو ایک قابل شخصیت بنانا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد منظور عالم یوں لکھتے ہیں:

" جب انسان تعلیم یافتہ ہوتا ہے تو وہ اپنے بارے میں اپنے مستقبل کے بارے میں ارگرد کے حالات کے بارے میں سوچتا ہے۔ آزادانہ فیصلہ لیتا ہے۔ اپنی زندگی پر سب سے پہلے اپنا حق سمجھتا ہے اور کسی بھی انسان میں آزادی کی یہ صفت علم کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ دنیا بھر میں غلاموں کو علم حاصل کرنے سے روکا گیا۔ انھیں علم سے محروم کیا گیا اور جس کسی نے بھی علم حاصل کر لیا اس نے اپنی غلامی کے خلاف آواز بلند کی۔ انسانی پامالی کے خلاف تحریک چلائی اور اپنے علم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے معاشرہ میں آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔"

علم ہی وہ روشنی ہے جس کی روشنی میں ہم اچھائی اور برائی میں فرق کو جان سکتے ہیں۔ علم ہی ایک اچھے معاشرہ کی بنیاد بنتی ہے اور معاشرہ ترقی پاتا ہے۔

علم حاصل کرنے کا ذریعہ زبان ہے۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ انسان اپنی مادری زبان میں ہی بہتر تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ ہماری مادری زبان اردو ہے اور ہمیں اردو میں ہی تعلیم حاصل کرنا ہے۔ لیکن آج کل اردو کی حالت تشویش ناک ہے۔

ڈاکٹر عزیز سہیل کہتے ہیں:

" اردو زبان کی صورت حال کو موجودہ دور میں ہر طرف چیلنجز کا سامنا ہے۔ ایک طرف تو اردو زبان حکومت کی ناانصافیوں کا شکار ہے اور اپنے حق کو منوانے میں لگی ہے تو دوسری طرف اردو سے تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو بہتر روزگار کے موقعوں کا

سامنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم کے میدان میں بھی اردو زبان اور اردو ذریعۂ تعلیم کو ختم کرنے کی سازشوں کا سامنا ہے۔ اردو کے طالب علموں کے سامنے ایک اور بڑا چیلنج اپنی زبان کو عصری تقاضوں، سائنس اور ٹکنالوجی سے جوڑنے اور زمانے کے ساتھ ساتھ قدم ملا کر چلنے کا سامنا بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے چیلنجز اردو ذریعۂ تعلیم اور طلبہ کو درپیش ہیں۔"

(معمار جہاں، جولائی 2020)

ایسے کئی چیلنجز کا سامنا کرتے ہوئے اردو ذریعۂ تعلیم کو باقی رکھنا ہوگا، نہیں تو اردو کا خاتمہ ہوگا۔ ورنہ اسکولوں، کالجوں میں اردو کے نام و نشان کو مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ اسی لیے ہم سب کو چاہیے کہ اردو کی ترقی و ترویج کو یقینی بنائیں۔

اردو کی ترقی و ترویج: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے زبان کو عام کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے اردو داں اور محبان اردو کو بھی سرگرم ہونے کی ضرورت ہے۔ اردو کی بقا و فروغ کے لیے مسائل کی نشاندہی کر کے اس کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

سجاد ظہیر لکھتے ہیں:

''جب ہم گذشتہ دس سال پر نظر ڈالتے ہیں اور ہندوستان میں اردو کی موجودہ حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ ناخوشگوار حقیقت نظر آتی ہے کہ ٹھیک انہیں علاقوں میں جہاں سے اردو نکلی ہے اور جہاں لاکھوں آدمی اردو بولتے ہیں، یعنی اتر پردیش، دہلی کے نواح مشرقی پنجاب، بہار امدھیہ پردیش اور راجستھان کے علاقے اور دکن کے بعض حصے ان علاقوں میں طرح طرح کی پوچ اور لچر دلیلوں کو پیش کر کے اردو والوں کو ان کے بنیادی حقوق (جن میں سب سے اہم اور بڑا یہ ہے کہ اردو پڑھنے والے بچوں

کی تعلیم کا معقول اور مکمل انتظام کیا جائے) سے بڑی حد تک محروم
کیا گیا ہے۔''

(اردو کا حال اور مستقبل)

اردو طلبہ کے والدین اور سر پرستوں کی ذمہ داریاں: آج کے دور میں اردو پڑھنے والے طلبہ بہت ہی کم ہوتے جارہے ہیں۔اس کی وجہ طلبہ میں احساس کمتری اور دل چسپی میں کمی ہے۔ جو بھی طلبہ اردو سیکھنے کی خواہش پر اردو ذریعۂ تعلیم اختیار کرتے ہیں۔ایسے طلبہ کے والدین کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا خاص خیال کریں۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں میں احساس کمتری کو دور کریں۔ والدین اپنے بچوں کو پڑھا کر ایک اچھی زندگی گزارنے کے قابل بنائیں۔دور حاضر کے مسابقتی زمانے میں اردو طلبہ کو دوسرے طلبہ کے برابر تیار کرنا ہے۔آج کا تقاضا یہ ہے کہ اساتذہ جو خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ تو اپنی جگہ خدمات کو جاری رکھیں گے مگر والدین کی بھی ذمہ داری محدود نہیں ہے۔اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچوں کی تعلیمی کارکردگی بہتر ہو اور علم کے ساتھ ساتھ دوسرے مشاغل میں بھی آگے رہیں تو وہ روزانہ تھوڑا وقت اپنے بچوں کے لیے وقف کریں۔بچوں کے ساتھ تعلیمی امور پر گفتگو کریں۔کسی سبجکٹ میں دقت ہے تو بچوں کو سمجھا کر ان کے مسئلے کو حل کریں۔والدین کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کے پڑھائی ،لکھائی میں مدد کریں۔طلبہ کے تعلیمی وسائل کو مکمل کریں۔گھر میں ماں، باپ اور سر پرستوں کو بھی اپنے بچوں پر توجہ دینا ہوگا تاکہ بچے میں کوئی کمی نہ رہے ۔ استاد طلبہ کو پڑھاتے ،لکھاتے اور امتحانات کے لیے تیار کراتے ہیں۔ چند ایسے اساتذہ بھی ہیں کہ جو طلبہ ذہنی طور پر کمزور ہوتے ہیں ایسے طلبہ کا خاص خیال رکھتے ہیں اور انھیں دوسرے طلبہ کے برابر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چند طلبہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پڑھنے اور سمجھنے میں کمزور ہوتے ہیں۔اساتذہ ایسے طلبہ پر خاص توجہ دے کر انھیں بھی قابل بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ۔ایسے اساتذہ کی جتنی بھی تعریف کریں وہ کم ہی ہے۔گھر کا ماحول بچوں کے لیے اخلاقی تعلیم سیکھنے کا وسیلہ ہے۔والدین کے ذریعے ہی بچے اخلاق سیکھتے ہیں۔انھیں اچھے عادات سے آگاہی ملتی ہے۔بری عادتوں سے دور رہنے کی تلقین ملتی ہے۔اس معاملے میں والدین کا اہم رول ہوتا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ اردو پڑھنے والے اپنے بچوں کے حوصلہ افزائی کریں اور انھیں راستہ

دکھائیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اردو پڑھنے سے سرکاری نوکری یا کمپنیوں میں نوکری نہیں ملتی۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اردو میں بھی ایسے ادارے ہیں جن میں انجیرنگ، جرنلزم، وکالت، دیگر سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والے کورس ہیں اور نصاب بھی موجود ہے اور یہ اردو ذریعۂ تعلیم میں ہے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو اردو میں تعلیم دلاتے ہوئے ہر طرح مواقع فراہم کریں اور ڈگریاں حاصل کرنے میں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

اردو پڑھانے میں والدین کی احساس کمتری: والدین میں اپنی مادری زبان یعنی اردو پڑھانے میں دل چسپی کم ہوتی جارہی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ زمانہ کے تقاضے کو پورا کرسکیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ بچے دوسرے بچوں سے پیچھے رہ جائیں۔ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا میں بچوں کو اُبھار سکیں۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اردو کے نصاب میں ایسی کمیاں ہیں جس سے سائنس اور ٹیکنالوجی کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اردو پڑھنے والے طلبہ کے لیے روزگار کے راستے بھی کم ہوتے ہیں۔ اس لیے ماں باپ اپنے بچوں کو اردو پڑھانے سے ڈرتے ہیں۔ والدین کی یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو جب پرائیویٹ اسکول میں داخلہ کراتے ہیں تو بچے کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ بچے پر توجہ دیتے ہیں۔ ہوم ورک کراتے ہیں پڑھاتے ،لکھاتے ہیں اور تعلیم پر گفتگو بھی کرتے ہیں۔ جب یہی والدین بچوں کو اردو اسکولوں میں داخل کراتے ہیں تو نہ تو وقت پر اسکول کو بھیجتے ہیں اور نہ تو ان پر توجہ دیتے ہیں۔ جب بچہ گھر پر آتا ہے تو پڑھانا اور لکھانا تو دور کی بات بچوں سے دریافت بھی نہیں کرتے کہ دن بھر اسکول میں کیا کیا۔ بچوں کی تعلیم میں کوئی دل چسپی نہیں لیتے ہیں۔ تمام والدین کو اِس رویہ کو دور کرنا ہوگا کیوں کہ آج کل اردو پڑھنے والے طلبہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ سائنسی علوم بھی اردو میں موجود ہیں۔ اردو طلبہ اپنے آگے کی تعلیم اردو ذریعۂ تعلیم میں کرسکتے ہیں اور روزگار بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ ایسے بھی والدین ہیں جو اردو پڑھ کر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں لیکن اپنے بچوں کو اردو کی طرف راغب نہیں کراتے۔ وہ اپنے بچوں کو انگریزی ذریعۂ تعلیم میں آگے بڑھارہے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر عبدالرشید ارشد نے یوں لکھا ہے:

"یہ بات اِن پر بھی صادق آتی ہے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں
اوران پر بھی جو اوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں،ان میں لیڈر،

پلیڈر، جج، ڈاکٹر،انجنیر ز، پروفیسر، لکچرر،صنعت کار، تاجر بھی
شامل ہیں۔حد تو یہ ہے کہ ان میں اردو کے وہ نمک خوار بھی شامل
ہیں جو اردو کی روٹی کھاتے ہیں۔ اردو انجمنوں، اکیڈمیوں،
اداروں اور بورڈز کے صدور و معتمدین میں کتنے ایسے ہیں جن
کے بچے اردو اسکولوں میں یا اردو میڈیم کے ذریعے پڑھتے ہیں۔
یہ وہ سوال ہے جو عام اردو دان پوچھتے ہیں۔ جواب شاید صفر سے
زیادہ نہ ہوگا!''

(اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم از ڈاکٹر عبدالرشید ارشد،ص:379)

اس عبارت میں ارشد صاحب نے سو فی صد صحیح کہا ہے۔ ہر عہدیدار یا سرکاری یا پرائیویٹ نوکری کرنے والا اپنے بچوں کو گورنمنٹ اسکولوں میں داخلہ نہیں کراتا اور نہ ہی اردو پڑھاتا ہے۔ یہ کس حد تک غلط ہیں یہ کہہ نہیں سکتے کیوں کہ آج کل انگریزی کا بول بولا ہے کسی بھی نوکری کے لیے انگریزی بولنا (English Speaking) ضروری ہے اور والدین یہ محسوس کرتے ہیں کہ کہیں ان کے بچے انگریزی بولنے میں پیچھے نہ رہ جائے جس کی وجہ سے اچھی کمپنیوں میں نوکری حاصل نہ کرسکیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر فرد یا شہری کا بنیادی حق ہے۔ ذریعہ تعلیم چاہے کچھ بھی ہو۔ National Language ہونے کی وجہ سے انگریزی تعلیم کو اہم سمجھا جارہا ہے۔ مادری زبانوں کو ریاستی حد تک محدود کیا جارہا ہے۔خوش قسمتی سے اردو ایک ایسی زبان ہے جس کو ہر علاقے میں بولا جاتا ہے۔ ہر ریاست میں اردو ذریعۂ تعلیم کے طور پر رائج ہے۔ چند ریاستوں میں اردو پڑھنے والے طلبہ کی کمی ہوتی جارہی ہے۔اس میں کہیں نہ کہیں والدین کی بھی ذمہ داری ہے۔ والدین اپنے بچوں کو اردو پڑھائیں اور ان کی پڑھائی،لکھائی کے معاملات کے لیے وقت صرف کریں تو طلبہ کو حوصلہ ملے گا انگریزی اور اردو پڑھنے والوں میں فرق نہ کریں۔ دونوں کو برابر تعلیمی وسائل فراہم کریں۔اردو پڑھنے والے بچوں کو کم نظروں سے نہ دیکھیں۔اردو پڑھنے والے طلبہ کی تعداد گھٹنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اونچے طبقے کے والدین اپنے بچوں کو اردو میڈیم سے پڑھانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔اُن کے بچوں کو انگریزی ذریعۂ تعلیم سے پڑھاتے ہیں۔ نچلا اور متوسط طبقہ ہمیشہ اعلیٰ اور اونچے طبقے کی نقل کرنے کی

کوشش کرتا ہے۔ والدین یہ سوچیں کہ وہ اگر اپنی مادری زبان نہ پڑھائیں تو غیر قوم کے والدین اپنے بچوں کو کہاں سے پڑھائیں گے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو اردو پڑھائیں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز کرائیں۔ اردو پڑھ کر بھی IAS اور IPS بن سکتے ہیں۔ والدین کو اس بات سے بھی واقف ہونا ضروری ہے کہ IPS، IAS ہی نہیں ڈاکٹر، انجنیر، سافٹ ویر وغیرہ بنا سکتے ہیں۔ والدین اپنے ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنے بچوں کا ساتھ دیں۔ علامہ اقبال کی یہ باتیں جو بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہیں۔ وہ اس مقالہ کا اختتامیہ ہے۔

> "جو لوگ بچوں کی تعلیم و تربیت کے صحیح اور علمی اصول کو مدنظر نہیں
> رکھتے وہ اپنی نادانی سے سوسائٹی کے حقوق پر ایک ظالمانہ دست
> درازی کرتے ہیں جس کا نتیجہ تمام افراد سوسائٹی کے لیے نہایت
> درجہ کا مضر ہوتا ہے۔"

A. Kowsalya Devi
Lecturer in Urdu, Govt. Degree College
Banaganapalle, Nandyal Dist. (A.P)



اولیاے طلبہ کو اردو کی جانب راغب کرنے کی اہمیت اور ضرورت

شیخ ستّار فیضی
صدر، انجمن ترقی اردو
کڈپہ ضلع

بچوں کی تعلیمی ترقی میں اساتذہ کے ساتھ ساتھ والدین کا بھی اہم رول ہے۔ وہ تعلیم کے ساتھ تربیت و پرورش کرتے ہیں۔ والدین صرف اپنے بچوں کے لیے ہی جیتے ہیں۔ ان کی نشو ونما سے خوش ہوتے ہیں اور فکر مند بھی رہتے ہیں۔

سماجی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو والدین تین چیزوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

1۔ بچوں کو اچھا نام رکھنا

2۔ اچھی تعلیم دلوانا

3۔ شادی بیاہ نیک اور شریف خاندان میں کروانا

دوسری بات پر توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ والدین کے یہاں احساس ذمہ داری، سماجی شعور، اپنی اولاد کی فکر اور ان کے مستقبل کو روشن بنانے کا منصوبہ رکھتے ہوں۔ تب کہیں جا کر وہ اپنے بچوں کی اچھی تربیت اور پرورش کر سکتے ہیں۔

تعلیم و تربیت میں اساتذہ اور والدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی عدم دل چسپی، لاپرواہی، سستی و کاہلی کریں گے تو بچوں کا مستقبل تاریک ہوسکتا ہے۔ آج تقریباً اردو مدارس جاذب نظر، دل کش و رنگین خوب صورت عمارتیں، ڈیسک، پنکھے، بلاک بورڈ، پینے کے پانی کی سہولت، مفت کھانے کا انتظام بھی بہترین ہے۔ درسی کتابیں، نوٹ بک، بیاگ، یونی فارم، شو اور سا کس بیلٹ بھی دیے جا رہے ہیں۔ والدین کے بینک اکاؤنٹ میں حکومت اپنی طرف سے سالانہ رقم بھی دے رہی ہے۔

عام طور پر اولیاے طلبہ اسکول سے درج ذیل توقعات رکھتے ہیں:

1۔ ان کے بچے خوشی سے اچھی تعلیم حاصل کریں ۔

2۔ ان کا بچہ ایک اچھا شہری بن کرا بھریں۔

3۔ ان کے بچوں کو کسی قسم کی سزائیں نہ دی جائیں۔

4۔ بچوں کو بہتر اور موثر طریقے سے تعلیم دیں۔

5۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاق، کھیل کود، نغموں پر مبنی تعلیم دی جائے۔

6۔ ان کے بچوں کی دل چسپیوں کو اور مہارتوں کے مطابق تعلیم فراہم کریں۔

ان کے علاوہ والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بچے اچھی تعلیم حاصل کریں۔ اچھے عادات اور معاون حیات مہارتوں کو اپنائیں اور وہ یہ بھی توقع کرتے ہیں کہ اسکول متذکرہ و بالا نکات ان کے بچوں کو فراہم کرے۔

اردو مدارس کے طلبہ کے والدین کی صورت حال

تقریباً اپنی اولاد کی نگرانی میں والدین کاہلی و سستی برتتے ہیں۔ اپنی مصروفیات و مجبوریوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ بعض والدین کی غیر ذمہ داری اور عدم دل چسپی دیکھی گئی ہے۔ اس کے کئی وجوہات ہیں۔ غریبی، کم زور مالی و معاشی حالت، کم آمدنی، کثیر اولاد، اپنی روزی روٹی کے لیے تیس فی صد والدین دوسرے ملکوں میں مقیم ہیں۔ بیس فی صد والدین روزانہ مزدوری پر صبح جا کر شام واپس آتے ہیں۔ ایسے حالات میں بچے تعلیم و تربیت اور نگہداشت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اردو اسکولوں کے والدین پی ٹی اے/ ایس ایم سی (PTA/SMC) کی اجلاسوں میں دس فی صد حاضری ہوتی ہے۔ سات فی صد مائیں، تین فی صد باپ کی حاضری دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ صورت حال انتہائی تشویش ناک ہے۔ ایک سروے میں دیکھا گیا کہ مال دار اور سرکاری ملازمین کے بچے اردو مدارس میں دس فی صد بھی نہیں ہیں۔ ''یہ حال پہ دو لال'' کے مصداق انگلش میڈیم پرائیویٹ اسکولیں، کانونٹ، عربی مدرسوں، تلگو میڈیم اسکولوں، ریسی ڈنشیل اسکولوں، یتیم خانوں، کے جی بی وی (KGBV)، ماڈل اسکولوں سے اردو اساتذہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا بہت کٹھن ہے۔ ساٹھ فی صد اردو اسکولوں میں پہلی جماعت میں داخلے برائے نام ہیں اور جو بچے موجود ہیں ان کو بھی والدین ٹی سی (TC) لے کر نکال دینا چاہتے ہیں۔

اردو اسکولوں کی طرف والدین کو راغب کرنے کے چند مشورے:

1۔ صدر مدرس کے علاوہ کلاس ٹیچر، طلبہ کے والدین سے اچھے مراسم رکھیں۔ ان کے بچوں کے متعلق پوچھ تاچھ کرتے رہیں۔

2۔ بچوں کے ماں باپ کو پیرنٹ ٹیچر اسوسی ایشن (PTA) کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کی پرخلوص دعوت دیں۔

3۔ اسکول کی تعلیمی ترقی کے لیے اور مدرسے کی نیک نامی کے لیے سالانہ جلسے منعقد کرکے والدین کو مدعو کرنا چاہیے۔ ان کے بچوں کی تعلیمی ترقی حاضری کا فی صد، گریڈ، غیر درسی مشاغل اور ثقافتی کارروائیوں سے آگاہ کروائیں۔ پروگرس کارڈس ضرور دے کر ان کے بچوں کے معیار سے واقف کروائیں۔

4۔ اسکول میں یوم آزادی، یوم اساتذہ، یوم اطفال، یوم جمہوریہ اور سالانہ یوم مدرسہ شاندار طور پر منائیں۔ ان تقاریب میں والدین کو شریک ہونے کا موقع دیں اور مختلف کارروائیوں سے واقف کروائیں۔

5۔ تعلیمی سال کے آغاز میں بچوں کے داخلوں کے لیے والدین سے ملاقات کریں۔ گھر گھر جا کر دستی پرچے دے کر داخلوں کی اپیل کرنا آج بہت ضروری ہو گیا ہے۔

6۔ اردو مدارس میں شعرا و ادبا، مجاہدین آزادی کی ولادت و وفات کے جلسے منعقد کریں۔ تصویر کشی کے مقابلے، آرٹس گیلری کا انعقاد کرکے والدین کو شرکت کا موقع دیں۔ وہ اپنے بچوں کی تخلیقات کا مظاہرہ کریں گے۔ والدین کو آج گیارنٹی ایجوکیشن پر یقین دلانے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک تلخ اور کڑوی حقیقت ہے کہ 75 فی صد اردو اسکولوں کے بچوں میں معیار کم ہے اور وہ عام معلومات سے بھی تقریباً خالی ہوتے ہیں۔ ہماری بنیادی تعلیم مضبوط نہیں ہے۔ تحتانوی اساتذہ اخلاص و محنت سے کام کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

7۔ گذشتہ چند سال قبل ثانوی تعلیم کے طلبہ کو ریاستی حکومت کمپیوٹر ایجوکیشن، ٹیاب، انٹی گریٹیڈ فلاٹ پینل کے ذریعے عصری تعلیم دے کر ان میں اپ ڈیٹ نالیڈج کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس بات سے والدین کو آگاہ کروائیں۔

8۔ اسکول کی لائبریری، ریڈیو، ٹیلی ویژن وسطانوی اسکولوں میں کمپیوٹرائیڈ یڈلرننگ (CAL) پروگرام کمپیوٹر سے مربوط تعلیم سے والدین کوواقف کروایا جائے۔

9۔ راجیوودیا مشن نے ریاستی پراجیکٹ کے ذریعے شعبہ تعلیمی اقدار کی تشہیر کرتے ہوئے والدین اورعوام کی شرکت داری کو عام کیا ہے۔ایس ایم سی (SMC) بھی قائم کی۔'ہمارا اسکول ہماری ذمہ داری' کے پروگرام میں تربیت کے لیے والدین کوشرکت کی دعوت دیں جس سے اچھے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔اسکولوں کی ترقی، بچوں کواسکول میں داخلہ دلوانا، تعلیمی پندرواڑہ جیسے سماجی بیداری پروگراموں میں والدین اورعوام کوشامل کروائیں۔ بین الاقوامی یوم معذورین، بین الاقوامی یوم خواتین جیسے اہم دنوں کا انعقاد کریں۔والدین اورایس ایم سی کے ارکان کو مدعو کریں جس سے تعلیمی اہمیت کی تشہیر بھی کرنے کی ضرورت ہے۔اخباروں اورالیکٹرانک میڈیا میں اجلاس کی رو پورٹ تازبھی پیش کریں۔

10۔ ریاستی حکومت تعلیم سے متعلق چند نعرے تشکیل دے چکی ہے۔

i) حصول تعلیم بچوں کا حق۔بچوں کوآراستہ کرنا بڑوں کی ذمہ داری

ii) اسکول ہمارا ہے ۔ بچے بھی ہمارے ہیں

iii) بچے اسکول میں ۔ بڑے کام پر

iv) سب پڑھیں ۔ سب بڑھیں

والدین کی ذمہ داریاں:

1۔ انجمن والدین اسکول کی کارکردگی کا جائزہ لینا چاہیے۔

2۔ اپنے اسکول کی ترقی کے لیے منصوبے بنائیں۔

3۔ اسکول گرانٹس کے استعمال کی نگرانی کرنا چاہیے۔

4۔ والدین اساتذہ کی کمیٹی کے اجلاس مسلسل منعقد کریں۔سب مل بیٹھ کر مشاورت کرنی چاہیے۔ ہر دو ماہ میں ایک مرتبہ والدین کا اجلاس منعقد کریں۔رائے مشورے، تجاویز، فیصلے، منٹ بک، دفتر روداد میں ریکارڈ کریں۔

5۔ سرواسکشا ابھیان نے ایک نعرہ دیا ہے جس پر والدین کو عمل کرنا چاہیے۔ ''تعلیم حاصل کرنا بچوں کا حق ہے ۔ پڑھانا بڑوں کی ذمہ داری ہے۔''

6۔ والدین اسکول کی بنیادی اور طبعی سہولیات کو مزید فروغ دینے کے لیے سرکاری امداد اور عوامی مالی امداد کے حصول کی کوشش کریں۔

7۔ بچوں کے والدین ہی کمیٹی کے اراکین ہوتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا اور اجلاسوں میں لازمی طور شریک ہونا چاہیے۔

8۔ والدین میں خوف، جھجک نہیں ہونا چاہیے۔ کمیٹی کے اجلاس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ہر اجلاس میں شرکت کی کوشش کریں۔

9۔ غور کریں کہ کن نکات پر بات ہو رہی ہے۔ آزادانہ طور پر ہر ایک رکن اظہار خیال کریں۔

10۔ والدین اردو اسکولوں کی پست معیاری اور بدحالی کی وجوہات جان کر مناسب اقدامات اٹھائیں۔

11۔ والدین اپنے بچوں کی اور اسکول کی ترقی کے لیے اتحاد و اتفاق سے کام کریں۔ ذمہ داریوں کو آپس میں تقسیم کرلیں۔

12۔ والدین اسکول میں معیاری تعلیم کا اندازہ لگائیں۔

Shaik Abdul Sattar Faizi
President, Anjuman Taraqqi Urdu
Kadapa Dist.



اردو کی ترقی میں اردو داں طبقے کا کردار

اردو کے فروغ میں جدید وسائل اور ٹیکنالوجی کا کردار

پروفیسر محمد امین اللہ

شعبۂ عربی، فارسی و اردو، جامعہ سری وینکٹیشورا

تروپتی، آندھرا پردیش

اردو زبان کا شمار دنیا کی بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ اس کے بولنے والے برصغیر ہند و پاک کے علاوہ دنیا بھر میں موجود ہیں۔

یہ اردو زبان کی دلکشی، شیرینی، اثر انگیزی اور لچک دار صفت کا نتیجہ ہے کہ اس کے بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس زبان نے ہر دور میں اپنی شناخت کو باقی رکھا ہے اور جدید علوم سے ہم آہنگ ہو کر اپنی ہمہ گیریت اور کثیر الجہتی کو ثابت کیا ہے۔ گذشتہ چند دہائیوں میں جدید وسائل اور ٹیکنالوجی نے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں آسانیاں پیدا کی ہیں وہیں اطلاعاتی ٹیکنالوجی کی ترقی نے اردو زبان اور ثقافت کی حفاظت اور ترقی و ترویج میں نئے امکانات روشن کیے ہیں۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ کی دستیابی اور سوشل میڈیا کے استعمال نے اردو زبان کو نئی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کا ایک اہم عنوان انٹرنیٹ ہے۔ انٹرنیٹ نے اردو زبان کی پہنچ کو عالمی سطح پر ممکن بنایا ہے۔ مختلف ویب سائٹس، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور بلاگز نے اردو لکھنے اور پڑھنے والوں کے لیے مواد کی دستیابی کو آسان بنا دیا ہے۔ اب اردو زبان میں ادب، مذہب، خبریں اور تعلیمی مواد وغیرہ کے حصول کے لیے مختلف پلیٹ فارمز دستیاب ہیں۔

ویب سائٹس نے اردو زبان کو ایک نئی جہت دی ہے، جس کی بدولت یہ زبان دنیا بھر میں قابلِ رسائی ہوگئی ہے۔ اردو میں تعلیمی، ادبی، مذہبی اور تفریحی مواد کی ویب سائٹس نے اردو زبان کے فروغ اور اسے جدید دنیا سے ہم آہنگ کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اردو ویب سائٹس جیسے ریختہ، ادبی دنیا اور اردو پوائنٹ نے اردو ادب اور شاعری کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ فروغ بھی دیا ہے۔ ان ویب سائٹس پر ادب کا ذخیرہ موجود ہے جو ادبی ذوق رکھنے والے افراد کو اردو ادب سے جوڑنے میں معاون

ثابت ہوتا ہے۔ یہ ویب سائٹس نئے لکھنے والوں اور شاعروں کے لیے بھی پلاٹ فارم فراہم کرتے ہیں۔ تعلیمی مواد کی فراہمی کے لیے خان اکیڈمی اردو اور اردو لینگو تیج پروگرام وغیرہ ویب سائٹس ہیں، جن میں مختلف مضامین پر مبنی جیسے سائنس، ریاضی، تاریخ وغیرہ پر مواد موجود ہے۔ جو طلبہ اور اساتذہ دونوں کے لیے مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ خبروں اور حالاتِ حاضرہ کی اردو میں دستیابی کے لیے بی بی سی اردو، اردو پوائنٹ اور جنگ ویب سائٹس ہیں۔ اردو زبان سیکھنے کے لیے ڈیولنگو اور لرن اردو اہم ویب سائٹس ہیں جن میں مختلف سطحوں کے اردو سیکھنے کے کورسز اور مواد موجود ہیں، جن کی مدد سے غیر اردو بولنے والے بھی آسانی سے اردو سیکھ سکتے ہیں۔ اردو ویب سائٹس جیسے ریختہ اور کتابستان وغیرہ پر آن لائن کتب اور ای بُکس دستیاب ہیں، جن کو ڈیجیٹل شکل میں عالمی سطح پر قارئین تک پہنچایا ہے۔ ان کے علاوہ کاروباری، تجارتی، کھیل کود وغیرہ مواد پر متعدد ویب سائٹس انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔ اردو ویب سائٹس نے اردو کو جدید دور کی ضروریات کے مطابق ڈھال کر اس کو ایک عالمی زبان کے طور پر فروغ دیا ہے۔

انٹرنیٹ کے بڑھتے ہوئے استعمال نے معلومات کی فراہمی کے نئے ذرایعے کو فروغ دیا ہے، جس میں بلاگز ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ بلاگز نے اردو میں لکھنے والوں کو اظہار رائے کا پلیٹ فارم دیا ہے۔ لوگ اپنے خیالات، تجربات اور علم کو بلاگز کے ذریعے دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ اردو زبان کی ترقی اور فروغ میں اردو بلاگز نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو بلاگز نے زبان، ادب اور مختلف موضوعات کو عام لوگوں تک پہنچانے کا ایک آسان اور موثر طریقہ فراہم کیا ہے۔ ادبی بلاگز پر شاعری، افسانے، مضامین اور دیگر ادبی تخلیقات شائع ہوتی ہیں، جو اردو ادب سے دل چسپی رکھنے والے قارئین کے لیے بہ آسانی دستیاب ہیں۔ تعلیمی بلاگز نے اردو میں مختلف موضوعات پر مواد فراہم کیا ہے، جس سے طلبہ اور اساتذہ کو اردو میں معلومات اور مواد تک رسائی میں مدد ملتی ہے۔ یہ بلاگز مختلف مضامین جیسے تاریخ، سائنس اور اسلامیات پر رہنمائی فراہم کرتے ہیں، جس سے اردو زبان میں تعلیمی مواد کو فروغ ملتا ہے۔ اردو کے معیاری بلاگز میں لکھنے والوں کے لیے اپنی تحریر میں معیار برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جس سے نہ صرف اُن کی تحریر میں نکھار آتا ہے بلکہ قاری بھی بہتر اردو سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ بالخصوص نوجوان نسل بلاگز کے ذریعے اردو زبان سے جڑ رہی ہے۔ اردو میں دل چسپ اور معلوماتی بلاگز نوجوانوں میں اردو پڑھنے اور لکھنے کا شوق پیدا کر رہے ہیں، جس سے نوجوانوں میں اردو سے دل چسپی بڑھ رہی ہے۔ اردو بلاگز نے اردو زبان کو دنیا کے مختلف خطوں تک پہنچایا ہے۔ اس سے اردو کی عالمی سطح

پر مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ایک نئی شناخت دی ہے۔ اردو کے چند اہم اور مقبول بلاگز میں ریختہ، ہم سب، دانش پی کے، مکالمہ، اردو بلاگنگ، اردو ویب وغیرہ ہیں، جو اردو زبان کی ترقی اور اس کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

سوشل میڈیا بھی انٹرنیٹ کا ایک پلیٹ فارم ہے جس نے دنیا کو آپس میں جوڑنے اور زبانوں کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اردو زبان بھی سوشل میڈیا کی بدولت نئی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے فیس بک، ٹیوٹر، انسٹا گرام، ٹیلی گرام، یوٹیوب، ٹک ٹاک، واٹس ایپ وغیرہ پر اردو میں مواد نشر کیا جا رہا ہے، جس سے اردو زبان کی مقبولیت اور رسائی میں اضافہ ہوا ہے۔ سوشل میڈیا پر اردو ادب اور شاعری کو عوامی سطح پر مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ مختلف اردو پیجز اور گروپس میں شاعر اور ادیب اپنی تخلیقات شیئر کرتے ہیں اور ان کے قارئین کو اردو ادب سے جوڑتے ہیں۔ یوٹیوب اور فیس بک پر تعلیمی مواد اردو میں دستیاب ہے، جس سے طلبہ کو اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ سوشل میڈیا پر معیاری مواد شیئر کرنے سے اردو زبان کا املا اور اردو قواعد کے استعمال کو فروغ ملا ہے۔ سوشل میڈیا پر مختلف پلیٹ فارمز پر اردو سیکھنے کے کورسز اور ویڈیوز دستیاب ہیں جو اس نہج پر تیار کیے گئے ہیں کہ جس سے غیر اردو بولنے والے بھی اردو سیکھ سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر آن لائن ادبی تقریبات، مشاعرے اور ویبینار کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کی بدولت اردو زبان کی رسائی اور مقبولیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

اردو کی ترقی اور فروغ میں مختلف سافٹ ویرز نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو زبان کو پڑھنے، لکھنے، سیکھنے اور عالمی سطح پر پہنچانے میں اردو سافٹ ویر کا کلیدی کردار رہا ہے۔ اردو کی بورڈ جیسے پاک اردو انسٹالر، گوگل انڈک کی بورڈ، فیسی اردو کی بورڈ وغیرہ نے کمپیوٹر اور موبائل پر اردو لکھنے کو آسان بنا دیا ہے، جو سوشل میڈیا، صحافت اور تعلیمی شعبہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو پروسیسنگ اور ٹائپ سیٹنگ کے لیے ان پیج اردو سافٹ ویر نہایت کارآمد ہے، جو اخبارات اور کتابوں کی طباعت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گوگل ٹرانسلیٹ اور مائکروسافٹ ٹرانسلیٹر جیسے سافٹ ویرز کے ذریعے اردو کو دنیا کی دیگر زبانوں میں اور دیگر زبانوں کو اردو میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ گوگل وائس ٹائپنگ اور دیگر سافٹ ویرز نے اردو میں بول کر لکھنے کی سہولت دی ہے۔ اردو لغت اور قواعد کے سافٹ ویر جیسے ریختہ ڈکشنری، اقبال سائبر لائبریری اور اردو پوائنٹ ڈکشنری نے اردو زبان کے الفاظ، معانی اور قواعد تک رسائی آسان بنائی ہے۔ اردو زبان میں ویڈیو

اور آڈیو مواد بنانے کے لیے مختلف ملٹی میڈیا سافٹ ویر جیسے کیمٹیشیا، ایڈوب پریمیر پرو اور آڈاسٹی نے اردو مواد کی تیاری اور اشاعت کو آسان بنا دیا ہے۔ ان سے اردو زبان میں تعلیمی ویڈیوز، لکچرز اور معلومات پروگرامز بنانا آسان ہے۔ غرض سافٹ ویرز کے استعمال سے اردو کی ترقی کا عمل تیز تر ہو رہا ہے۔

مصنوعی ذہانت یعنی آرٹی فیشیل انٹیلیجنس نے اردو زبان کی ترقی میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس کی مدد سے اردو کا استعمال مزید آسان ہو گیا ہے۔ گوگل ٹرانسلیٹ اور مائکروسافٹ ٹرانسلیٹر جیسے مصنوعی ذہانت پر مبنی ٹولز نے اردو کو دوسری زبانوں سے جوڑنے میں مدد دی ہے۔ ان ٹولز کے ذریعے اردو کو دیگر زبانوں میں اور دیگر زبانوں کو اردو میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت کی بدولت گوگل وائس ریکگنیشن جیسے ٹولز اب اردو کو سپورٹ کرتے ہیں، جس سے صارفین اپنی آواز میں بات کر کے اردو میں تحریر تیار کر سکتے ہیں اور تحریر کو آواز میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی چیٹ بوٹس اور ورچوئل اسسٹنٹس جیسے ٹولز اردو بولنے والے صارفین کو ان کی زبان میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے مواد کی تشکیل اور تجزیے میں مدد لی جا سکتی ہے اور تعلیمی مواد تیار کرنے میں بھی اس کی مدد لی جا سکتی ہے۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی ٹولز جیسے گرامر چیکر اور پروف ریڈر، اردو کے قواعد و ضوابط اور تلفظ میں اصلاح کر سکتے ہیں اور اس سے تحریر کو درست کیا جا سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت نے ڈاٹا کا تجزیہ، سروے اور مختلف مطالعات کو آسان بنایا ہے۔ تحقیق میں اردو زبان میں دستیاب مواد کا تجزیہ اور اس سے متعلق معلومات جمع کرنا اب زیادہ آسان ہو گیا ہے۔ غرض مصنوعی ذہانت کی بدولت اردو میں مواد کی تخلیق، ترجمہ، تلفظ اور قواعد کی اصلاح جیسے اہم کام تیزی سے ہو رہے ہیں۔

غرض جدید دور میں اردو زبان صرف ایک زبان نہیں بلکہ قوموں کی تہذیب و ثقافت کی امین ہے۔ اس کا رشتہ اس کے ادبی ورثے اور علمی ترقی سے جڑا ہوا ہے۔ جدید وسائل اور ٹیکنالوجی نے اردو زبان کی ترقی و ترویج میں انقلاب برپا کیا ہے۔ انٹرنیٹ کی سہولیات، سوشل میڈیا، بلاگز، ایپس اور سافٹ ویرز اور مصنوعی ذہانت جیسے ذرائع نے اردو کو ایک جہت دی ہے، جہاں اردو بولنے اور لکھنے والے اپنے خیالات کو عالمی سطح پر شیئر کر سکتے ہیں۔ اس طرح اردو زبان کی شناخت، ترقی اور پھیلاؤ میں مزید وسعت پیدا ہوئی ہے جو کہ اردو کے روشن مستقبل کی نوید ہے۔

Prof. Mohd. Ameenullah
Dept. of Arabic, Persian & Urdu
S.V. University, Tirupati.

اردو اخبارات اور رسائل کا فروغ اور مطالعے کا ذوق

پروفیسر محمد نثار احمد

صدرِ شعبۂ اردو

ایس. وی. یونی ورسٹی، تروپتی

علم روشنی ہے جس سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ انسانی زندگی کو کامیابی سے گزارنے اور خوش حال زندگی گزارنے کے لیے انسان کو اپنے اطراف دنیا سے واقفیت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لیے اسے مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تعلیم جاننے کا نام ہے۔ جو انسان جان کاری رکھتا ہے یعنی علم رکھتا ہے وہ بہتر زندگی گزار سکتا ہے۔

انسان روایتی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ روزمرہ مشاہدات زندگی اور اخبارات و رسائل سے بھی دنیا بھر کی معلومات حاصل کرتا ہے۔ جب سے دنیا نے ترقی کی ہے انسانوں سے متعلق معلومات کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے زمانہ قدیم سے جس ضرورت کو لوگوں نے استعمال کرنا شروع کیا ہے اسے اخبار کہتے ہیں۔

''اخبار'' خبروں کا ذخیرہ اور دنیا بھر کی معلومات سے آشنا کرنے کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔ ہر گھر میں ناشتے کی میز پر اخبار کا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔ بڑے بوڑھے اپنے دن کا آغاز اخبار کو پڑھ کر کرتے تھے۔ صبح سویرے اخبار کے آنے کا انتظار بہت شدت سے کیا جاتا ہے۔ گھر کے بزرگ اگر پڑھ نہیں سکتے تو گھر کے بچے انھیں اخبار پڑھ کے سناتے ہیں۔ اخبار میں بچے اپنی دل چسپی کی چیز تلاش کرتے ہیں تو خواتین، پکوان کی تراکیب، گھر کی آرائش، سلائی کڑھائی کے طریقے اور دیگر دل چسپی کی معلومات پڑھا کرتی ہیں، مگر پھر وقت نے کروٹ لی۔ دیگر باتوں کی طرح پڑھنے کے طور طریقے بھی بدل گئے۔ لوگ اب اسمارٹ فون کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کی دنیا میں پہنچ گئے ہیں جہاں ہر چیز سمٹ کر انگلیوں کی چند حرکات میں تبدیل ہوگئی۔ لوگ اخبار موبائل فونز اور کمپیوٹر پر پڑھنے لگے۔ وقت اور آگے بڑھا، سوشل میڈیا نے ایسا رنگ جمایا کہ اب ہر

خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں نے اخبار کا مطالعہ کرنا کم کر دیا۔لیکن ابھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اخبار بینی کا شوق رکھتے ہیں اور با قاعدگی سے پڑھتے بھی ہیں۔ان کے دن کا آغاز آج بھی اخبار پڑھ کر ہی ہوتا ہے۔البتہ نسل نو اخبار کی اہمیت سے زیادہ آگاہ نہیں۔ وہ اپنا زیادہ وقت سوشل میڈیا پر گزارتی ہے، جب کہ سوشل میڈیا پر خبر کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو اخبار میں ہوتی ہے۔ اخبار کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

دنیا میں سب سے پہلا اخبار ''ایکٹا دیورنا (Acta Diurna) روم 59BC میں اور پہلا ویکلی اخبار ''ریلیشن'' (Relation) 1605ء میں شائع ہوا۔آج بھی مغربی ممالک میں اخبار کی اہمیت ہے۔آج بھی لوگ اخباری خبروں پر یقین کرتے ہیں۔اخبار کے مطالعے کے رجحان کو مزید فروغ دینے کے لیے دنیا کے بعض ممالک میں نیوز پیپر ریڈنگ ڈے بھی منایا جاتا ہے۔اس دن کا انتخاب 25 ستمبر 1690ء کو امریکا سے شائع ہونے والے پہلے ''ملٹی پیپر اخبار'' (publick occurrences) کی اشاعت کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔اس دن کو منانے کا مقصد نوجوانوں میں مطالعہ اور اخبار بینی کے رجحان میں اضافہ کرنا اور ان کو اس جانب راغب کرنا ہے۔

اخبار پڑھنے سے جو ذہنی تسکین ملتی ہے، وہ نیٹ پر پڑھنے سے نہیں ملتی ۔کیا اخبارات پڑھنے سے انسان معاشرے سے جڑا رہتا ہے؟اس بارے میں ماہرین کا کہنا ہے کہ اخبار اپنے مختلف انداز کے ذریعے انسان کو معاشرے سے جوڑ کر رکھتا ہے۔ان کی دل چسپی اور ضرورت کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔اس طرح سوسائٹی اخبار سے منسوب رہتی ہے۔لوگوں کو اپنے مسائل بتانے کے لیے ایک پلیٹ فارم دیا جاتا ہے۔بعض خواتین نے اخباروں کی مدد سے ہی اپنے بزنس شروع کیے ہیں۔اخبار کے پڑھنے سے آپ کے ذہن میں چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں، جس کے آپ کی سوچ کے زاویے تبدیل ہوتے ہیں۔آپ جب مختلف چیزوں کو مختلف انداز سے پڑھتے ہیں تو آپ کے سوچنے کے انداز بھی بدلتے رہتے ہیں۔اس طرح آپ کا آئی کیو لیول بھی بڑھتا ہے، کیوں کہ اخبار پڑھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔روز کی بنیاد پر نت نئی باتیں پتا چلتی ہیں۔کیا اخبار پڑھنے سے قوت فیصلہ بہتر ہوتی ہے؟اس حوالے سے ماہرین کا کہنا ہے کہ بالکل مطالعے سے قوت فیصلہ بہتر ہوتی ہے، کیوں کہ آپ جتنا مطالعہ کریں گے اتنا ہی زیادہ آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور اس طرح آپ کو کوئی بھی فیصلہ کرنے

میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ ہمیں بدلتے زمانے کے ساتھ اپنے آپ کو تبدیل ضرور کرنا چاہیے لیکن کسی بھی چیز کو مکمل طور پر ترک نہیں کرنا چاہیے۔

اخبار پڑھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ہمارے زبان کی تربیت ہوتی ہے ہم لکھے ہوئے لفظوں سے زیادہ جلدی سیکھتے ہیں۔ اخبار کی مدد سے اپنا املا درست کر سکتے ہیں۔ یہ لوگوں سے بات چیت کرنے کے آداب اور سلیقہ سکھاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اخبار میں چھپی ہوئی چیزوں کو ہم بار بار پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں معاشرے میں موجود مسائل پر تبصرے ہوتے ہیں۔ شہری مسائل کے حوالے سے مراسلے شائع کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بات پہلی دفعہ میں نہ سمجھ آئے تو ہم اس کو دوبارہ پڑھ سکتے ہیں لیکن الیکٹرانک میڈیا میں ہمارے پاس یہ آپشن نہیں ہوتا۔

اخبار پڑھنے سے زبان پر عبور حاصل ہوتا ہے، لفظوں کا ذخیرہ ملتا ہے۔ معلومات بڑھتی ہیں۔ ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ کسی بھی شخص سے پوری دنیا میں ہونے والی سرگرمیاں اور سیاست پر پورے اعتماد کے ساتھ بات کر سکتے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کے ملک میں اور دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔

اردو دنیا کی اہم زبانوں میں ایک زبان ہے۔ ہمارے ہاں کئی نامور اردو اخبارات اور دیگر اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ حیدرآباد سے سیاست' منصف' اعتماد' سہارا' رہنمائے دکن' آداب تلنگانہ وغیرہ روزنامے شائع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہفتہ وار گواہ اور میگزین میں سب رس' قومی زبان' شگوفہ' ریختہ نامہ' شبلی انٹرنیشنل وغیرہ اردو رسائل پابندی سے شائع ہوتے ہیں۔ پہلے زمانے میں اردو میں شمع 'بیسویں صدی' پاکیزہ آنچل' نور' کھلونا' بتول وغیرہ اردو رسائل مقبول تھے۔ لوگوں کو معلومات فراہم کرنے اور ان کی زبان دانی میں اضافہ کرنے میں اردو اخبارات و رسائل کا اہم کردار ہے۔ روزنامہ منصف نے روزانہ موضوعاتی سپلمنٹ جاری کر کے لوگوں میں مطالعے کا ذوق پروان چڑھایا۔ اس اخبار کا جمعہ کا مذہبی سپلمنٹ 'ادبی سپلمنٹ' خواتین' نوجوانوں اور بچوں کا سپلمنٹ کافی مشہور ہیں اور لوگ منصف اخبار کو اس کے سپلمنٹ کی وجہ سے پسند کرتے ہیں۔ دیگر اخبارات بھی اپنی پالیسی کے اعتبار سے اخبارات میں سپلمنٹ شائع کرتے ہیں۔ اردو اخبارات اور رسائل سے نہ صرف لوگوں میں مطالعے کا ذوق پروان چڑھتا ہے بلکہ اس سے اردو زبان کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

اخبارات بچوں کا صفحہ بھی شائع کر رہے ہیں جس میں دل چسپ کہانیاں نظمیں کارٹون وغیرہ شائع کیے جاتے ہیں جنھیں پڑھنے سے بچوں کی مطالعے کی عادت پروان چڑھتی ہے اوران کی زبان دانی بہتر ہوتی ہے۔ایسے کئی لوگ ہیں جنھوں نے کہانیاں اورناول پڑھ کراردو سیکھی ہے۔موجودہ دور میں اردو زبان کی بقااور ترقی کے لیے اخبارات ورسائل کو عام کرنا ضروری ہے۔ ہراردوداں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر اردو اخبار اور رسائل خرید کر رکھے اور روزانہ شام کے اوقات میں بچوں سے اخبار اور رسائل پڑھائے۔اخبارات کے مالکان اگر بچوں کو کم قیمت پر اخبار فروخت کریں تو اسکولوں میں بھی بچوں کو اخبار بیچا جا سکتا ہے۔حیدرآباد سے جاری ہونے والے منصف اخبار کے اداراتی صفحے پر ہر روز مزاحیہ کالم شائع ہوتا ہے جسے قارئین ذوق سے پڑھتے ہیں۔سبھی اخبارات میں قارئین کے بھیجے گئے مراسلے شائع کیے جاتے ہیں جن میں عوامی مسائل کو عوام کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔جب کسی کے نام سے اخبار میں مراسلہ شائع ہوتا ہے تو لوگ اوراس کے افراد خاندان اور دوست احباب وہ اخبار شوق سے پڑھتے ہیں۔اس طرح اخبار کے قارئین کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور زبان کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔قارئین کی سہولت کے لیے بعض اخبارات دفتر کے روبرو دیواری اخبار بھی چسپاں کرتے ہیں اور لوگ کھڑے کھڑے اخبار کا مطالعہ کرتے ہیں۔ہوٹلوں اور چائے خانوں میں اخبار رکھا جاتا ہے تا کہ لوگ چائے پی کر اخبار کا مطالعہ بھی کریں۔موجودہ دور انٹرنیٹ کا دور ہے اور انٹرنیٹ پر ہم ملک بھر کے اخبارات و رسائل کو دیکھ سکتے ہیں ۔ اسی طرح قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی ویب سائٹ پر اردو دنیا ،خواتین کی دنیا اور بچوں کی دنیا کے نام سے رنگین اردو رسائل پیش ہو رہے ہیں جن کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔اردو اخبارات اور رسائل کا فروغ وقت کی اہم ضرورت ہے جس کی جانب تمام اہل اردو کو توجہ دینی چاہیے۔

موجودہ نسل اردو سے بے بہرہ ہوتی جارہی ہے۔اس کا سبب وہ حالات ہیں جن کی بنا ذریعۂ تعلیم انگریزی ہوتا جا رہا ہے۔ بچے جب اردو زبان ہی نہ جانتے ہوں تو اس زبان میں رسائل کیسے پڑھیں گے اور رسائل پڑھنے والے نہ ہوں تو رسائل کی اشاعت بھی نہیں ہو پائے گی۔اردو زبان بولنے والے والدین، جو اپنے بچوں کے لیے آج کمپیوٹر، ویڈیو گیم، ٹیلی ویژن کے چینل فراہم کرتے ہیں، وہیں اپنے بچوں کو، خانگی طور پر سہی اردو کی تعلیم دیں اور اردو رسائل پڑھنے کی رغبت بھی دلائیں۔آج نئی نسل

میں جو اخلاقی برائیاں پھیل رہی ہیں اس کا تدارک ان رسائل سے کیا جا سکتا ہے جن میں ہماری تہذیب' ہمارے مذاہب' ہمارے سماج کی اعلیٰ اور مثبت قدریں پائی جاتی ہیں۔

اصطلاح میں رسالہ اس جریدہ کو کہتے ہیں جس میں مختلف موضوعات پر قلم کاروں کی نگارشات شائع ہوتی ہیں، جس سے قلم کار کی شخصیت اور اس کے فکر وفن کو سمجھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ رسائل کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ فروغِ علم کے علاوہ تعلیم کا شوق بھی پیدا کرتے ہیں۔ یہ اپنے عہد کی تفسیر ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے اس دور کی ذہنی وفکری تاریخ اور معاشرے کی باطنی زندگی کا ادراک ہوتا ہے۔ وقفۂ اشاعت، مزاج اور موضوعات کے اعتبار سے رسالوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ مثلاً ہفتہ وار، پندرہ روزہ، ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالنامہ وغیرہ۔ بعض رسائل ادبی ہوتے ہیں، بعض تفریحی، بعض علمی، سائنسی، تحقیقی رسالے ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ رسالے انسانی سماج کے آئینہ دار اور افراد کی ذہنی تعمیر کے ذرائع ہوتے ہیں۔

مطالعہ کا ذوق' بچوں میں اور اسکول و کالج کے طلبہ میں پیدا کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ ہندوستان میں بچوں کے رسائل کے ایک جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں بچوں کے لیے کئی رسالے جاری ہوتے رہے، لیکن چند ایک کے علاوہ کوئی رسالہ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکا۔ بہرحال آزادی کے بعد کے اس دور میں بچوں کے رسائل کی ایک قابل قدر تعداد ایسی بھی رہی ہے جو کامیابی کے ساتھ جاری ہوئے تھے اور آج بھی ننھے منے قارئین کی ذہنی تربیت اور ان کے ذوق کی تہذیب و آبیاری میں مشغول ہیں۔ زمین سخت اور آسماں دور سہی لیکن ہمت پرواز ابھی ٹوٹی نہیں ہے۔

اسی طرح' ہندوستان کے مختلف علاقوں سے شائع ہونے والے بچوں کے رسائل کا اجمالی جائزہ اس امر پر منتج ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد بہت سے بچوں کے رسائل جاری کیے گئے۔ اردو میں بچوں کے رسائل جس آب وتاب کے ساتھ شروع ہوتے ہیں' اُن میں سے اکثر بہت جلد غروب ہوجاتے ہیں۔ ہندوستان میں حیدرآباد دکن میں بچوں کے بہت سے رسائل' آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد بھی جاری کیے گئے، لیکن چند ایک کے علاوہ اکثر رسائل زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکے۔ دہلی، یو. پی، مغربی بنگال، بہار، جموں کشمیر اور دوسرے علاقوں سے بھی بچوں کے رسائل جاری ہوتے رہے ہیں۔

بچوں کے رسائل کے ضمن میں ایک قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ اکثر بچوں کے رسائل ادیبوں یا شاعروں اوراداروں کی ذاتی دلچسپی اور محنت سے نکلے، اور بہت جلد بند بھی ہوگئے۔ اگر ان رسائل کو سرکاری سرپرستی یا کسی اردو اکیڈمی کا مالی تعاون یا اہلِ اردو کا مثبت رویہ حاصل ہوتا تو بیشتر رسائل' ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آج بھی جاری ہوتے۔

بچوں کے رسائل کی یہ فہرست اُن تمام رسائل پر مشتمل ہے جو بڑی آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوئے اور ان میں سے بیشتر رسائل نامساعد حالات کی وجہ سے غروب ہوگئے۔ لیکن چند سخت جان رسائل حالات سے مقابلہ آرا ہوکر مسلسل شائع ہورہے ہیں۔ اسی طرح چند نئے رسائل بھی ادبِ اطفال میں اپنا اہم رول نبھارہے ہیں۔ ان رسائل میں ماہنامہ پیامِ تعلیم' دہلی، امنگ' دہلی، نرالی دنیا' دہلی، بچوں کا ہلال' رام پور، گل بوٹے' ممبئی، غبارہ' بنگلور، بچوں کا اچھا ساتھی' بجنور، بچوں کا ڈائجسٹ نور' رام پور، فنکارِ نو' حیدرآباد، صدائے اطفال' بنگلور، شعاعِ اردو' حیدرآباد، چاند تارے' کڈپہ قابلِ ذکراور اہمیت کے حامل ہیں۔

آج اردو میں بچوں کے لیے جاری ہونے والے رسائل کئی ایک مسائل کا سامنا کررہے ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان رسائل کو جاری کرنے والے یا تو ادارے اور اکیڈمیاں ہیں، یا پھر چند مخلص اور جنوں نواز افراد ہیں' جو اپنی ذاتی دل چسپی سے رسائل کو شائع کیے جارہے ہیں، جنھیں حکومت کی کوئی سرپرستی اور تعاون میسر نہیں ہے۔

اردو میں معیاری لکھنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ لیکن ادبِ اطفال کی جانب توجہ کرنے والے قلم کار بہر حال بہت کم ہیں۔ بالعموم' بچوں کے لیے لکھنا دوسرے درجے کا ادب سمجھا جارہا ہے۔ بچوں کے لیے لکھنے والوں کی قدردانی اور پذیرائی بھی بہت کم ہے۔ حالاں کہ ادبِ اطفال کو سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔ کیوں کہ نوخیز ذہن اگر مطالعہ کے عادی نہ ہوسکیں تو مستقبل کا قاری بھی ادب کو نہیں مل پائے گا۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اردو مدارس میں گنجائش کے باوجود بچوں کے رسائل نہیں منگوائے جاتے۔ جب کہ یہ رسائل بچوں کے لیے معاون نصابی سرگرمیوں میں اولیت رکھتے ہیں۔ اسکولوں کے اساتذہ اور بچوں کے والدین بھی بچوں کے رسائل کو اہمیت اور ترجیح نہیں دیتے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ رسائل کی نمائندگی محکمۂ تعلیم میں ہو اور وہاں سے تمام اردو مدارس کے لیے رسائل لازماً منگوائے جائیں۔قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان اور ریاستی اردو اکیڈمیاں بچوں کے رسائل کے لیے مالی تعاون کی اسکیم شروع کریں۔اسی طرح، رسائل کی ایک تعداد Bulk Purchase اسکیم کے تحت خرید کر اردو اسکول اور لائبریریوں تک پہنچائیں، تا کہ رسائل کی ہمت افزائی اور سرپرستی کی جاسکے۔اسی طرح اہلِ اردو، تمام عوامی اور سرکاری کتب خانوں سے مطالبہ کریں کہ وہاں بچوں کے رسائل لازماً مہیا کیے جائیں۔

مکتبۂ جامعہ سے شائع ہونے والا 'پیامِ تعلیم' اور دہلی اردو اکیڈمی کا 'امنگ' آج بچوں کے رسائل میں سب سے زیادہ چھپنے والے رسالے ہیں۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر رسالوں کے مقابلے میں ان کی قیمت بہت کم ہوتی ہے۔مثال کے طور پر اگر رام پور سے شائع ہونے والا بچوں کا 'ہلال' 30 تیس روپے میں ایک شمارہ ملتا ہے، تو وہیں 'امنگ' صرف 5 پانچ روپے اور قومی کونسل کا 'بچوں کی دنیا' صرف دس روپے میں دستیاب ہے۔

موجودہ نسل اردو سے بے بہرہ ہوتی جارہی ہے۔اس کا سبب وہ حالات ہیں جن کی بنا ذریعۂ تعلیم انگریزی ہوتا جارہا ہے۔بچے جب اردو زبان ہی نہ جانتے ہوں تو اس زبان میں رسائل کیسے پڑھیں گے اور رسائل پڑھنے والے نہ ہوں تو رسائل کی اشاعت بھی نہیں ہو پائے گی۔اردو زبان بولنے والے والدین، جو اپنے بچوں کے لیے آج کمپیوٹر، ویڈیو گیم، ٹیلی ویژن کے چینل فراہم کرتے ہیں، وہیں اپنے بچوں کو، خانگی طور پر سہی اردو کی تعلیم دیں اور اردو رسائل پڑھنے کی رغبت بھی دلائیں۔آج نئی نسل میں جو اخلاقی برائیاں پھیل رہی ہیں اس کا تدارک، اخبارات اور ایسے رسائل و جرائد کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے، جن میں ہماری تہذیب، ہماری ثقافت، ہماری روایات، ہمارے مذہب اور ہمارے سماج کی اعلیٰ اور مثبت قدریں پائی جاتی ہیں۔لہٰذا مطالعہ کا ذوق پیدا کرنے کے لیے اخبارات و رسائل کارآمد ہیں اور اس سے اردو زبان و ادب اور تہذیب و ثقافت کی ترویج و ترقی ہوسکتی ہے۔

Dr. Md. Nisar Ahmed
Professor & Head, Department of Urdu
S. V. University, TIRUPATI - 517502

☆☆☆

اردو کی ترویج و ترقی: انجمن ترقی اردو کی مختلف شاخوں کا کردار

سید ہدایت اللہ
معتمد عمومی، انجمن ترقی اردو، ضلع کڈپہ

انجمن ترقی اردو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہندوستان میں اردو زبان کی ترقی و ترویج میں انجمن ترقی کا بہت بڑا اور بہت اہم حصہ رہا ہے۔ یہ ہندوستان کا قدیم ترین تعلیمی و ثقافتی ادارہ ہے جس کا قیام 1903ء میں نواب محسن الملک (مولوی سید مہدی علی) کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ بلا لحاظ مذہب و ملّت، اردو کے چاہنے والوں نے اردو کے علمی و ادبی ورثے کو محفوظ رکھنے میں انتھک کوششیں کیں۔ انجمن ترقی اردو نے اردو زبان کی تدریس اور علمی تحقیقات کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ طویل عرصے تک انجمن کو یہ فخر حاصل رہا کہ اسے مرکزی حکومت اور کئی ریاستی حکومتوں بشمول حکومت آندھرا پردیش، اردو زبان کی ترقی و ترویج کے اقدامات کے بارے میں مسلّمہ مشاورتی ادارے کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ انجمن ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جو آزادی کے ساتھ بلا خوف و خطر حکومت سے نمائندگی کرتی ہے، ارباب اقتدار تک اردو کے مسائل پہنچا سکتی ہے اور اس پر عمل آوری کے لیے دباؤ ڈال سکتی ہے۔ انجمن نے اپنے اس فریضے کو ہر دور میں اور ہر حال میں مکمل کیا ہے۔ عصر حاضر کے سیاسی اور تعلیمی ماحول کے پس منظر میں اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لیے ضروری اقدامات کی بات کی جائے تو مندرجہ ذیل اہم نکات فوری توجہ کے مستحق معلوم ہوتے ہیں۔

اردو تعلیم و تدریس کی صورت حال: تفصیلی سروے اور ضروری اقدامات

ضلع، تعلقہ، دیہی سطح پر قائم انجمن کی مختلف شاخوں کے اراکین اس بات کا تفصیلی جائزہ لیں کہ ہمارے اطراف و اکناف کتنے خاندان ایسے ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے۔ کتنے بچے اردو ذریعۂ تعلیم کے اسکولوں میں داخل ہیں، کتنے بچے دیگر ذریعۂ تعلیم کے اسکولوں میں ہیں۔ انگریزی یا تلگو میڈیم اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے والدین کو اس بات کی طرف راغب کیا جائے کہ ثانوی زبان کی حیثیت سے اپنے بچوں کو اردو پڑھائیں۔

ان اسکولوں کی انتظامیہ سے اولیاے طلبہ یہ مطالبہ کریں کہ خواہش مند بچوں کے لیے ثانوی زبان اردو کی تعلیم و تدریس کا بندوبست کیا جائے۔ اگر اتنی سہولت نہیں تو کم از کم یہ تو کیا جائے کہ انجمن کے اراکین محلے کے بزرگوں کی مدد سے مساجد، خانقاہوں، مدرسوں وغیرہ میں، صبح یا شام کے اوقات میں بچوں کی اردو تعلیم کا بندوبست کریں۔ قوم اور زبان کی خدمت کے رضا کارانہ جذبے کے تحت، محبان اردو کے تعاون سے ضروری اخراجات کی پابجائی کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔

جہاں کہیں اردو پڑھنے، لکھنے والوں کی خاطر خواہ آبادی موجود ہو، وہاں کے اردو میڈیم اسکولوں کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے۔ پرائمری اور اپّر پرائمری اردو اسکولوں کو، بالترتیب اپّر پرئمری اور ہائی اسکول تک ترقی دلانے کی کوشش کی جائے۔ اساتذہ اور انجمن کے اراکین، اردو اسکول کمیٹی کے ذمہ داروں کی سرپرستی میں اردو اسکولوں کی ترقی کے لیے اقدامات کریں۔ دفتری معاملات کے حل کے لیے مقامی سیاسی اور سماجی رہ نماؤں کی مدد لیں اور انھیں اس بات کی طرف راغب کریں کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے اقلیتی طبقے کی تعلیمی ترقی میں تعاون کریں۔

تعلیمی اداروں میں اردو کا فروغ

قومی تعلیمی پالیسی کے تحت مادری زبان میں تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اکثر ریاستوں میں، ریاستی زبان ہی عوام کی مادری زبان بھی ہے لیکن اردو کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ متعدد ریاستوں میں عوام کے ایک قابل لحاظ حصے کی مادری زبان اردو ہے لیکن اس ریاست کی سرکاری زبان اردو نہیں۔ ایسے میں قومی تعلیمی پالیسی میں اردو ذریعہ تعلیم کے اسباب نہیں کے برابر رہ گئے ہیں۔ آزادی کے بعد ہندوستان کی کئی ریاستوں میں خصوصاً شمالی ہند میں اردو بولنے والی آبادی کی مناسبت سے اردو ذریعہ تعلیم کا نظم تھا لیکن افسوس کہ آج وہاں بھی اردو ذریعہ تعلیم کے مواقع ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ مہاراشٹرا اور جنوبی ہند کی اکثر ریاستوں میں صورت حال پھر بھی غنیمت ہے، جہاں نہ صرف اسکول بلکہ کالج اور یونی ورسٹی کی سطح پر بھی اردو تعلیم و تدریس کا نظم باقی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں بھی اردو تعلیم و تدریس کو کئی مشکلات کا سامنا ہے۔

آج سے ساٹھ سال قبل کوٹھاری کمیشن کی سفارشات میں، مادری زبان میں تعلیم فراہم کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ مادری زبان میں تعلیم سے ہی، بہتر سمجھ بوجھ، علمی نشو و نما اور

مجموعی طور پر تعلیمی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ بالخصوص پرائمری سطح پر مادری زبان میں ہی تعلیم پر زور دیا گیا۔اس کے ساتھ ساتھ سہ لسانی فارمولہ بھی پیش کیا گیا یعنی مادری زبان کے ساتھ ساتھ علاقائی زبان اور انگریزی زبان سیکھنے پر زور دیا گیا۔

حکومت ہند کی نئی تعلیمی پالیسی کے تحت ریاست کی علاقائی زبان میں (جو اکثر و بیش تر اس ریاست کے عوام کی مادری زبان بھی ہوتی ہے) تعلیم و تدریس کے احکامات جاری کیے گئے ہیں۔ جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اردو کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ اردو متعدد ریاستوں میں عوام کے ایک قابل لحاظ حصے کی مادری زبان ہے لیکن اس ریاست کی سرکاری زبان نہیں۔ نئی قومی تعلیمی پالیسی پر عمل درآمد کے بہانے، کئی ریاستوں میں اردو اسکولوں کے وجود پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔ قسطوں میں اردو ذریعہ تعلیم کو ختم کرنے کے نت نئے منصوبے ترتیب دیے جا رہے ہیں۔ CBSE-NCF-SUCESS BILINGUAL وغیرہ منصوبے نئی تعلیمی پالیسی کا حصہ ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کے آئین کی دفعہ 29 کے تحت ہندوستان کے ہر شہری کو اپنی پسند کی زبان، رسم الخط اور اپنی ثقافت کو برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح دفعہ 30 کے تحت مذہب اور زبان کی بنیاد پر اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ دستوری حقوق اپنی جگہ لیکن عملی طور پر صورت حال کیا ہے؟ اس سے آپ اور ہم اچھی طرح واقف ہیں۔ مختلف قوانین اور خصوصاً نئی قومی تعلیمی پالیسی کے نام پر اردو تعلیم و تدریس کے ادارے تختۂ مشق بن رہے ہیں۔ ایسے میں تمام محبان اردو بالخصوص انجمن کے اراکین کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہر ممکن وسیلہ استعمال کرتے ہوئے اپنے دستوری اور جمہوری حقوق کا تحفظ کریں، اپنی زبان، ثقافت اور تہذیب کا تحفظ کریں۔ ہمارے سیاسی اور سماجی قائدین کا تعاون حاصل کریں اور مقاصد کے حصول کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔ اضلاع رائل سیما اور دیگر اضلاع میں انجمن ترقی اردو کی شاخوں نے دیگر اردو تنظیموں اور محبان اردو کو ساتھ لے کر، اپنی حد تک ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج یہاں کے اردو اسکول برابر کام کر رہے ہیں۔ اساتذہ کے تقررات میں بھی اردو اسکولوں کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا گیا ہے۔ البتہ یہ بات لائق تشویش ضرور ہے کہ اردو اسکولوں میں داخلے حوصلہ افزا نہیں ہیں۔

اردو اسکولوں میں داخلے

طلبہ، کسی بھی تعلیمی ادارے کا سب سے اہم، سب سے لازمی اور ناگزیر حصہ ہوتے ہیں۔طلبہ ہی کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے اور حکومت ان تعلیمی اداروں پر خطیر رقم خرچ کرتی ہے۔ان دنوں سرکاری تعلیمی اداروں میں طلبہ کے داخلوں کا مسئلہ کافی سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ یہ صرف اردو اسکولوں کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ پرائمری سطح سے لے کر اعلیٰ تعلیم کی سطح تک، تقریباً ہر گروپ میں، سال بہ سال طلبہ کے داخلوں میں کمی آتی جا رہی ہے۔انجمن کے اراکین کو اس مسئلے کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر سال اسکولوں کی کشادگی سے پہلے اردو زبان کی اہمیت، مادری زبان میں تعلیم کے فوائد، حکومت کی جانب سے سرکاری اسکولوں میں مہیا کی جانے والی سہولیات، معیاری تعلیم کی ضمانت، مستقبل میں روزگار کی طمانیت، وغیرہ سے متعلق اردو والوں میں بیداری کی مہم چلانی چاہیے۔ ایک مختصر سا پمفلٹ شائع کیا جائے اور مساجد، خانقاہوں اور دیگر عوامی اجتماعات کے مقامات پر اسے تقسیم کیا جائے۔آج کل کے ماحول کے اعتبار سے سوشیل میڈیا کا موثر استعمال کرتے ہوئے اس مہم کو کامیاب کیا جاسکتا ہے۔زبانی اور شخصی تشہیر بھی بے حد اہم کردار ادا کرتی ہے۔مذہبی اور سماجی رہ نماؤں کے تعاون سے اردو اسکولوں میں داخلے کی مہم زیادہ موثر ثابت ہوسکتی ہے۔زیر تعلیم طلبہ کے دلوں میں بھی اپنے مدرسے کے لیے خدمت کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے۔اس کے ساتھ ساتھ قدیم طلبہ سے رابطے میں رہنا اور اسکول کی بہتری اور ترقی کے اقدامات میں ان کا تعاون حاصل کرنا بھی بے حد فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب تک اردو اسکولوں میں داخلوں کی صورت حال بہتر نہیں ہوتی، اردو اسکولوں کی ترقی کے لیے کیے جانے والے اقدامات کوئی معنی نہیں رکھتے۔الحمدللہ، انجمن ترقی اردو کی ضلعی شاخ اور دیگر اہم شہروں میں قائم شدہ شاخوں کے اراکین، محبان اردو کے تعاون سے بساط بھر کوشش کرتے رہے ہیں جس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں۔

اردو زبان کے فروغ کے لیے دیگر اقدامات

حکومت آندھرا پردیش نے سرکاری زبان ایکٹ 1966ء کے تحت اردو زبان کے فروغ کے پیش نظر ایک قانون ترتیب دیا جس کو ہم آندھرا پردیش کا اردو آئین کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔اس قانون کے سیکشن 7 کے تحت، آندھرا پردیش میں سرکاری زبان تلگو کے ساتھ ساتھ، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو

زبان کے استعمال کی بابت حکومتی اعلامیہ بھی جاری کی گیا' کئی سرکاری حکم نامے جاری ہوئے جن میں GO.Ms.No.472/1972 کو ایک جامع اور مثبت حکم نامہ کہا جا سکتا ہے۔اسی حکم نامے کی بنیاد پر بعد میں کئی اور حکم نامے جاری کیے گئے جن میں کئی متعلقہ امور کی وضاحت کی گئی۔ان تمام حکم ناموں کے تحت سرکاری دفاتر میں اردو مترجم کا تقرر' عدلیہ اور سرکاری دفاتر میں بزبان اردو عرضیاں پیش کرنے کی سہولت' اردو اکثریتی علاقوں میں بزبان اردو سرکاری اعلانات' اردو آبادی والے علاقوں میں سرکاری دفاتر' بسوں وغیرہ پر اردو میں سائن بورڈ' وغیرہ نکات شامل ہیں۔قوانین تو بنتے ہیں لیکن ان پر عمل آوری ایک الگ مسئلہ ہے۔اکثر و بیشتر قوانین پر موثر عمل آوری نہیں ہوتی۔کسی سے کوئی شکایت یا گلہ کیے بغیر ہم اردو والے خود کوشش کریں' سیاسی اور سماجی رہ نماؤں' انتظامیہ کے ذمہ داروں کی توجہ مبذول کروائیں اور اردو کے لیے فائدہ مند' ان سرکاری قوانین پر عمل درآمد کی مقدور بھر کوشش کریں۔الحمدللہ' انجمن ترقی اردو نے اس سلسلے میں کافی عملی اقدامات کیے ہیں۔دکانوں' مکانوں' سرکاری دفاتر اور بسوں پر اردو لکھنے کے معاملے میں کامیاب نمائندگیاں کی گئیں۔یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تمام کوششوں کے باوجود صد فی صد نتائج حاصل نہیں ہوئے لیکن ہم اردو والوں نے اپنے وجود اور اپنے خلوص کا ثبوت ضرور دیا ہے۔

کاروان اردو

ماضی میں انجمن کے تحت کاروان اردو کے نام سے بیداری مہم چلائی گئی۔شہروں ہی میں نہیں بلکہ دیہاتوں میں بھی اردو زبان کے تعلق سے ہماری ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا۔انجمن کے قدیم کارکن اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کاروان اردو کی اس مہم نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ آج بھی کاروان اردو کے احیا کی ضرورت ہے۔اس پلیٹ فارم کے تحت' اسکولوں میں چھوٹے چھوٹے پروگرام منعقد کیے جا سکتے ہیں۔یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے علاوہ محکمہ تعلیم کی جانب سے کئی تقریبات منعقد ہوتی ہیں جیسے یوم اساتذہ' یوم مادری زبان' یوم سرسید' یوم اقبال' یوم تعلیم بیادگار مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ۔لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ انجمن خود اپنی طرف سے بھی' اردو اسکولوں میں یا جلسہ گاہوں میں اہم تقریبات کا اہتمام کرے۔طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے تقریری/تحریری مقابلے' کوئز مقابلے وغیرہ منعقد کرتے ہوئے کامیاب طلبہ کو انعامات دیے جائیں' اسناد عطا کی جائیں۔کامیاب طلبہ کے والدین کو مدعو کیا جائے اور ان کی بھی تحسین کی جائے۔اس طرح طلبہ اور اولیائے طلبہ میں مثبت جذبہ پیدا

کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح اساتذہ کی خدمات کا اعتراف بھی ضروری ہے۔اساتذہ کے لیے بھی اعتراف خدمات' اور ہدیہ تحسین وتبریک کا مناسب اہتمام کیا جائے۔انجمن کی جانب سے ایسے تمام پروگرام منعقد کیے جاتے رہیں گے تو طلبہ' اولیاے طلبہ اور اساتذہ میں اور زیادہ دل چسپی پیدا ہوگی۔

ادبی مجالس کا قیام

ادبی مجلس: شعر وادب ہمارا ثقافتی ورثہ اور اردو تہذیب کی شناخت ہے۔انجمن کے تحت شعر وادب کے ذوق کی تسکین کے لیے ہی نہیں بلکہ نوجوان نسل اور اردو طلبہ میں ادبی ذوق کی تربیت وتہذیب کے لیے ادبی مجالس کا قیام ضروری ہے۔آج کل ٹی وی' یوٹیوب و دیگر سوشیل میڈیا پلیٹ فارم کے توسط سے بھی اردو شعر وادب کی مقبولیت میں اضافہ تو ہو رہا ہے لیکن ہمارے طلبہ کے ادبی ذوق کی صحیح تربیت بھی اہم نکتہ ہے جس پر توجہ دی جانی چاہیے۔مقامی اساتذہ' شعرا وادبا کے تعاون سے ادبی مجلس کا قیام اور اس کے تحت ماہانہ ادبی نشستوں کا اہتمام' ایک طرف تو ادبی ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم کرے گا اور ہمارے نوجوان جب ان پرگراموں میں شرکت کریں گے تو ان کے ادبی ذوق کی مناسب تربیت بھی ممکن ہو سکے گی۔اس طرح ہم اپنی مادری زبان کے شان دار ادبی وتہذیبی ورثے کو اپنی نئی نسل تک پہنچا سکیں گے۔نئی نسل میں اردو زبان اور ادب سے دل چسپی کو فروغ حاصل ہوگا جو زبان وادب کی ترقی کا ضامن بن سکتا ہے۔

ادبی مجلس برائے اطفال: سوشیل میڈیا کے اس دور میں نہ صرف عام اردو طبقے کے لیے بلکہ بچوں کے لیے بھی دل چسپی کے کافی مواقع فراہم ہیں۔نعت خوانی' غزل سرائی' بیت بازی اور ادب اطفال کے تحت کئی دل چسپ پروگرام عام ہونے لگے ہیں۔کئی تعلیمی وتدریسی ویڈیو بھی سوشیل میڈیا پر آسانی سے دست یاب ہیں اور بے حد مقبول بھی ہو رہے ہیں۔نعت نبیؐ اور غزل سرائی' بیت بازی کے مقابلوں کے علاوہ بچوں کے لیے سبق آموز دل چسپ کہانیاں' حکایات وغیرہ پر مشتمل ویڈیو بھی بڑے سلیقے سے پیش کیے جا رہے ہیں۔اس طرح بچوں میں شعری ذوق کے ساتھ ساتھ نثری اصناف سے بھی رغبت میں اضافہ ہو رہا ہے۔مقامی اساتذہ' ادب اطفال کے ماہرین کے تعاون سے ادبی مجلس برائے اطفال کا قیام اردو طلبہ کے لیے بے حد فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ماہانہ شعری اور ادبی نشستوں کا انعقاد کرتے ہوئے ہمارے طلبہ میں ادبی ذوق کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ان میں موجود تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارا جاسکتا

ہے۔خاص بات یہ ہوگی کہ ہماری نئی نسل کو ہمارے تجربہ کار شعرا و ادبا کی رہ نمائی بھی میسر رہے گی۔ان اساتذہ کی رہ نمائی میں ان کی صلاحیتوں کا بہتر اظہار ممکن ہے۔

ادبی،درسی کتابوں کی اشاعت کے لیے مالی اعانت

اردو زبان و ادب اور شعر و سخن کے ساتھ تعلیم و تدریس سے دل چسپی رکھنے والے شعرا، ادبا اور ماہرین تعلیم ہمارے حلقوں میں موجود ہیں۔ان کی کئی علمی، ادبی تصانیف بھی منتظر اشاعت ہیں۔انجمن ترقی اردو جیسے اداروں کا فرض بنتا ہے کہ ایسے مستحق اور قابل اہل قلم کی تصانیف کی اشاعت میں تعاون کریں۔سرکاری اداروں، اکیڈمیوں سے مالی تعاون کے حصول کے لیے مناسب رہ نمائی کریں۔انجمن خود بھی، اگر ممکن ہو تو جزوی مالی تعاون دے سکتی ہے۔الحمداللہ، انجمن ترقی اردو ضلعی شاخ کڈپہ نے اس قابل قدر روایت کی پاسداری کی ہے اور ایک درجن سے زائد کتابوں پر کلّی یا جزوی مالی تعاون فراہم کیا ہے۔اسی طرح اردو طلبہ کے لیے مطالعاتی مواد کی تیاری اور اشاعت کا بندوبست کیا جائے۔انجمن کے اراکین اساتذہ، تجربہ کار ماہرین تعلیم کا تعاون حاصل کرتے ہوئے ترتیب دیا جانے والا ایسا مطالعاتی مواد ہمارے اردو طلبہ کے لیے بے حد فائدہ مند ثابت ہوگا۔مزید یہ کہ ایسی کتابیں تجارتی مقصد سے نہیں بلکہ خالص تعلیمی خدمت کے مقصد کے تحت شائع کی جائیں گی تو ظاہر ہے کہ ان کتابوں کی قیمت بھی بازار میں موجود مختلف گائیڈ وغیرہ سے بہت کم ہوگی اور طلبہ کو آسانی سے دست یاب ہوگی۔

اردو اساتذہ کے لیے تربیتی کورس

اساتذہ کے لیے پیشہ ورانہ تعلیمی مہارتوں میں اضافہ اور معیار کو بہتر بنانے میں اورینٹیشن کورس بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔جدید تعلیمی نظریات، جدید تدریسی اصولوں سے آگاہی کے لیے سالانہ اورینٹیشن کورس کے انعقاد کی اشد ضرورت ہے۔ویسے تو محکمہ تعلیمات کی جانب سے ان کورسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے لیکن اردو اساتذہ کے لیے علاحدہ سے ان تربیتی کورسوں کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔اردو اساتذہ کو بھی دیگر زبانوں کے اساتذہ کے ساتھ ان تربیتی کورسوں میں حاضر رہنے اور استفادہ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ ہر زبان کے قواعد، اصول، شعر و ادب کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔ان کی تدریس کے لیے بھی خصوصی تربیت کی ضرورت ہے۔اس ضمن میں حکومت سے موثر نمائندگی ضروری ہے کہ اردو میڈیم اساتذہ کے لیے علاحدہ سے تربیتی کورسوں کا اہتمام کیا جائے تا کہ اردو اساتذہ

بھی تدریسی مہارتوں میں اضافے سے مستفیض ہوسکیں۔ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ انجمن خود اپنے وسائل کا استعمال کرتے ہوئے' خواہش مند اردو اساتذہ کے لیے ان تربیتی کورسوں کا اہتمام کرے اور ہوسکے تو سرکاری اداروں اور محبان اردو سے عملی اور مالی تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

مسابقتی امتحانات کے لیے تربیتی کلاسوں' گائیڈنس سیل کا اہتمام

آندھراپردیش کی تقسیم سے قبل' اقلیتی طلبہ کی تعلیمی ترقی کے لیے CEDM ادارہ قائم تھا اور اس ادارے نے بڑی حد تک اچھی کارکردگی کا مظاہرہ بھی کیا۔اقلیتی طلبہ کے لیے مفت کوچنگ اور مطالعاتی مواد کی فراہمی کا نظم تھا۔تقسیم کے بعد یہ ادارہ فعال نہیں رہا۔حکومت کی جانب سے برائے نام کوچنگ کا اہتمام کیا جاتا ہے جو آج کل کے سخت مسابقتی ماحول میں بالکل ناکافی ثابت ہوتا ہے۔ٹیچر ٹریننگ (DIET)' اساتذہ کے لیے اہلیتی امتحان (TET)' اور اساتذہ کے تقررات کے لیے اہلیتی امتحان (DSC) جیسے مسابقتی امتحانات میں کامیابی کے لیے سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔انجمن ترقی کی مختلف شاخیں' اپنے اپنے شہروں میں' مہیا وسائل کی مدد سے اپنے طور پر اردو طلبہ کے لیے مسابقتی امتحانات کی تیاری کا بندوبست کریں تو ایک بڑا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ یہ انتظام اگر مفت ہو تو بہتر ہے ورنہ برائے نام فیس کے ساتھ بھی کوچنگ کا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔انجمن ترقی اردو ضلعی شاخ کڈپہ نے اس طرح کی کوچنگ کلاسوں کا کامیابی سے انعقاد کیا ہے۔

ماحصل

ایک جامع اور ہمہ جہت عملی منصوبہ اپنا ناوقت کی اہم ضرورت ہے۔تعلیمی' ادبی اور عوامی محاذ پر کام کرتے ہوئے' عوامی سطح پر اردو زبان کی ترقی و ترویج کے خواب کی تکمیل کی جاسکتی ہے۔عوامی شعور کی بیداری کے لیے جدید ذرائع ابلاغ' سوشیل میڈیا کے وسائل کا استعمال وقت کا تقاضا ہے۔حکومت اور ارباب اقتدار سے نمائندگی کے ساتھ ساتھ ہم اردو والوں میں بھی یہ جذبہ بیدار ہونا ضروری ہے کہ اردو صرف ایک زبان نہیں' ہماری تہذیب' ثقافت اور ہماری شناخت بھی ہے۔ ہمارا یہ فرض عین ہے کہ ہم اپنا یہ قیمتی ورثہ اپنی آئندہ نسل تک پہنچانے میں کامیاب ہوں۔اردو پائندہ باد!

Syed Hidayathullah
General Secretary, Anjuman Taraqqi Urdu, Kadapa Dist.

آندھراپردیش میں اردو تنظیموں کی خدمات

شیخ محمد الیاس باشاہ

اسکول اسسٹنٹ

منسپل اردو بائس ہائی اسکول (مسلم ہائی اسکول) کڈپہ

آندھراپردیش میں اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، خاص طور پر اردو زبان کے خادمین، بے لوث انداز میں اس کی خدمت کرنے والے یہاں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ رضا کار تنظیمیں اردو کے فروغ کے لیے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ آئے دن کرتی رہتی ہیں جس کے تحت اردو زبان کا فروغ ہوتا ہے۔ مذکورہ مضمون میں ان چند تنظیموں اوران کی خدمات کا تذکرہ کرنا مقصود ہے جن کی خدمات کسی نہ کسی سطح پر لائق ذکراور لائق تقلید ہیں۔

شہر کڈپہ میں جامعۃ الصالحات کی بزم بزم حسان کے تحت چودہ سالوں سے مسلسل سالانہ مشاعرے منعقد ہوتے آرہے ہیں جن میں شہر کڈپہ کے شاعروں کے علاوہ حیدرآباد، بنگلور، ممبئی کے شعرا نے شرکت کی۔ اس بزم کے کنوینر شکیل احمد شکیل مرحوم تھے اور اب انور ہادی جنیدی ہیں۔ بزم کے مشاعروں میں سامعین کی کثیر تعداد موجود ہوتی ہے اور علماے کرام بھی شریک ہوکر شعرا کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو شاخ کڈپہ کئی سالوں سے اردو کے فروغ کے لیے تسلسل کے ساتھ کام کررہی ہے اس کے سرپرست حضرت مولانا مصطفیٰ حسینی بخاری تھے اور معتمد عمومی آج بھی جناب ہدایت اللہ ہیں۔ اس کے تحت اچھی کتابیں بھی اشاعت پذیر ہوئیں جن میں صدائے لطیف (ہلال کڈپوی) قابل ذکر ہے۔ اس کے تحت اب تک متعدد عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں۔ اردو کے حوالے سے کوئی بھی مسئلہ ہے اسے ارباب اختیار کے سامنے رکھا اور اردو کے مسائل کو حل کرنے میں اس کے ذمہ داران بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

ماہانہ بزم زکی کے مشاعرے منعقد ہوتے ہیں جس کے نگران جناب محمود شاہد ہیں۔ اس بزم کی

جانب سے وقتاً فوقتاً مشاعرے منعقد ہوتے ہیں۔

آتش اکیڈمی، یہ ادارہ جناب ظہیر دانش عمری کی صدارت اور ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری عمری کی سرپرستی میں 2009 میں قائم ہوا۔اسی سال سارے ہندوستان سے اس کی جانب سے دس بہترین کتابوں میں ایوارڈ دیا گیا جن میں قاضی مشتاق احمد، شمس کمال انجم، رفعت النساء رفعت قابل ذکر ہیں۔

جناب یوسف صفی نے اردو کلچرل اینڈ لٹریری اسوسی ایشن کے تحت کئی ڈرامے، مشاعرے کروائے۔ان کے تصنیف کردہ ڈرامے جن کی ہدایت کاری وہ خود کرتے تھے، اس بزم کے بینر تلے منعقد ہوتے رہے۔کڈپہ میں آپ کے ڈراموں کو خاص شہرت حاصل ہے۔ان کے ڈراموں میں کام کرنے والے ادارکار بڑی محنت سے اپنا کردار نبھاتے ہیں اور عوام کی کثیر تعداد ان میں شریک ہو کر ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

کاروان اردو جناب سعید خان سعید کی نگرانی میں کام کر رہی ہے۔اس بزم نے کئی شاندار مشاعرے بھی منعقد کیے ہیں اور ان کے مشاعروں میں بیرون کڈپہ کے شعرا خاص طور پر شریک ہوتے ہیں۔

کڈپہ اینڈ پوئٹ اسوسی ایشن کی جانب سے جناب انور ہادی نے کڈپہ کے بزرگ ادیبوں کی خدمت میں سپاس نامے، مومنٹو پیش کیے جن میں جناب جعفر امیر، ستار ساحر، سلام شہ میری، عبید صدیقی قابل ذکر ہیں۔

وی نیٹ، اس انجمن کی جانب سے اردو کے چند پروگرام منعقد کیے گئے ہیں، اس کے نگران جناب افتخار جمال ہیں۔ یہ انجمن بہت دلچسپی سے اردو زبان کی خدمت کر رہی ہے۔

رائلسیما اردو رائٹرس فیڈریشن جس کے صدر جناب ساغر جیدی رہے۔ان کے انتقال کے بعد جناب ستار فیضی اس کے صدر بنائے گئے۔اس کے تحت بھی کئی مشاعرے اور نشستیں منعقد ہوئی ہیں۔

اردو والے، اس انجمن کے سرپرست اور نگران پروفیسر قاسم علی خان ہیں۔وقتاً فوقتاً اس کے تحت نثری نشستیں منعقد ہوتی ہیں جن میں نہایت سنجیدہ علمی تحریریں، کبھی افسانے اور افسانچے بھی پیش کیے جاتے ہیں، جناب محمود شاہد، اقبال خسرو قادری اس کی نشستوں میں شریک ہوتے ہیں۔

بزم جاوید، اس کے ذمہ دار جناب ستار ساحر ہیں جو سات آٹھ سال قبل قائم کی گئی ہے۔اس

کے تحت بھی نہایت اہتمام کے ساتھ ادبی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔انھوں نے شاہی دربار بینکٹ ہال میں ایک عظیم الشان پروگرام منعقد کیا تھا جس میں چار کتابوں کا رسم اجرا کیا گیا۔

مہر النساء ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی 2023 میں قائم کی گئی جس کے تحت دس شخصیات جن کا تعلق آندھرا سے تھا ایوارڈ سے نوازا گیا۔اس کے صدر جناب انور ہادی جنیدی ہیں انھوں نے اپنے والدہ کی یاد میں اس بزم کو قائم کیا ہے۔

دارالقرطاس ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی جناب ظہیر دانش کی صدارت میں 2020 میں قائم کی گئی جس کے تحت 2024 میں ہندوستان بھر سے دس بہترین کتابوں کو انعام دیا گیا ہے۔

رایچوٹی سے تعلق رکھنے والی تنظیم بزم ساقی سخن کو جناب امام قاسم ساقی نے 11 دسمبر 2021 کو قائم کیا۔ اس کے تحت ماہانہ مشاعرے منعقد ہوتے ہیں۔اس کے تحت اب تک 91 مشاعرے ہو چکے ہیں، جن میں ہندوستان گیر شہرت رکھنے والے شعرا جیسے جناب غفران امجد، جمیل بنارسی، شفیق عابدی، علیم صبا نویدی، شاہد مدراسی، ستار ساحر، ستار فیضی ،ابراہیم ایاز، رضی الدین قادری، ظہور ظہیر آبادی اور محمود شاہد شریک رہے۔اس بزم کی خاص بات یہ ہے کہ یہ بزم صرف ایک شخص کے صرف خاص سے ادبی سرگرمیاں کرواتی ہے۔ جناب علیم صبا نویدی کی دس کتابوں کا رسم اجرا بیک وقت اس بزم کے تحت انجام دیا گیا۔

بزم ساقی سخن کے تحت کئی اہم ادبی شخصیات کا انٹرویو لیا گیا جن میں سے چند لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں: عرفان اللہ قادری، ش م ہاشم، غفران امجد، شفیق عابدی، ستار ساحر، عبدالغفار صاحب، پی کے عبدالحمید، پروفیسر نثار احمد، ستار فیضی، محمود شاہد، رضی الدین قادری، سعید نظر، پدماوتی میڈم۔

ان تمام شخصیات کے ساتھ ساتھ ظہور ظہیر آبادی، ن م جالب، انجینئر یوسف کو فخر اردو ایوارڈ بھی دیا گیا۔ بزم ساقی سخن یوٹیوب چینل پر ایک سو ستر سے زائد علمی و ادبی اور نصابی ویڈیوز اپ لوڈ کی گئی ہیں۔الغرض بزم ساقی سخن ہر لحاظ سے اردو کی خدمت میں پیش پیش نظر آتی ہے۔

بزم حسینی شہر رایچوٹی میں چودہ سالوں سے خدمت اردو انجام دے رہی ہے۔جناب رضی الدین حسینی ہر سال نعتیہ مشاعرہ منعقد کرتے ہیں جس میں رایچوٹی کی عوام جوق در جوق شریک ہوتی ہے۔رات بھر مشاعرہ ہوتا ہے اور صبح لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں۔

مرکز خانوادہ کمبل پوش چند سالوں سے ادبی محفلیں اور مشاعرے منعقد کر رہا ہے، جناب اقبال خسرو قادری اسی خانوادے کے سپوت ہیں اور اس ادارے کے ایک ذمہ دار بھی ہیں۔ آپ کے بھائی جناب ارشد اقبال قادری کے کندھوں پر اس ادارے کی ذمہ داری ہے۔

بہر کیف! آندھرا پردیش کی اردو خدمات کا یہ مختصر جائزہ تھا جسے دیکھ کر انداز ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کتنے بےلوث انداز میں اردو کی خدمت کی ہے اور اردو زبان و ادب کی ترقی کے لیے کتنے بہترین انداز میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

Shaik Mohd. Eliyas Basha
School Assistant
Municipal Corp. Urdu Boys High School
Kadapa



اردوطلبہ کی سر پرستی میں اردوداں طبقے سے توقعات

رقیب النساء

اسکول اسسٹنٹ (انگریزی)

منسپل کارپوریشن اردو بائس ہائی اسکول، کڈپہ

اردوطلبہ کی سرپرستی میں والدین اوراساتذہ اہم رول ادا کرتے ہیں۔اردوداں طبقہ کے دائرہ میں اردوشعرا، ادبا، صحافی، علما اور صوفیاے اکرام وغیرہ کی ادبی خدمات شامل ہیں۔

والدین سے توقع

طلبہ کی سرپرستی میں والدین اہم رول ادا کرتے ہیں کیوں کہ بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری بھی والدین پر ہے۔

اس لیے میں والدین سے یہ توقع کرتی ہوں کہ وہ اپنے بچوں کواس زبان میں تعلیم دلوائیں جس زبان کو سیکھنے سے ان کی ہمہ جہتی صلاحیتیں اجاگر ہوں۔صحیح معنوں میں اگر کسی بھی بچہ کی تعلیمی صلاحیتوں کو ابھارنا ہوتو انھیں مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دینا چاہیے۔تاکہ بچہ آسانی سے علم حاصل کرسکے۔اس بات پر ماہرتعلیمات نے بھی زور دیا ہے۔خواجہ غلام السیدین کے لفظوں میں:

''مادری زبان وہ ہے جو بچہ اپنی ماں کے دودھ کے ساتھ پیتا ہے۔''

بقول پنڈت جواہر لال نہرو:

''اگرکسی قوم کی تشخیص کوختم کرنا ہوتو اس کی زبان کو بدل دو اور زبان کے بدلنے کے لیے اس کے رسم الخط کو تبدیل کردیا جائے۔''

ماہرتعلیم ''کولرج'' کے لفظوں میں:

''مادری زبان دل کے دھڑکنے کی زبان ہے۔''

تمام ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ ''مادری زبان کے ذریعے نہ صرف ابتدائی تعلیم بلکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ 9.20فی صد مسلم طبقہ کی مادر زبان اردو ہے۔ پرافسوس کے

ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر لوگ اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دلوانا عیب سمجھتے ہیں۔ وہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ شہر کڈپہ میں اردو کی ایسی شخصیتیں موجود ہیں جنھوں نے اردو کے ذریعے بلند عہدوں پر فائز رہے۔ مثلاً پروفیسر سید عبدالستار' سابق صدر شعبہ اردو ایس۔ وی۔ یونی ورسٹی' تروپتی اور سابقہ رجسٹرار ڈاکٹر عبدالحق اردو یونی ورسٹی کرنول' پروفیسر قاسم علی خان، سابقصدر شعبہ اردو' ڈاکٹر بی۔ آر امبیڈ اوپن یونی ورسٹی، حیدرآباد' پروفیسر شوکت حیات' شابق ڈین، فیکلٹی آف آرٹس، ڈاکٹر بی آر امبیڈکر یونی ورسٹی حیدرآباد' پروفیسر رحمت اللہ، سابق وائس چانسلر کرشنا دیوارایا یونی ورسٹی، اننت پور، اور انجمن ترقی اردو' کڈپہ کے روح رواں وبانی RUTA سید ہدایت اللہ صاحب وغیرہ جیسے انمول گوہر اسی زبان کی دین ہیں۔

دورِ حاضر میں اکثر والدین بچوں کو NEET, JEE اور I.A.S. وغیرہ کوچنگ کے مسابقتی امتحان کے لیے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپیہ خرچ کردیتے ہیں۔ درحقیقت کوئی بھی ذہین طالب علم خواہ وہ کسی میڈیم میں تعلیم حاصل کرے وہ صرف اپنی ذاتی قابلیت اور محنت و مشقت ہی سے اعلیٰ نشانات حاصل کرتا ہے جس کی بہترین مثال آمنہ عارف سال 2024ء میں منعقد NEET کے امتحان میں AIR آل انڈیا پہلا ریانک حاصل کرنے والی ایک اردو طالبہ ہے۔ اس نے 720/720 نشانات حاصل کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ دوسرے میڈیم کے مقابلے میں اردو میڈیم کے طلبہ کم نہیں ہیں۔ آمنہ عارف نے ابتدائی تعلیم اردو میڈیم کے مدنی ہائی اسکول میں حاصل کی۔ یہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی طالبہ ہے جو اپنی محنت ولگن سے NEET میں پہلا ریانک حاصل کرکے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کررہی ہے۔

عاصم خان نے سال 2020ء یو پی ایس سی (UPSC) کا امتحان اردو میڈیم میں لکھا تھا اور 558AIR ویں ریانک حاصل کرکے IAS/ IPS اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مہاراشٹر کے دھولے ضلع کی اردو اسکول میں حاصل کی تھی۔ انھوں نے اردو رسالے' درسی کتابوں کے مطالعے اور PIB اردو ویب سائیٹ کی مدد سے UPSC کے امتحان کی تیاری کی تھی۔ ان تمام ثبوتوں سے یہ صاف عیاں ہورہا ہے کہ دور حاضرہ میں آئی۔ اے۔ ایس وغیرہ جیسے اعلیٰ ترین مسابقتی امتحان بھی اردو زبان میں لکھ سکتے ہیں۔ اکثر اردو طلبہ احساس کمتری میں مبتلا ہیں ان کو چاہیے کہ وہ بلند حوصلہ اور مثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھیں۔ میں اردو طلبہ سے توقع کرتی ہوں کہ خوب محنت

کر کے مستقبل میں آئی۔اے۔ایس، آئی۔پی۔ایس، ٹیچرس، ڈاکٹرس، انجینرس اور ایک بہترین شہری بن کر ماں باپ، اساتذہ اور ملک وقوم کا نام روشن کریں۔ بالآخر میں والدین سے یہ توقع کرتی ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو اردو زبان میں تعلیم دلوائیں۔

تدبر کے دستِ زریں سے تقدیر درخشاں ہوتی ہے
قدرت بھی مدد فرماتی ہے جب کوشش انساں ہوتی ہے

اردو اساتذہ سے توقع

اردو زبان کی ترقی کا دارومدار اردو اساتذہ پر ہے۔ کسی بھی ملک وقوم کے معمار استاذ ہیں۔ یہ اردو زبان کی ساخت میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔ ایک ذمہ دار استاد طلبہ کی ہمہ جہتی ترقی میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس کی ذہنی وعلمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تخلیقی صلاحیتوں کو بھی اجاگر کر سکتا ہے۔ وہ سماج میں اپنا مقام اور ان کی ذمہ داریاں بہ خوبی جانتے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے توقع کرتی ہوں کہ درسی کتابوں میں درج اسباق کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ زبان کی مزید نصابی سرگرمیوں مثلاً تحریری و تقریری مقابلے، مضمون نگاری، ڈراما نویسی، بیت بازی، مشاعرے وغیرہ میں طلبہ کی ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کریں جس سے اردو زبان وادب کی ترویج وترقی کی راہیں ہموار ہوسکیں۔ اس کے علاوہ جدید ٹکنالوجی، جنرل نالج کرینسنٹ افیسرس ملکی اور بین الاقوامی حالات سے آگاہ کرائیں تاکہ ہمارے اردو طلبہ بھی دوسرے طلبہ کے مقابلے میں تعلیمی میدان میں آگے بڑھ سکیں۔ میری نظر میں شہر کڈپہ میں اردو کے چند ایسے اساتذہ کرام ہیں جنھوں نے اپنے بچوں کو سرکاری اردو مدارس میں تعلیم دلوایا۔ میرا اشارہ جناب سی قادر باشاہ کی طرف ہے جو منسپل کارپوریشن اردو بائیس ہائی اسکول میں بطور ایس۔اے۔ اسکول اسسٹینٹ (انگریزی) خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے بڑے فرزند سی طٰہ کو پہلی تا دسویں جماعت ضلع پریشد اردو ہائی اسکول قاضی پیٹ میں تعلیم دلوائی۔ آج وہ نائنوار پلی کے سرکاری دفتر میں بطور میڈیکل آفیسر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح جناب پی منیم خان اور محترمہ عابدہ صاحبہ بھی نے اپنے اکلوتے فرزند ایس۔ ممتاز اعظم کو شہر کڈپہ کے مشہور ومعروف منسپل کارپوریشن اردو ہائی اسکول میں تعلیم دلوائی۔ الحمدللہ وہ بھی آج ایم۔بی۔ایس۔ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ نہ جانے کتنے محبان اردو ہوں گے جو اپنے بچوں کو اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دے رہے

ہیں۔ میں دل کی عمیق گہرائیوں سے ایسے والدین اور طلبہ کو مبارک باد دیتی ہوں جو اردو زبان کی ترقی کی راہوں میں مشعل راہ بن کر ایک مثال قائم کیے۔

اردو دان طبقے سے توقعات

شہر کڈپہ کے دانشوران اردو ادب طلبہ کے لیے بیش بہا سرمایہ چھوڑ گئے ہیں جس کا مطالعہ کرنے سے ہمیں اہل کڈپہ ہونے پر ناز ہوگا۔ شہر کڈپہ کو اردو دانشور طبقہ کا مسکن کہا جائے تو درست ہوگا کیوں کہ اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں آندھرا پردیش کے دیگر اضلاع کے مقابلے شہر کڈپہ کو اہم مقام حاصل ہے۔ دور قدیم یعنی 1714ء سے لے کر آج تک کڈپہ میں اردو کی نشو و نما اور ترقی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہاں پر تقریباً 300 سال سے دکنی اردو پروان چڑھی۔ یہ نوابوں کے دربار کی زینت ہی نہیں بلکہ صوفیائے اکرام نے اسے خانقاہوں میں رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کے لیے بھی اپنایا۔ اس کے علاوہ علما، شعرا، ادبا اور صوفیائے اکرام نے اردو زبان میں اپنا کلام شائع کیا۔ مثلاً حضرت من عرف گنج بخشؒ حضرت شاہ جمال راپچوٹی، حضرت میاں شہاب کڈپوی، حضرت شاہ میر اول راپچوٹی، شاہ اکملؔ، حضرت شہ میر (ثالث) کڈپوی وغیرہ علما، ادبا اور صوفیائے کرام کی خدمات اہل کڈپہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

سنہ 1970ء کو اردو ادب اور شاعری کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اس دور میں شہر کڈپہ کے اردو شعرا مثلاً جناب ساغرؔ جیدی، جناب یوسف صفیؔ، جناب راہی فدائی، جناب برقؔ کڈپوی، جناب عقیل جامدؔ، جناب داؤد نشاطؔ، جناب اشفاق رہبرؔ، جناب ہلال کڈپوی وغیرہ کی ادبی خدمات حاصل رہیں۔

دور حاضر کے محبان اردو ادیب و شعرا میں پروفیسر سید عبدالستار ساحرؔ، پروفیسر قاسم علی خان، جناب قادر خان دلازکؔ، جناب ستار فیضیؔ، جناب مقبول احمد مقبولؔ، جناب یونس طیبؔ، قدیر پرویز وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں جو آج بھی اردو کی ترقی و ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ میں مذکورہ بالا اردو شعرا اور ادبا سے توقع کرتی ہوں کہ وہ اسکول اور کالجوں اور ان کی اردو طلبہ میں شعر و ادب کا ذوق پیدا کریں اور ان کی رہنمائی فرمائیں۔

انجمن اردو ترقی (کڈپہ) سے توقع

انجمن اردو ترقی تقریباً 53 برسوں سے اردو طلبہ کی سرپرستی میں بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے خواہ طلبہ کی درسی کتابوں کا مسئلہ ہو یا اردو اساتذہ کے تقررات کے سلسلے میں حکومت آندھرا پردیش

سے مطالبہ کر کے مسائل کو حل کر رہی ہے۔ اردو طلبہ کو ڈی۔ ایس۔ سی۔ کوچنگ انھیں کی نگرانی میں چلائی گئی۔ دسویں جماعت کے اردو طلبہ ہو یا ڈی۔ ایس۔ سی۔ کے اسی ادارے کی سفارش سے سی۔ ای۔ ڈی۔ ایم۔ کا مواد بھی فراہم کیا جارہا ہے، جس سے اردو طلبہ بہت مستفید ہو رہے ہیں۔ اردو طلبہ کا ہر مسئلہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کو حل کرنے میں ''انجمن ترقی اردو'' کڈپہ کی ضلعی شاخ سرفہرست ہے۔ ریاست آندھرا پردیش کے تمام اضلاع کی انجمنوں میں شہر کڈپہ کی شاخ سب سے مضبوط اور پائیدار ہے۔ اس ادارے کی بدولت اردو طلبہ ترقی کے منازل طے کر رہے ہیں۔

اردو اکیڈمی کی مدد سے کئی سمینار منعقد کر رہی ہے۔ یوم قومی تعلیم وغیرہ کے موقعوں پر اسکول، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے طلبہ کو تقریری وتحریری مقابلے چلا کر اردو ادب کا ذوق بڑھا رہی ہے۔ طلبہ کو انعامات اور سرٹی فکیٹس دے کر ان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ مذکورہ بالا کے علاوہ اس ادارہ کی کئی خدمات ہیں جس کو کبھی اردو طلبہ فراموش نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں انجمن اردو ترقی کڈپہ کے تمام ذمہ داران کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اور توقع کرتی ہوں کہ وہ مستقبل میں بھی اسی جوش وخروش سے اردو زبان کی ترقی وترویج میں اپنے بیش بہا خدمات انجام دیں گے کیوں کہ یہ ادارہ خدمت خلق کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے۔ اور انشاء اللہ دیتا رہے گا۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

Raqibunnisa
School Assistant (English)
Municipal Corp. Urdu Boys High School
Kadapa.



اردو کی ترقی اور فروغ میں معاون ادارے

شہاب الدین شیخ

ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، فارسی اور اردو، ایس۔ وی۔ یونی ورسٹی، ترو پتی

اردو معلم، مجلس بلدیہ اردو فوقانی اسکول برائے طلبہ، کڈپہ

سرزمین دکن اردو ادب کی نشو ونما کے لیے ہمیشہ سازگار رہی ہے۔ ماضی میں بہمنی اور قطب شاہی سلطنتوں نے اردو کی نہ صرف داغ بیل ڈالی بلکہ اس نو خیز پودے کی آبیاری بھی کی۔ آصفیہ سلطنت کے حکمرانوں نے بھی اپنے پیش روؤں کی تقلید میں اردو کی سرپرستی اور اردو نوازی کو اپنا شعار بنایا۔ میر عثمان علی خاں کا دور اردو کا درخشاں دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں اردو ہمہ جہت ترقی ملی اور اسے اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا گیا اور ہمہ قسم کے علوم وفنون کے ذخیرہ اردو میں منتقل ہوئے۔ اردو کی ترویج وتشہیر میں مختلف اداروں اور انجمنوں نے اپنی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ ایسے اداروں سے بڑے بڑے کام جن کی تکمیل میں کافی وقت درکار رہتا ہے، مختصر مدت میں خوش اسلوبی کے ساتھ وہ کام پائے تکمیل کو پہنچایا ہے۔ آندھرا پردیش کی تشکیل کے بعد سے اردو میں تحقیقی وتخلیقی کام چلتا رہا۔ اخبار و جرائد نکالے گئے، کئی انجمنیں اور کئی ادارے سرگرم عمل رہے۔ ان قابل ذکر اداروں میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، ادارہ ادبیات اردو، ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اردو اکیڈمی آندھرا پردیش وغیرہ ہیں۔

دارالترجمہ۔ حیدرآباد

اردو زبان کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے دارالترجمہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ حیدرآباد کے ایک علم دوست امیر نواب محمد فخرالدین خاں شمس العمرائے ثانی نے اپنے ذاتی شوق کے لیے دارالترجمہ قائم کیا۔ 1817ء میں سروقارالامراء اقبال الدولہ بہادر نے سہ رشتہ علوم وفنون قائم کیا۔ مولانا شبلی کے ساڑھے تین سالہ نظامت کے دور میں پانچ کتابیں مکمل ہوئیں ان میں المامون اور الفاروق شاہ کار

ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام سے پہلے ایک ایسے ادارے کی ضرورت تھی جو جامعہ کی نصابی اور کتابی اغراض ومقاصد کو پورا کرے۔ چناں چہ ایک فرمان کے ذریعہ ایک شعبہ تالیف وتراجم قائم کیا گیا۔ تاکہ مغربی زبان سے اعلیٰ درجے کی تصانیف کا ترجمہ کیا جائے۔ دارالترجمہ کے قیام کے لیے مولوی عبدالحق، مولوی محمد مرتضیٰ، پنڈت کرشن راؤ اور حافظ محمد مظہر نے بڑی پیروی کی جس کی بناپر عثمان علی خاں نے دارالترجمہ 16 ستمبر 1917ء کو قائم کیا۔ اس کے سالانہ خرچ کے لیے سولہ ہزار روپے منظور کیے گئے۔ ہر سال کے اختتام پر ایک رپورٹ طلب کی جاتی تھی جس میں اس سال کے ترجمے کے کام کا حساب لیا جاتا۔ مولوی عبدالحق اس کے پہلے ناظم مقرر کیے گئے۔ دارلترجمہ پانچ الگ شعبوں پر مشتمل تھا۔

1۔ دارالترجمہ علوم وفنون

2۔ شعبہ تراجم طبی علوم

3۔ مجلس وضع اصطلاحات علمیہ

4۔ دارالطبع جامعہ عثمانیہ

5۔ فوٹو پروسس اسٹوڈیو

مولوی عبدالحق نے لوگوں میں علم کا شوق پیدا کرنے کے لیے تالیف اور ترجمے کے علاوہ نصابی تعلیم کی کتابیں بھی تیار کرنے کا نظریہ دیا۔ ترجمے کا سب سے اہم اور دشوار مسئلہ اردو زبان میں نئی اصطلاحات کے منتقل کرنے کا تھا۔ اس مقصد کے لیے مجلس وضع اصطلاحات علمیہ قائم کی گئی تھی۔ وضع اصطلاحات کے کام کو انجام دینے کے لیے پورے ملک سے قابل مترجمین کا انتخاب عمل میں آیا جن میں مولوی عبدالحق، علامہ شبلی نعمانی، چودھری برکت علی، قاضی محمد حسین، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، محمد الیاس برنی، قاضی تلمذ حسین، مرزا محمد ہادی وغیرہ شامل تھے۔ وضع اصطلاحات کے اس کام کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔

ادارۂ ادبیات اردو۔ حیدرآباد

اردو زبان وادب کی ترقی اور دکنی ادب کے تحفظ کے لیے 1931ء میں ادارہ ادبیات اردو کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زوؔر کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ اس ادراہ کے پہلے سر

پرست اعلیٰ نواب میر حمایت علی خان آعظم جاہ بہادر تھے۔اس ادارے کی تعمیر کے لیے بیگم زوؔر نے اپنی ذاتی قطعہ اراضی کو بطور عطیہ عنایت فرمایا اور عمارت کا ڈیزائن فیاض الدین آرکیٹیکٹ نے تیار کیا۔

16 نومبر 1955ء کو پنجہ گٹہ حیدر آباد میں ادارۂ ادبیات اردو کے لیے ''ایوان اردو'' کا سنگ بنیاد چیف منسٹر رام کشن راؤ نے رکھا۔مہدی یار جنگ کو ادارۂ ادبیات اردو کے پہلے صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔مہدی یار جنگ کے بعد دوسرے صدر نواب لیاقت جنگ مقرر ہوئے ان کے بعد پروفیسر سید علی اکبر، حامد علی عباسی، سید ہاشم علی اختر، پروفیسر جعفر نظام صدارت کے عہدوں پر فائز ہوئے۔

ادارے کے قیام کے مقاصد

اردو زبان کی ترقی واشاعت، دکنی ادب اور کلچر کا تحفظ، اردو کے تہذیبی ورثہ اور ادبی آثار کا تحفظ، دکنی مخطوطات و نوادرات کا تحفظ، نوجوانوں میں اردو تعلیم کی اہمیت اور شوق کو اجاگر کرنا اور مطالعہ کا شوق پیدا کرنا، اردو کتب خانوں کا قیام اس کے مقاصد تھے۔

ادارۂ ادبیات کی جانب سے کئی ادبی سرگرمیاں انجام دی جارہی ہیں۔ادارہ کی جانب سے ایک ماہنامہ ''سب رس'' کا پہلا شمارہ 1935ء کو شائع ہوا تھا جو آج بھی اپنی آب وتاب کے ساتھ شائع ہورہا ہے۔اس کے علاوہ ہر سال فروری/مارچ میں یوم قلی قطب شاہ کا شاندار پیمانے پر انعقاد عمل میں آتا ہے، جس میں مختلف ادبی محفلوں کو مشاعرے، ڈراموں اور غزلوں سے سجایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ادارے کی جانب سے سمینار، سمپوزیم، اور تہذیبی پروگرام کو منعقد کیا جاتا ہے، جس میں دانشور، ماہر تعلیم اور سیاسی ہستیاں مدعو کی جاتی ہیں۔ادارۂ ادبیات کے تحت ایک کتب خانہ بھی قائم ہے جس میں 40 ہزار سے زائد کتابیں، 3 ہزار سے زائد قدیم اور نایاب مخطوطات کے علاوہ کئی دکنی نوادرات، تصاویر اور فارسی اور عربی کتب کافی مقدار میں موجود ہیں۔ان کتابوں سے تحقیق کار اپنی تحقیقی کاوشوں کو جلا بخشتے ہیں۔ شعبہ اشاعت کی جانب سے مختلف عنوانات پر مبنی 400 سے زائد کتابوں کو شائع کیا گیا ہے۔

ادارہ ادبیات اردو شعبہ امتحانات کے تحت اردو دانی، زبان دانی، عالم، فاضل، خوش نویسی، خطاطی کے امتحانات منعقد کیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ روزگار کے مختلف کورسیس جیسے کمپیوٹر، گرافکس ڈیزئینگ، کیلی گرافی اور فنکشنل عربی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مولانا آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔حیدرآباد

اس ادارے کے قیام کا اہم مقصد وہ تمام علوم جن کا تعلق مولانا ابوالکلام آزاد سے ہو اُن پر تحقیقات کروانا تھا۔اس ادارے کے قیام کے لیے ڈاکٹر محی الدین قادری زور' حامد علی عباسی' ڈاکٹر مہندرراج سکسینہ'ڈاکٹر ذاکر حسین' کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ان کی ہی کاوشوں سے شہر حیدرآباد میں 11 جولائی 1959ء کو اس وقت کے مرکزی وزیر ہمایوں کبیر کے ہاتھوں ادارۂ ادبیات اردو کی عمارت میں افتتاح عمل میں آیا جس کے پہلے صدر مہدی نواز جنگ تھے۔آج کل یہ ادارہ باغ عامہ کی ایک عمارت میں کام کررہا ہے جس کے تحت ایک لائبریری قائم ہے جس میں مختلف عنوانات پر مشتمل 2095 اردو کی کتابیں' انگریزی کی 9470 اور عربی کی 300 سے زائد کتابیں موجود ہیں' جن سے کئی ریسرچ اسکالرس مستفید ہورہے ہیں اور اپنی علمی وادبی پیاس کو بجھارہے ہیں۔اس کے علاوہ ادارے میں سالار جنگ کی جانب سے محفوظ کیا گیا دکنی لٹریچر کا ایک بڑا قیمتی اثاثہ بھی موجود ہے جسے سالار جنگ کے انتقال کے بعد ادارے کو بطور عطیہ دیا گیا۔

اس ادارے کا اہم کام اردو انسائیکلو پیڈیا کی تیاری ہے۔اردو انسائیکلو پیڈیا کی تیاری کے لیے ایک ایڈیٹوریل بورڈ کو اکبر علی خاں کی صدارت میں قائم کیا گیا اور اس طرح تقریباً 151 ماہرین تعلیم' ادبی شخصیات کے تعاون سے اس اردو انسائیکلو پیڈیا کی تیاری عمل میں آئی۔اس ادارے کی جانب سے انجام دیا گیا دوسرا اہم کام دکن کی ثقافت سیاست' تمدن کو آشکار کرنے کے لیے دکنی تاریخ کی تیاری ہے۔دکنی تاریخ کو مرتب کرنے والوں میں غلام یزدانی' ہارون خان شیروانی' پی۔ایم جوشی' پروفیسر اے۔آر۔کلکرنی اور ڈاکٹر ایم اے نعیم کا تعاون حاصل رہا۔

اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش

مرکزی حکومت کی نہج پر حکومت آندھرا پردیش نے اردو زبان کی ترویج' اشاعت اور فروغ کے لیے 31 دسمبر 1965ء کو اردو اکیڈمی کے قیام کا اعلان کیا۔ جناب آصف پاشاہ کو اکیڈیمی کا صدر' جناب باگاریڈی کو نائب صدر' جناب عابد علی خان ایڈیٹر سیاست کو صدر مجلس عامہ اور بھارت چند کھنہ کو اکیڈیمی کا صدر مقرر کیا گیا۔

اردو کے فروغ اور تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے اردو اوپن اسکول قائم کیے گئے۔ اس کے علاوہ اردو دان طبقے کو معاون روزگار کورسیس کے لیے اردو ٹایپ رائیٹنگ کے مراکز کے علاوہ اردو کمپیوٹر سنٹرس کا قیام لایا گیا، جہاں پر طلبہ کو اردو DTP کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی۔ اس کے علاوہ لائبریریاں قائم کی گئی ہیں جہاں پر اردو اخبارات، رسائل اور مختلف عنوانات پر اردو کی کتابیں موجود ہیں۔ اردو اکیڈیمی کا ماہنامہ ''قومی زبان'' پابندی سے شائع ہوتا رہتا ہے، جس میں اردو اکیڈیمی کی سرگرمیوں سے واقف کروانے کے علاوہ ادبی، سائنسی، مضامین اور شعری تخلیقات شائع کی جاتی ہیں۔

اکیڈیمی کی اہم سرگرمیاں

مخدوم ایوارڈ کی پیش کشی، مشاعروں، ادبی سمینار اور ادبی محفلوں کا انعقاد، طلبہ کو تعلیمی وظائف، بیسٹ ٹیچر ایورڈ، ریاست کے مصنفین کے مسودات کی طباعت کے لیے امداد، کتب خانوں کا قیام، نصابی کتابوں کی تیاری، اردو تلگو لغت کی تیاری، خطاطی کے مراکز، ماہنامہ ''قومی زبان'' کی اشاعت۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو۔ نئی دہلی

اردو زبان کے فروغ اور نشر و اشاعت کے لیے مرکزی حکومت کی وزارت ترقی انسانی وسائل کے تحت یکم اپریل 1996ء کو نئی دہلی میں ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا جو مرکزی وزیر انسانی وسائل کی رہنمائی میں کام کرتا ہے۔ یہ ادارہ کتابوں کی اشاعت کو کافی اہمیت دیتا ہے۔ اپنے اس منصوبے کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے ترقی اردو بیورو کی جانب سے مغربی و مشرقی علوم کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا اردو ترجمہ کرا کر شائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ترقی اردو بیورو کی جانب سے نصابی کتابیں جن کا تعلق ریاضیات، فلسفہ، نفسیات، معاشیات، قانون، طب، سائنسی علوم سے ہے، انھیں شائع کر کے اردو زبان کے طلبہ کے لیے آسانیاں فراہم کر رہا ہے۔ اس اہم کام کے لیے مشہور و معروف شخصیتیں، ماہرین تعلیم اور اہل قلم حضرات کا بھر پور تعاون حاصل ہے۔ ان حضرات کی علمی کاوشوں سے اردو انسائیکلو پیڈیا، اردو لغت، کامرس، سائنس، معاشیات کی اصطلاحات کی فرہنگیں اور کمپیوٹر ٹکنالوجی کی 554 اصطلاحات کو وضع کیا جا سکا ہے۔

ترقی اردو بیورو کی جانب سے ''اردو دنیا'' میگزین شائع ہوتا ہے جس میں اردو کے فروغ کے لیے کیے جانے والے اقدامات اور حکومت کی جانب سے اردو کے فروغ کے لیے تیار کیے جانے والے منصوبوں سے واقف کرایا جاتا ہے۔

اردو زبان وادب کی کئی مشہور و معروف شخصیتیں اس ادارے سے منسلک ہیں جو بڑی دل چسپی سے تمام پروگراموں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر ٹریننگ سنٹر اس کے تحت کھولے جارہے ہیں جو آج ہر کسی کے لیے ایک اہم ضرورت بن گئے ہے۔ کمپیوٹر اپلی کیشن اینڈ لنگوئجس، ڈی ٹی پی کے مراکز کا قیام اور 2001ء میں اردو کیلی گرافی اینڈ گرافک ڈیزائننگ میں دو سالہ کورس شروع کیا گیا۔

اس کے قیام کا مقصد اردو داں آبادی کو نئے ٹکنالوجیکل تبدیلیوں سے واقف کروانا اور ان کے لیے روزگار کی راہیں کھولنا ہے۔ قومی اردو کونسل نے اپنی ویب سائٹ کھول دی ہے۔ انگریزی کے ذریعے اردو زبان سکھانے کے لیے ڈپلوما کورس، اردو کتابوں کا میلہ، مختلف شہروں میں دور دراز کی بستیوں میں اردو کا علمی و ادبی سرمایہ پہنچانے کے لیے موبائل وین جس کے ذریعے کتابوں کی نمائش و فروخت کا انتظام ہے۔ اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے ہر ممکن کوششیں کی جارہی ہیں۔

اردو زبان کے فروغ کے لیے مختلف سمینار، سمپوزیم، ورک شاپ کیے جاتے ہیں۔ اس کے تحت جو رسائل شائع ہوتے ہیں، ان میں ''اردو دنیا''، ''خواتین کی دنیا''، ''بچوں کی دنیا'' اور ''فکر و تحقیق'' اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کونسل کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام دے رہا ہے۔

Shabuddin Shaik
Research Scholar, Department of Urdu,
S.V. University, Tirupati
Municipal Corp. Urdu Boys High School
KADAPA



آندھرا پردیش میں اردو صحافت: ریاست کی تقسیم کے بعد

انور ہادی جنیدی
ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، ایس. وی. یونی ورسٹی، تروپتی

کسی بھی قوم کی تعمیر و تشکیل ہو، یا انقلاب، صحافت اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسی لیے صحافت کو جمہوریت کا ستون کہا گیا ہے۔ آزادی کی تحریک ہو یا آزادی کے بعد سے آج تک کی کوئی بھی اہم عوامی سماجی تحریک، ہماری صحافت نے ہر ممکنہ حد تک اپنے فرائض ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ریاست آندھرا پردیش کی علاقائی اور سرکاری زبان تلگو ہے لیکن اردو بھی یہاں کی مقبول زبان ہے اور دوسری ریاستی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ ریاست آندھرا پردیش میں اردو صحافت کی سمت و رفتار کا مختصر سا جائزہ اور ریاست کی تقسیم کے بعد اردو رسائل و جرائد اور اخبارات کی صورت حال کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

علاقہ آندھرا، مدراس پریسڈنسی میں شامل تھا۔ یکم اکتوبر 1953 میں مدراس پریسڈنسی سے علاحدہ، علاقہ ساحلی آندھرا کے نو (9) اضلاع اور علاقہ رائل سیما کے چار (4) اضلاع پر مشتمل نئی ریاست آندھرا کا قیام عمل میں آیا۔ رائل سیما کے شہر، کرنول کو نئی ریاست کا دارالخلافہ بنایا گیا۔ اسی دوران کرنول سے سید منظور قادری کی ادارت میں روز نامہ ''رہبر دکن'' شائع ہوا۔ اس کے بعد کرنول سے متعدد رسائل، اخبارات منظر عام پر آتے رہے اور مختلف وجوہات کی بنا پر ان کی اشاعت مسدود بھی ہوتی رہی۔ یکم نومبر 1956 میں لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل جدید کے تحت تلنگانہ اور آندھرا کے انضمام کے بعد ریاست آندھرا پردیش کا قیام عمل میں آیا۔ دارالخلافہ کرنول سے حیدرآباد منتقل ہوا۔ ''رہبر دکن'' بھی حیدرآباد منتقل کر دیا گیا اور حیدرآباد سے ''رہنمائے دکن'' کے نام سے مسلسل آج تک شائع ہو رہا ہے۔ 1970 کے آس پاس، آندھرا اور تلنگانہ کے اختلافات ابھر کر سامنے آئے۔ پر تشدد مظاہرے بھی ہوئے لیکن صورت حال قابو میں رہی اور تقسیم کی نوبت نہیں آئی۔ 2014 میں بالآخر تقسیم کا ناگزیر فیصلہ ہوا۔ 2 جون 2014 تلنگانہ کے اضلاع پر مشتمل، علاحدہ ریاست تلنگانہ کا قیام عمل میں آیا۔ موجودہ ریاست آندھرا پردیش، ساحلی آندھرا اور رائل سیما کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ اضلاع رائل

سیما (کرنول، کڈپہ، چتّور، اننت پور) کے علاوہ ساحلی آندھرا کے اضلاع نیلّور، گنٹور، پرکاشم وغیرہ میں اردو پڑھنے، لکھنے، بولنے اور سمجھنے والوں کی قابل لحاظ تعداد موجود ہے۔ دکنی دور سے آج تک، کڈپہ اور کرنول، آندھرا پردیش کے اہم ادبی مراکز کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

تقسیم آندھرا پردیش (2014) کے بعد مختلف علاقوں/ ادبی مراکز سے شائع ہونے والے اردو اخبارات، رسائل و جرائد کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔ اس جائزے میں ریاست کی تقسیم سے پہلے شائع ہونے والے رسائل و جرائد کا ضمنی تذکرہ بھی موجود ہے جو آندھرا پردیش میں اردو صحافت کی سمت و رفتار کا اندازہ لگانے میں معاون ہوگا۔

کرنول

کرنول سے شائع ہونے والے اخبار و رسائل درج ذیل ہیں:

(1) آفاق: ماہنامہ: مدیر- عبدالستار عرشی (نندیال، ضلع کرنول: 1947-تا-1952)

(2) عزیز: پندرہ روزہ: مدیر- مولوی عبدالعزیز رحمانی (کرنول: 1962-تا-1974)

(3) کرنول ٹائمز: ہفتہ وار: مدیر- نذیر احمد رہبر (کرنول: 1974-تا-2003)

(4) شاہین (کرنول- دور اوّل: شاہین، ہفتہ وار: 1979-تا-1980 مدیر: عزیز راہی)

(دور دوّم: شاہین، ماہ نامہ: 1983-تا-1985 مدیر: محمد انوار الحق، صدیق قیسی قمر نگری)

(5) پیکر خوشبو: ماہ نامہ: مدیر- یونس انجم عمری (کرنول: 1986-تا-1988)

(6) ضیائے کرنول: پندرہ روزہ: مدیر- ضیاء الحسن، نامہ نگار روزنامہ رہنمائے دکن (کرنول)

(7) بزم آئینہ: ماہ نامہ: مدیر اعلیٰ: سید قدرت اللہ قادری (کرنول: 2011-تا حال)

(8) عقاب: روزنامہ: مدیر- کریم اللہ خان (کرنول: 2010-تا حال)

مندرجہ بالا معروضات کے پیش نظر کرنول میں اردو صحافت کا ایک مختصر سا گوشوارہ پیش کیا گیا ہے۔ اکثر رسائل و جرائد بڑی آب و تاب سے شائع ہوئے، مقدور بھر اپنی شناخت بھی بنائی لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر ان کی اشاعت مسدود ہوگئی۔ ماہ نامہ بزم آئینہ اور روزنامہ عقاب، تا حال شائع ہو رہے ہیں۔

بزم آئینہ

RNI No. APURD/2011/40390 ISSN 2347-2936

2010 میں ڈاکٹر صدیق قیسی قمرنگری کی تحریک پر، ڈاکٹر سید حسینی باشاہ، سابق پرنسپل اسلامیہ عربی کالج وسجادہ نشین بارگاہ حضرت لااُبالیؒ اور ڈاکٹر سید وحید کوثر قادری کے علاوہ دیگر محبان اردو کے تعاون سے ایک ادبی مجلس ''بزم ادب' کرنول'' کے نام سے قائم کی گئی۔ اسی بزم کے تحت ماہ نامہ ''بزم آئینہ'' کے اجرا کا فیصلہ کیا گیا۔ 2011 میں ماہ نامہ بزم آئینہ کی رجسٹری کرائی گئی، RNI اور ISSN نمبر حاصل کیے گئے۔ اس ماہ نامے کی باقاعدہ اشاعت عمل میں آئی۔ سید قدرت اللہ قادری اس رسالے کے مدیر اعلیٰ تھے اور صدیق قیسی قمرنگری، مدیر۔ قیسی صاحب نے تقریباً چار برس تک ماہ نامہ بزم آئینہ کو نکھارنے سنوارنے کا فریضہ انجام دیا، اس کی اپنی شناخت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ سلگتے ہوئے موضوعات پر لکھے گئے بزم آئینہ کے اداریے بڑے بے باک ہوا کرتے تھے۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے قیسی صاحب ادارت سے سبک دوش ہوئے تو 2014 میں یہ ذمہ داری ڈاکٹر وحید کوثر قادری کے سپرد ہوئی۔ ڈاکٹر وحید کوثر صاحب نے معاون مدیران خصوصاً ڈاکٹر اقبال خسرو قادری کے تعاون سے ترتیب وتزئین کا خاص خیال رکھا اور رسالے کے معیار میں مزید بہتری لائی۔ نئے مستقل کالموں کا اضافہ کیا۔ نثر نگاران رائل سیما اور میزان کے نام سے دو مستقل کالم شروع کیے گئے جن کے توسط سے علاقہ رائل سیما کے اہل قلم کو اردو دنیا میں متعارف کروانے کی کامیاب کوشش کی گئی۔ مستقل کالم میزان کے تحت نئی کتابوں پر نقد وتبصرہ کا آغاز کیا۔ بزم آئینہ جہاں سیاسی وسماجی اقدار کا آئینہ دار تھا وہیں ادب و ثقافت کا بھی پاسدار ثابت ہوا۔ تقسیم آندھرا پردیش کے بعد سے تا حال، بزم آئینہ واحد ماہ نامہ ہے جو مسلسل شائع ہوتا رہا ہے۔

عقاب

RNI No. APURD/2011/40390 ISSN 2347-2936

جناب کریم اللہ خان کی ادارت میں، عقاب کرنول آندھرا پردیش سے شائع ہونے والا واحد روز نامہ ہے۔ سال 2000 میں، ایک ماہ نامہ کی صورت میں اس کی اشاعت ہوئی، سال 2010 میں روز نامے کی شکل میں شائع ہونے لگا۔ روز نامہ عقاب کی اشاعت تا حال جاری ہے۔ یہ اخبار آٹھ صفحات پر

مشتمل ہوتا ہے۔ پہلا، چھٹواں اور ساتواں صفحہ قومی خبروں پر مشتمل ہے۔ دوسرے صفحے پر ریاستی خبریں اور تیسرے صفحے پر عالمی خبریں ہوتی ہیں۔ پانچواں صفحہ دینیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس طرح کل آٹھ صفحات پر مشتمل یہ اخبار آف لائن اور آن لائن دونوں صورتوں میں مقبول عام ہے۔

وشاکھاپٹنم

اصنام (اصنام شکن)

RNI No. APURD/2011/40390 ISSN 2347-2936

ساحلی آندھرا کا مشہور صنعتی شہر' وشاکھاپٹنم بھی اردو زبان و ادب کے لیے زرخیز رہا ہے۔ حالاں کہ یہاں پر ماحول زیادہ امید افزا نہیں رہا پھر بھی محبان اردو کا ایک حلقہ ہمیشہ اردو کے فروغ کے لیے کوشش کرتا رہا۔ دس پندرہ برس قبل تک' جنوبی ہند کی مشہور جامعہ آندھرا یونی ورسٹی میں اردو کا شعبہ بھی قائم تھا۔ ڈاکٹر مقبول فاروقی نے تن تنہا اس شعبے کی ذمہ داری اٹھائی لیکن وظیفے پر ان کی سبک دوشی کے بعد اردو کا شعبہ معطل ہو کر رہ گیا۔ وشاکھاپٹنم کے محبان اردو کی بے لوث خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس سرزمین نے درجنوں شعرا، ادبا کو جنم دیا جو صاحب تصنیف بھی تھے۔ جہاں تک علاقہ ساحلی آندھرا میں اردو شعر و ادب اور اردو صحافت کے فروغ کی بات ہے' عثمان انجم (محمد عثمان خان مرحوم) کا نام اور ان کی بے لوث طویل خدمات خاص توجہ کی مستحق ہیں۔ عثمان انجم کا تعلق مغربی بنگال' برن پور سے تھا اور وشاکھاپٹنم ہجرت سے پہلے بھی ادبی حلقوں میں انجم برن پوری کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ 1988 میں وشاکھا اسٹیل پلانٹ میں کنٹراکٹر کی حیثیت سے وشاکھاپٹنم منتقل ہوئے اور اسی شہر کو اپنا وطن ثانی بنایا۔ 1990 میں شہر کے محبان اردو کے تعاون سے تنظیم الشعرا کے نام سے ایک ادبی انجمن کی بنیاد رکھی۔ 1993 میں وشاکھاپٹنم سے ''ماہ نامہ اصنام'' جاری کیا جو ساحلی آندھرا کے علاقے سے شائع ہونے والا پہلا اردو رسالہ تھا۔ اس رسالے کا اجرا' محسن اردو جناب قاسم صفی مہدی، صدر انجمن ترقی اردو کے ہاتھوں ہوا۔

2003 میں اصنام کے 10 سال مکمل ہونے کی خوشی میں ایک عظیم الشان مشاعرے کا انعقاد عمل میں لایا گیا جس میں ہندوستان بھر سے مشہور زمانہ شعرا، ادبا نے شرکت کی تھی، پھر دس سال بعد یعنی جنوری 2013 کو اصنام کے 20 سال مکمل ہوئے اور اسی سال RNI کی رجسٹری بھی ہوئی۔ رسالے کا

نام ''اصنام شکن'' منظور کیا گیا۔ اسی نام سے جنوری 2013 کو رسالے کا 100 واں شمارہ' علامہ ارشد القادری نمبر کی صورت منظر عام پر آیا۔ 2018 میں رسالے کے پچیس سال مکمل ہونے کی خوشی میں جشن سیمیں منایا گیا اور ایک ساونیر کی اشاعت بھی عمل میں آئی۔ 2021 کے اواخر میں عثمان انجم صاحب کے انتقال کے بعد ساحلی آندھرا میں اردو صحافت کے ایک باب کا خاتمہ ہو گیا۔

اردو کتابوں کی طباعت کے لیے اسکرین پرنٹنگ پریس کا قیام، غالب فدائی کی یاد میں شعری مجموعہ '' صدائے دل'' کی اشاعت ،ایس- کے- محی الدین ندیم کے شعری مجموعے ''لفظوں کے رشتے'' کی اشاعت، محمد علی فاتح کے شعری مجموعے '' حرف ممتاز'' کی اشاعت، بزم اصنام اور وشاکھا ادبی سنگم کی تشکیل، کل ہند مشاعروں اور کوی سمیلن کا انعقاد وغیرہ عثمان انجم مرحوم کے کارنامے ہیں جو علاقائی ادب کی تاریخ میں یاد رکھے جائیں گے۔

پیڈ نہ

ساحلی آندھرا کے ضلع کرشنا، قصبہ پیڈ انہ' احمد نگر میں قائم ''مرکز دارالبر التعلیمی والخیری'' ان اطراف کا ایک مشہور اور معیاری سلفی مرکز ہے۔ ادارے کے تحت نہ صرف دینی علوم کے مدارس کارکرد ہیں بلکہ محکمہ تعلیمات کے مسلّمہ عصری علوم' جدید تعلیم کے اسکول اور کالج بھی قائم ہیں۔ ادارے کے ذمہ داران کے مطابق' اس ادارے سے دو ماہی' سہ ماہی قلمی مجلّے اہتمام سے نکلتے ہیں۔ سہ ماہی قلمی مجلّہ ''القلم'' 2013 سے اور دو ماہی قلمی مجلّہ '' حائطیہ'' 2022 سے جاری ہے۔ مرکز کی طالبات اس کی تزئین و ترتیب کرتی ہیں' اس میں طالبات کی قلمی کاوشیں شامل ہوتی ہیں۔ یہ قلمی مجلّے طالبات کے ہاسٹل میں آویزاں کیے جاتے ہیں۔ جہاں تک پرنٹ میڈیا کا سوال ہے' مرکز دارالبر کے زیر اہتمام ایک سال نامہ ''ندائے دارالبر'' کے نام سے شائع ہوتا ہے۔

ندائے دارالبر

سال نامہ '' ندائے دارالبر'' ادارہ مرکز دارالبر کا ترجمان ہے۔ 2010 میں جاری کیا گیا اور لاک ڈاؤن کی مدّت کو چھوڑ کر' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ ادارے کے ذمہ داران کے مطابق اب تک اس سال نامے کے گیارہ شمارے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ڈاکٹر سعید اللہ عمری مدنی' اس رسالے کے سرپرست ہیں اور یہ رسالہ حافظ ابوطلحہ عمری نذیری کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ رسالے کے مشمولات

میں مرکز کے اساتذہ، طلبہ اور مدرسے کے ابنائے قدیم کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ایک دینی مدرسے کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے ''ندائے دارالبر'' خالص اسلامی اور اصلاحی مزاج کا حامل ہے۔

اننت پور

رسالہ الرشد

جامعہ محمدیہ عربیہ، رائیدرگ، ضلع اننت پور، جنوبی ہند کا مشہور و معروف سلفی دینی مدرسہ ہے۔ دوماہی رسالہ ''الرشد'' اسی مدرسے کا ترجمان ہے جو 2021 سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ مولانا عبدالباسط جامعی ریاضی اور جناب سید امیر حمزہ عباس اس کے سرپرست ہیں۔ یہ رسالہ شیخ ابوحمدان اشرف فیضی اور شیخ عبدالباری جامعی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ شیخ حافظ محمد امین عمری مدنی اس کے نائب مدیر ہیں اور شیخ وسیم قاضی جامعی مدنی مدیر اعزازی۔ شیخ عبدالوہاب عبدالعزیز جامعی، شیخ محمد انور محمد قاسم جامعی سلفی، شیخ عبدالرحیم عبدالمجید محمدی مدنی اور شیخ مختار احمد جامعی کے نام مجلس مشاورت میں شامل ہیں۔

یہ رسالہ خالص دینی اور اصلاحی مضامین پر مشتمل ہے۔ قومی اور عالمی تناظر میں مسلمانوں کی پسماندگی اور سیاسی حالات پر بھی ایک دو مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اکتوبر-نومبر 2024 میں، جلد-4، شمارہ-2، سلسلہ نمبر 20، دوماہی الرشد کا خصوصی شمارہ شائع ہوا جو شیخ الحدیث مولانا عبدالباسط جامعی ریاضی کی حیات اور خدمات پر مشتمل تھا۔ 230 صفحات اس کی ضخامت ہے۔ یہ رسالے اپنے سن تاسیس 2021 کے بعد، تاحال باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ رسالے کی ضخامت مقرر نہیں، مشمولات کے حساب سے صفحات کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

تروپتی

صدائے ہیرا

جامعۃ النسوان السّلفیہ، تروپتی سے ''صدائے ہیرا'' کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ یہ ایک سالنامہ ہے جس میں جامعۃ النسوان السّلفیہ کے اساتذہ اور طالبات کی قلمی کاوشیں، دینی اور اخلاقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ادارے کی مہتمم محترمہ نوہیرا شیخ کی سرپرستی میں، الگ الگ دور میں مختلف احباب نے ادارت ذمہ داریاں سنبھالی ہیں، جیسے عثمان انیس عمری مدنی، یوسف عمری مرحوم وغیرہ۔ صوری اعتبار سے یہ رسالہ بہت عمدہ ہے مگر مشمولات کے معیار کے لحاظ سے یہ ادّعا نہیں کیا جاسکتا۔

کڈپہ

1950 سے 2000 کے دور میں کڈپہ سے کئی دینی، علمی، ادبی رسالے شائع ہوئے لیکن کسی رسالے کی اشاعت مسلسل جاری نہیں رہ سکی۔ دو تین سال، یا آٹھ دس شماروں کی اشاعت کے بعد یہ تمام رسائل مختلف وجوہات کی بنا پر بند کردیے گئے۔ حضرت نہال مخدومی صاحب کی ادارت میں ایک رسالہ ''مشیر طریق'' کے نام سے شائع ہوتا تھا جو خانقاہی نظام سے منسلک احباب کے حلقے میں بہت مقبول تھا۔ نہال مخدومی صاحب کی ادارت میں نندلور ضلع کڈپہ سے ایک اور رسالہ ''المخدوم'' شائع ہوتا تھا، جسے جنوبی ہند بلکہ شمال کے بھی اہل قلم حضرات کا تعاون حاصل رہا۔ شہر کڈپہ میں خصوصاً آستانۂ شہ میریہ کے بزرگوں نے دینی، اصلاحی، علمی ادبی میدان میں قابل رشک کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ آستانہ شہ میریہ سے جناب سید شاہ احمد پیر شہ میری کی ادارت میں ایک دینی، علمی رسالہ ''سلوک'' کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ اس رسالے کے چھ سات شمارے منظر عام پر آئے۔ سلوک کا خصوصی شمارہ ''شہ میری اولیا نمبر''، بہت مقبول ہوا۔

اسلامی اور خانقاہی ماحول سے ہٹ کر اگر دیکھیں تو آندھرا پردیش حکومت کی جانب سے SSA سروا سکھشا ابھیان کے زیر اہتمام ایک رسالہ ''پھلواری'' کے نام سے شائع ہوتا تھا جو درس و تدریس سے تعلق رکھتا تھا۔ اس میں اردو مدارس کے اساتذہ، طلبہ و طالبات کے مضامین، بچوں کی مصوری کے نمونے شائع ہوتے تھے۔ یہ رسالہ جناب شکیل احمد شکیل کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

اس کے بعد باقاعدہ طور پر پندرہ روزہ رسالہ ''وسیلہ'' محمود شاہد صاحب کی ادارت میں مسلسل شائع ہوتا رہا۔ سہ ماہی ''دبستان'' ڈاکٹر اقبال خسرو قادری کی ادارت میں شائع ہوتا رہا ہے۔ جامعہ صالحات کا ترجمان سال نامہ ''ندائے صالحات'' اسحاق علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہورہا ہے۔ ظہیر دانش کی ادارت میں کتابی سلسلہ ''ارتعاش'' اور محمود شاہد کی ادارت میں دوماہی ''افسانہ نما'' تاحال باقاعدگی سے شائع ہورہے ہیں۔

وسیلہ

RNI No. APURD/2011/40390 ISSN 2347-2936

پندرہ روزہ ''وسیلہ'' کا پہلا شمارہ 2009 میں منظر عام پر آیا اور قلیل مدت میں ریاستی اور قومی سطح پر

مقبول عام ہوا۔ پندرہ روزہ وسیلہ ایک مکمل علمی، ادبی اخبار رہا ہے جس میں اہم اہم خبروں کے علاوہ مختلف عناوین پر علمی ادبی مضامین شائع ہوتے رہے۔ اداریہ اور دستور ہند پر مستقل کالم اخبار کی نمایاں خصوصیات رہیں۔ افسانے، غزلیں، تنقیدی تاثراتی مضامین، تبصرے، رسالے کے خالص ادبی ہونے کی دلیل ہیں۔ بچوں کے لیے مخصوص کالم، خواتین کی دل چسپی کی تحریریں، صحت و تندرستی سے متعلق مضامین اخبار کی پہچان رہے ہیں۔ تقسیم آندھراپردیش کے بعد بھی یہ پندرہ روزہ اخبار پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہا' قیمت تھی فی شمارہ 7 روپے اور ضخامت آٹھ صفحات پر مشتمل تھی۔ اردو اخبارات اکثر معاشی بحران کی نذر ہو جاتے ہیں وسیلہ بھی اس کا اشکار ہونے سے نہ بچ سکا۔ موجودہ حکومت اگر اردو رسائل و اخباروں کے لیے مالی امداد کا اعلان کرے تو پھر سے یہ اخبار و رسائل زندہ ہو سکتے ہیں۔

دبستان

RNI No. APURD/2010/35312 / ISSN 2231-5551

''دبستان'' سہ ماہی کا پہلا شمارہ' جنوری - مارچ 2010ء میں اقبال خسرو قادری کی ادارت اور یوسف صفی مرحوم کی سرپرستی میں منظر عام پر آیا۔ سید افتخار جمال رسالے کے مالک' طابع و ناشر ہیں۔ قیمت فی شمارہ 50 روپے' صفحات 144 ' طباعت کوالٹی پرنٹرس کڈپہ۔ کڈپہ سے جتنے بھی ادبی رسائل منظر عام پر آئے ہیں ان میں رسالہ دبستان ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ یہ خالص ادبی مضامین پر مشتمل رسالہ ہے۔ اس کی تدوین وتزئین، سرورق سے لے کر مضامین کا انتخاب، ہر زاویے سے رسالے کے معیار کو مقدم رکھا گیا۔ فہرست سے لے کر آخری صفحے تک ترتیب وتزئین کا بھی خاص خیال رکھا گیا۔ مشمولات کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ابواب قائم کیے گئے جیسے نشید (شعری تخلیقات)' صریر (نثری تحریریں)' سوغات (خصوصی گوشہ)' میراث (ادبی ورثے سے منتخب تحریریں) وغیرہ۔ اقبال خسرو قادری صاحب نے دبستان کے معیار کو برقرار رکھنے میں کبھی کوئی سمجھوتا نہیں کیا۔

2010 سے اب تک 13 شمارے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ دبستان کا خصوصی شمارہ اقبال نمبر اپنے مشمولات اور خصوصاً جنوبی ہند کی زبانوں میں اقبال کے تراجم کے موضوع پر مضامین کی اشاعت کے لحاظ سے ایک اچھی کوشش رہی۔ تیرھواں واں شمارہ ادارہ دبستان کے سرپرست سید یوسف صفی مرحوم

کی یاد میں خصوصی شمارہ ہے۔سید یوسف صفی آندھراپردیش کے مشہورومعروف ڈرامہ نگار ہیں جنھوں نے نہ صرف ڈارمے لکھے بلکہ ریاست بھر میں اسٹیج بھی کروایا۔ یوسف صفی صاحب کے انتقال کے بعد پروفیسر قاسم علی خان رسالے کے نگران ہیں۔

ندائے صالحات

شہر کڈپہ کا مشہورومعروف دینی مدرسہ جامعتہ الصالحات نسوان کے زیراہتمام مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی سرپرستی اورمولانا عبدالجبار ندوی کی ادارت میں 2010 میں یہ شمارہ منظر عام پر آیا۔ رسالے کے ڈائرکٹر جناب شیخ اسحاق علی اور معاون مدیر عبدالودود ندوی ہیں۔اوّل اوّل یہ رسالہ سال نامے کی صورت میں شائع ہوتا رہا بعد میں بتدریج ششماہی' سہ ماہی رسالے کی شکل میں شائع ہونے لگا۔اب یہ رسالہ ماہ نامہ کی صورت میں طبع ہورہا ہے۔چوں کہ یہ رسالہ ایک دینی مدرسے کا ترجمان ہے' ظاہر ہے اس کے مشمولات دینی' اصلاحی مزاج کے حامل ہیں۔خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ تر مضامین مدرسے کے اساتذہ اور طالبات کی تحریروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔طالبات میں لکھنے پڑھنے کا شعور اور ذوق پیدا کرنا اس رسالے کا اہم مقصد ہے۔مدرسے کے تحت پچھلے چودہ برس سے ''بزم حسان'' کے زیر اہتمام کل ہند طرحی مشاعرے منعقد ہورہے ہیں۔اس مناسبت سے کبھی کبھی ادبی مضامین یا مشاعرے کی رپورتاژ بھی شائع کی جاتی ہے۔مرحوم شکیل احمد شکیل ان مشاعروں کے کنونیر ہوا کرتے تھے ان کے بعد یہ ذمہ داری مجھ ہیچ مداں کے سپرد کی گئی ہے۔لاک ڈاؤن کی مدت سے قطع نظر' سال 2010 سے تا حال یہ رسالہ برابر شائع ہوتا آرہا ہے۔سال 2022 کا آخری شمارہ ''پیام انسانیت'' خاص نمبر کی صورت شائع ہوا۔مدرسے کے اساتذہ،شہر کے علما ومشائخین کے علاوہ ریاست اور بیرون ریاست کے علما کی تحریریں بھی اس رسالے کے مشمولات میں ہیں۔

ارتعاش

ISSN 3202-0416

کتابی سلسلہ ''ارتعاش'' کے مدیر ظہیر دانش عمری ہیں اور معاون مدیران میں سردار ساحل، ابوبکر ابراہیم عمری شامل ہیں۔سال 2012 سے یہ رسالہ منظر عام پر آرہا ہے۔کتابی سلسلہ ہونے کی وجہ سے اس کی طباعت میں کوئی خاص وقت یا معیاد کی پابندی نہیں ہے۔صفحات کی تعداد بھی مضامین کی مناسبت

سے متعین ہوتی ہے۔ اکتوبر 2024 سے یہ رسالہ کتابی سلسلہ سے ماہ نامہ میں تبدیل ہو گیا اور مینجنگ ایڈیٹر کی ذمہ داری راقم (انور ہادی جنیدی) کو دی گئی۔ یہ رسالہ خالص ادبی مضامین پر مشتمل ہے۔

افسانہ نما

دو ماہی رسالہ ''افسانہ نما'' خالص افسانچوں پر مشتمل محمود شاہد صاحب کی ادارت میں جولائی/ اگست 2023 میں منظر عام پر آیا۔ یہ رسالہ خالص افسانچوں پر مشتمل ہے۔ اس رسالے کو برصغیر میں خالص افسانچوں پر مشتمل پہلا رسالہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ رسالہ صنف افسانچہ کا علم دار ہے۔ اب تک اس کے پانچ شمارے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ پانچویں شمارے کی خوبی اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ملک اور بیرون ملک کی خواتین افسانہ نگاروں کے افسانچے شامل ہیں۔ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں یہ رسالہ عالمی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس کی شہرت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ یہ رسالہ اب پاکستان سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ ہندوستان بھر میں اس کے مستقل اراکین کی خاصی تعداد ہے۔ اس کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر شہاب افسر خان، مدیر محمود شاہد، اور معاون مدیران میں ڈاکٹر محی الدین امجد، ڈاکٹر فریدہ تبسم، سعید نظر، عذرا علیم شامل ہیں، راقم اس رسالے کا مینجنگ اڈیٹر ہے۔

اگر اردو رسائل و اخبارات کو ریاستی حکومت، اردو اکادمی جیسے اداروں کے تحت معقول مالی امداد فراہم ہوتی ہے، اردو کے قارئین رسالے کی سرپرستی فرماتے ہیں تو ممکن ہے اردو رسائل و اخبارات ایک لمبی مدت تک زندہ رہ سکیں گے ورنہ رہے نام اللہ کا! موجودہ صورت حال میں اردو رسائل و اخبارات کی اشاعت جوئے شیر لانے کے مصداق ہے۔

S. Anwar Hussain
Research Scholar, Dept. of Urdu
S.V. University, Tirupati. (A.P)



اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لیے اردو طبقے کے بنیادی اقدامات

مقبول احمد مقبول

سکریٹری، کے۔عبدالمجید ایجوکیشن اینڈ ویلفیر سوسائٹی، کڈپہ

عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اردو معاشرے میں اخبار بینی اور رسائل کے مطالعہ کا شوق کم ہوتا جا رہا ہے۔اسکولوں، کالجوں، یونی ورسٹیوں اور انجمنوں کے دفاتر میں اردو اخبار اور رسائل نظر نہیں آتے۔ان کی جگہ انگریزی اور مقامی زبانوں کے اخبار اور رسائل پائے جاتے ہیں۔یہ صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے۔اس صورت حال کو یکسر بدلنے اور اردو اخبارات اور رسائل کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اردو اخبارات اور رسائل کی اشاعت معاشرے میں زبان کی موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔اخبارات اور رسائل عوام اور زبان کے درمیان رابطے کا کام کرتے ہیں۔اس کمزور ہوتے ہوئے رابطے کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

اردو داں طبقہ سرکاری دفاتر ، مراکز،عدالتوں اور بنکوں میں اپنی درخواستیں اردو زبان میں دیے۔اس اقدام سے اردو پڑھے لکھے نو جوانوں کے لیے ان جگہوں میں ملازمتوں کے دروازے کھلیں گے۔ ہمارے نو جوانوں میں بے روزگاری عام ہے۔بے روزگاری ہزاروں مسائل پیدا کرتی ہے۔ ہماری اس ادنی کوشش سے بے روزگار نو جوانوں کی مدد ہوسکتی ہے۔اس کام میں رکاوٹیں آسکتی ہیں۔ عہدے دار اردو زبان میں درخواستیں قبول کرنے سے انکار کر سکتے ہیں۔لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر شہری کو یہ دستوری حق حاصل ہے کہ وہ جس زبان سے واقف ہوتا ہے اس زبان میں اپنی درخواست دے سکتا ہے۔مترجمین کے تقرر کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔

کانونٹ اسکولوں میں اکثریت ان اسکولوں کی ہے جن میں اردو زبان پڑھانے کا انتظام نہیں ہے۔اگر کسی کانونٹ اسکول میں جہاں ان طلبہ و طالبات کی قابل لحاظ تعداد ہو جن کی مادری زبان اردو ہے اور جو اردو بحیثیت زبان پڑھنا چاہتے ہیں، اس اسکول میں انتظامیہ کو مجبور کیا جائے کہ ان طلبہ و طالبات کے لیے اردو زبان کی تعلیم کا اہتمام کرے۔ان کے علاوہ جو بھی بچے، بڑے، بوڑھے اردو سیکھنے

کے خواہش مند ہوں ان کے لیے محلوں میں شبینہ مدرسوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔خصوصاً اسکولوں کی چھٹیوں میں اردو ٹیوشن کا انتظام زیادہ طلبہ و طالبات کو اپنی طرف متوجہ کرسکتا ہے۔ان طلبہ و طالبات کو اردو کی تدریسی و نصابی کتابیں مفت فراہم کی جائیں۔کھلونوں، معموں اور دیگر تفریحی چیزوں کے ذریعے بھی بچوں میں اردو سیکھنے کا شوق پیدا کیا جاسکتا ہے۔

مختلف موقعوں پر اسکول اور کالج کی سطح پر تقریری اور تحریری مقابلوں کا اہتمام کیا جائے اور کامیاب طلبہ و طالبات میں انعامات تقسیم کیے جائیں۔اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ان کی زبان دانی میں بہتری آئے گی۔ان کی تقریری و تحریری صلاحیتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ان کوششوں سے ہم مستقبل کے اچھے مقرر اور قلم کار پیدا کر سکتے ہیں۔

طلبہ و طالبات میں اخبارات اور رسائل کے مطالعے کے شوق کے ساتھ ساتھ ان میں شعر گوئی اور قصے کہانیاں لکھنے کا ذوق بھی پیدا کیا جائے۔ بیت بازی اور کہانی نویسی کے مقابلوں کے ذریعے ہم طلبہ و طالبات میں یہ ذوق وشوق پیدا کر سکتے ہیں۔

معاشرے میں انگریزی زبان کا غلبہ ہے اور یہ خیال عام ہے انگریزی زبان ہی کامیابی اور ترقی کی کنجی ہے۔اس غلط فہمی کی وجہ سے والدین انگریزی میڈیم کو ترجیح دیتے ہیں۔اس خام خیالی نے نہ صرف اردو زبان بلکہ دیگر ہندوستانی زبانوں کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔والدین بچوں کو اپنی مادری زبان میں تعلیم دلانے کے بجائے انگریزی زبان میں تعلیم دلواتے ہیں۔اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے بچے مادری زبانوں سے نابلد ہوتے جا رہے ہیں۔اس بات کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ ملازمتوں کا تعلق زبان سے نہیں بلکہ علم و ہنر سے ہے اور علم و ہنر کسی بھی زبان میں حاصل کیے جاسکتے ہیں۔اس بات کے ہمارے پاس پختہ ثبوت ہیں کہ اردو ذریعۂ تعلیم سے سند یافتہ نوجوانوں نے بڑی بڑی سرکاری و غیر سرکاری ملازمتیں حاصل کی ہیں اور قوم کا نام روشن کیا ہے۔

اردو ہماری ریاست کی دوسری سرکاری زبان ہے اور ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ حکومت کی ہر سرگرمی میں اردو زبان کا اطلاق ہو۔حکومت کی اسکیمات کی تشہیر اردو زبان میں ہو۔حکومتی اداروں میں اردو زبان کا استعمال عام ہو۔سرکاری ٹی وی چینلوں میں اردو زبان کے ادبی و ثقافتی پروگراموں کے لیے مناسب وقت مختص کیا جائے۔دفاتر کے سائن بورڈ اردو میں بھی لکھے جائیں۔

تجارتی مراکز اور دکانوں کے نام بھی اردو میں لکھوائے جائیں۔الغرض اردو زبان کے استعمال کو روزمرہ زندگی کا حصہ بنادیا جائے۔

اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے جدید ذرائع ابلاغ سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ انٹرنیٹ،فیس بک، واٹس ایپ اور دیگر ایپس پر رومن انگلش کے بجائے اردو رسم الخط استعمال کیا جائے تا کہ اس کی بین الاقوامی حیثیت مستحکم ہو سکے۔

اگر میں یہ کہوں تو بیجا نہیں ہوگا کہ اردو زبان کی ترقی و ترویج میں سب سے بڑی رکاوٹ خود اردو والے ہیں۔اردو والوں نے ہی اردو کو نقصان پہنچایا ہے۔خود احتسابی عمل کے ذریعے ہم اپنا احتساب کریں۔اپنے گریبان میں جھانکیں۔اپنے کردار کو تبدیل کریں۔قول و فعل کے فرق کو مٹائیں۔خلوصِ دل سے اردو کی ترقی و ترویج میں اپنا رول ادا کریں۔دنیا کی بیشتر زبانیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اپنی خوب صورت شیریں زبان سے محروم ہو جائیں۔اردو ایک زبان ہی نہیں ایک تہذیب بھی ہے۔اس کے مٹنے سے ہماری تہذیب بھی مٹ جائے گی اور ہمارا تشخص اور ہماری شناخت بھی ختم ہو جائے گی۔کیا اردو والوں کو اس بات کا احساس ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ اس سمینار سے ہم اپنے دلوں میں اپنی زبان اردو سے محبت کا جذبہ لے کر اٹھیں۔

Maqbool Ahmed Maqbool
Secretary
K. Abdul Hameed Education & Welfare Society
Kadapa.



سیمینار

جنوبی ہند اور عالمی تناظر میں اردو کی صورت حال

تمل ناڈو میں اردو تعلیم و تدریس کی صورت حال

پروفیسر قاضی حبیب احمد

سابق صدر، شعبہ عربی، فارسی و اردو

مدراس یونی ورسٹی، چینئی

تمل ناڈو جو قدیم صوبہ کرناٹک کا ایک حصہ ہے ابتدا ہی سے علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین میں بڑے بڑے اہل علم، ادبا، شعرا اور صاحب کمال افراد نے جنم لیا۔ یہاں کے لوگوں میں زبان و ادب سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ خاص طور پر اردو تدریس کی ایک باقاعدہ روایات یہاں پائی جاتی ہیں۔ کئی بڑے بڑے مدارس کے علاوہ خانقاہیں اور مکاتیب موجود تھے جہاں دیگر علوم و فنون کے ساتھ اردو زبان کی تدریس کا بھی انتظام موجود تھا۔

1717ء میں فورٹ سینٹ جارج اسکول قائم کیا گیا تھا جو تمل ناڈو میں بلکہ پورے ملک کا پہلا سرکاری اسکول ہے۔ یہ کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کے قیام سے اسّی سال پہلے کی بات ہے۔ مدراس کے اس اسکول میں مغربی طرز تعلیم کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بعد میں چل کر یہ فورٹ سینٹ جارج کالج بن گیا۔ اس کالج میں اردو و دکنی زبانوں میں تصنیف و تالیف کا بڑا قابل قدر کام ہوا ہے۔ اس کے بعد یہاں مسلسل اسکولوں اور کالجوں کا قیام عمل میں آتا رہا اور ان درس گاہوں میں اردو زبان کی تدریس کا بھی باقاعدہ انتظام ہوتا تھا۔ طلبہ میں اردو پڑھنے کا ذوق و شوق پایا جاتا تھا اور والدین اردو کی تدریس اپنے بچوں کے لیے لازمی سمجھ کر اس کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ صورت حال آزادی تک بلکہ آزادی کے بعد بھی کچھ حد تک موجود تھی۔

1947ء میں ملک آزاد ہوا تو ملک بھر میں اردو تدریس کے جو مسائل کھڑے ہوئے تھے ان سے ریاست تمل ناڈو بھی متاثر ہوئی۔ اردو زبان کے لیے سب سے زیادہ پریشانی صوبائی حکومتوں کی جانب سے رہتی ہے۔ صوبائی حکومتیں اپنی علاقائی زبان کی سرپرستی اور نشو و نما میں اس قدر غلو کرتی ہیں کہ انھیں دیگر لسانی اقلیتوں سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ بعض ریاستوں میں خاص طور سے تمل ناڈو میں سخت

نامساعد حالات کا سامنا ہے۔تمل ناڈو میں جب تک کانگریسی حکومت تھی کچھ حد تک لسانی رواداری موجود تھی لیکن جیسے ہی دراوڑی حکومتوں کا سلسلہ شروع ہوا اردو زبان اوراس کی تدریس پر مختلف مصائب کا سامنا ہوا۔

تمل ناڈو میں زبان ہی کی بنیاد پر دراوڑی تحریک وجود میں آئی تھی۔ ہندوستان میں آزادی کے بعد پورے ملک کے لیے ایک زبان یعنی ہندی کی بات شروع ہوئی تو احتجاج کا پہلا علم تمل ناڈو سے بلند ہوا تھا۔ای وی آر پیریار نے ہندی مخالفت کی تحریک ہی سے شہ پا کر دراوڈ کزگم کی بنیاد رکھی تھی جسے سیاسی محاذ بناتے ہوئے سابق وزیر اعلی شری سی این انا دورائے نے 1949ء میں ڈی ایم کے کی بنیاد رکھی تھی۔1968ء میں جب پہلی بار دراوڑی جماعتوں کی تمل ناڈو میں حکومت قائم ہوئی تو اسی وقت سے ان کی لسانی پالیسی کٹر تمل نوازی اور دیگر زبانوں کے ساتھ کٹر عصبیت کی ہوگئی تھی۔

سابق وزیر اعلی شری ایم کرونا ندھی نے 2010ء میں ''سماچیر کلوی'' کے نام سے اسمبلی میں قانون پاس کر کے اس قضیہ کا آغاز کیا تھا۔یکساں نصاب (Uniform Syllabus) کے تحت زبان کے درجے میں صرف علاقائی زبان کوتھوپ دیا گیا۔اسکول کے طلبہ کے لیے نہ صرف یہ کہ تمل کو لازمی قرار دیا گیا بلکہ مادری زبان سیکھنے کا حق بھی چھین لیا گیا۔اس طرح اردو یا کسی بھی اقلیتی زبان کو اختیار کرنے کا ہر جواز ختم کر دیا گیا۔ یہ زبانیں اختیاری زبانوں کے طور پر پڑھائی جاسکتی ہیں مگر امتحان کے نتیجے پر اس کی کامیابی اور ناکامیابی کا اثر مرتب نہیں ہوگا۔یعنی اقلیتی اداروں میں اگر وہ اپنے طور پر اپنی زبان پڑھانا چاہتے ہوں تو پڑھالیں،اس کی کوئی سرکاری ذمہ داری نہیں ہوگی۔نہ ہی اسے سرکاری سند میں شامل کیا جائے گا۔ نہ اس کے لیے سرکاری پرچے تیار ہوں گے، نہ ہی ان کا سرکاری طور پر Evaluation ہوگا۔جب یہ سرکار کے تعلیمی نظام ہی کا حصہ نہیں ہے تو اس افزودہ زبان کی تدریس کے لیے اساتذہ کا بھی تقرر سرکار کی ذمہ داری میں شامل نہیں ہے۔جیسے دینیات وغیرہ مسلم اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے،اسی طرح اردو کا بھی حشر کر دیا گیا ہے۔

باوجود حکومت سے بار بار اپیل اور گفت وشنید کے اس قانون کو واپس نہیں لیا گیا اور ابتدائی اور تحتانی سطوح سے اردو اور دیگر لسانی اقلیتی زبانوں کی تخریج اور بیخ کنی کا آغاز کر دیا گیا اور دس سال بعد اب معاملہ میٹرک تک آ پہنچا ہے۔اس ناانصافی کے خلاف اردو کے اداروں اور کچھ دیگر لسانی اقلیتوں

کے اداروں نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہائی کورٹ میں انصاف نہیں ملا تو سپریم کورٹ میں اپیل درج کی گئی، لیکن وہاں بھی امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی ہے۔ ہاں اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ پچھلے دو تین سالوں سے چوں کہ معاملہ Sub judiced ہے تو ایک استثنائی صورت کے طور پر میٹرک کے سرکاری امتحان میں اردو اور دیگر اقلیتی زبانیں بھی شامل ہیں۔ اس بار کورٹ نے یہ استثنا بھی ہٹا لیا ہے جس کا مطلب ہے کہ میٹرک کے سرکاری امتحان میں اگلے سال اردو خارج ہو جائے گی۔

ریاست میں زبان کو لے کر سیاست دانوں نے ہی ہوا کھڑا کیا تھا۔ خود تمل بولنے والے یہ نہیں چاہتے کہ دیگر زبانیں پڑھنے کا حق ان سے چھین لیا جائے۔ زبانیں آپس میں جوڑنے کا کام کرتی ہیں۔ چاہے وہ اردو زبان ہو یا تمل۔ لیکن شاطر سیاست دان اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ دولسانی فارمولہ جو صرف تمل ناڈو میں نافذ ہے، دیگر زبانوں کے لیے سم قاتل ثابت ہو رہا ہے۔ دیگر ریاستوں میں سہ لسانی فارمولہ زیر عمل ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ برسر اقتدار ڈی ایم کے ہو یا حزب اختلاف کی انا ڈی ایم کے، دونوں کی لسانی پالیسی میں سر مو فرق نہیں۔ تمل ناڈو کی ہر سیاسی جماعت کے ایجنڈے میں اپنی مادری زبان تمل کی بالادستی سر فہرست رہتی ہے۔ اس کے برعکس زبان کے مسئلے پر مسلمان اس لیے متحد نہیں ہیں کہ تمل ناڈو میں سب مسلمانوں کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ تمل ناڈو میں دس یا بارہ فی صد مسلمانوں میں سے تیس فی صد مسلمانوں ہی کی مادری زبان اردو ہے، بقیہ ستر فی صد مسلمان تمل بولنے والے ہیں۔ اس وجہ سے بھی تمل ناڈو میں اردو کا مسئلہ مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بن سکتا، جیسے تلنگانہ، آندھرا پردیش یا کرناٹک میں ہوتا ہے۔

تمل ناڈو میں تیلگو کے بعد اردو سب سے بڑی لسانی اقلیتی زبان ہے۔ کنڑ، ملیالم، ہندی، سنسکرت وغیرہ ریاست کی دیگر لسانی اقلیتی زبانیں ہیں۔ تمل ناڈو میں ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام لسانی اقلیتیں تیلگو، کنڑ، ملیالم، ہندی، سنسکرت وغیرہ متحد ہو کر محاذ قائم کریں اور مادری زبان سیکھنے کا ان کا بنیادی حق سرکار سے حاصل کرنے کے لیے احتجاج کریں۔

تمل ناڈو میں اردو اکاڈمی

کئی برسوں کے مطالبے کے بعد جولائی 2000ء میں تمل ناڈو اردو اکاڈمی قائم ہوئی جس کا

سالانہ بجٹ صرف 18 لاکھ روپے تھا اور آج بھی 25 برس کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس سے بڑی حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان 25 سالوں میں صرف ایک سال ہی اس رقم کا استعمال کیا گیا۔ اکاڈمی کی نہ کوئی عمارت ہے اور نہ دفتر۔ دراصل اکاڈمی ایک کھلونا ہے جو حکومت نے اردو والوں کے ہاتھوں میں تھما دیا ہے تاکہ وہ اپنا رونا بند کریں اور یہ احتیاط بھی کر لی گئی کہ اردو کے مفاد میں ایک پائی بھی خرچ نہ ہونے پائے۔ ریاست میں حکومت کی جانب سے اردو کی ترویج کے نام پر اگر کوئی ادارہ ہے تو وہ اردو اکاڈمی ہی ہے جس کا حال میں نے بیان کیا۔ فی الحال تمل ناڈو میں اردو والوں کا حکومت سے بنیادی مطالبہ یہ ہے کہ انھیں اسکولوں میں اردو سیکھنے کا موقع دیا جائے۔ یوں اگر کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ یہاں ترویج سے زیادہ تحفظ کی ضرورت درپیش ہے۔

اردو تدریس کے مسائل

تمل ناڈو میں تحتانی اور فوقانی سطح پر اردو تدریس کے تعلق سے سرکار کے سوتیلے سلوک کا تفصیلی جائزہ لیا جا چکا ہے۔ سرکاری تازیانوں کے ساتھ بھی تا حال کچھ اسکولوں میں اردو بحیثیت زبان اور گنے چنے اسکولوں میں اردو بطور ذریعہ تعلیم بھی رائج ہے۔ حکومت کی پابندیاں میٹرک تک کی تعلیم کے لیے ہیں۔ انٹرمیڈیٹ سے علاقائی زبان کی پابندی ختم ہو جاتی ہے۔

تمل ناڈو میں میٹرک کے بعد دو سال کی جو پری یونی ورسٹی (Pre-University) تعلیم ہوتی ہے اسے ہائیر سکینڈری یا پلس ٹو کے عنوان سے اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ جیسے بعض صوبوں میں انٹرمیڈیٹ ہوتا ہے۔ یہاں تک کی تعلیم ثانوی کہلاتی ہے۔ تحتانی اور فوقانی مرحلوں سے گذر کر طالب علم ثانوی مرحلے میں داخل ہوتا ہے اور اس کے آگے اعلی تعلیم کے دو اور مرحلے ہوتے ہیں کلیاتی اور جامعاتی۔ گویا ثانوی سطح طالب علم کے لیے تعلیمی کیریئر کا بالکل درمیانی حصہ ہوتا ہے۔ اس سطح تک تعلیم مشترک ہوتی ہے اور یہاں سے راستے الگ ہوتے ہیں۔ طالب علم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پسند اور اپنے ذوق کی چیز منتخب کرے۔ گویا طالب علم کے اندر فکری اور نظری بلوغت اس حد تک آجاتی ہے کہ وہ اپنے طور پر فیصلے لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انسانی عمر کا یہ حصہ یعنی چودہ پندرہ سال میں سب سے زیادہ مزاج میں تعجیل، تذبذب اور تشکیک پائی جاتی

ہے۔اس زمانے کے فیصلے اکثر جذباتی اور جلد بازی میں لیے جاتے ہیں اور سوچ وفکر میں سرکشی اور بغاوت پائی جاتی ہے۔لہٰذا طالب علم مناسب رہنمائی کا زیادہ طالب اور محتاج رہتا ہے۔اردو کے اساتذہ کو اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھانا چاہیے اور طلبہ وطالبات کو زبان سے قریب لانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

اکثر اردو کی نصابی کمیٹیوں کے سامنے یہ مطالبے رکھے جاتے ہیں کہ معیار اور مقدار دونوں میں کمی لائی جائے۔ایک طرف تو مطالبہ کرنے والے اساتذہ کی کم مائگی کو اس میں دخل ہوتا ہے لیکن سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ طلبہ کے معیار میں انتہائی گراوٹ آچکی ہے۔ بات تو صحیح ہے لیکن طلبہ کے معیار میں گراوٹ کا اصل سبب اساتذہ کی مجہولیت، عدم توجہی اور تساہل ہے۔اساتذہ کے اصرار پر نصاب کے معیار میں گراوٹ آئی ہے۔اب اساتذہ کا حال یہ ہے کہ ثانوی سطح پر اور کہیں کہیں تو کلیاتی سطح پر بھی طلبہ کو زبان کے بنیادی قاعدے سکھائے جارہے ہیں۔ یہ صورت حال کچھ اچانک ہمارے سامنے نہیں آئی ہے۔ یہ برسہا برس کے زوال آمادہ تدریسی نظام کا نتیجہ ہے۔ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا زبان کے ان سسکتے مریضوں کو مقویات کا استعمال کرایا جائے یا مرض کے ازالے کی صورت پیدا کی جائے۔ جواب یہ ہے کہ دونوں کی معتدل حیثیتوں سے مریض کو ضرورت ہے۔یعنی معیار میں کمی نہ لاتے ہوئے طلبہ کو ان کی حیثیت سے اونچا اٹھانے کی غیر معمولی کوشش کی جائے۔اس کا سبب یہ ہے کہ ریاست میں ایسے علاقے بھی ہیں جہاں زبان وادب سے طلبہ کی واقفیت قدرے بہتر ہے۔

عام مشاہدہ یہ ہے کہ نوجوان نسل بے حد ذہین، نکتہ رس، تیز ومستعد اور ساتھ ساتھ منطقی بھی ہے۔ انھیں صلاحیتوں کو دیکھ کر عصری علوم کے نصابوں میں گرانی اور تنوع پیدا کیا گیا ہے۔مگر ایک اردو نصاب کا معاملہ ہے کہ ارزاں سے ارزاں ہی ہوتا جارہا ہے۔لیکن اساتذہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ نصاب کو اور ہلکا کردو۔اس مطالبے کی بازگشت ہماری ریاست میں کچھ زیادہ ہی شدت سے سنائی دیتی ہے۔

تمل ناڈو میں کلیاتی سطح پر یعنی کالج کی سطح پر اردو کی تدریس کی صورت حال زیادہ مایوس کن ہے۔ چند کالجوں کے استثنیٰ کے ساتھ بیشتر کالجوں میں اردو زبان کی تدریس ابتدا سے ہوتی ہے یعنی اردو کی ابجد سے شروع کرنا پڑتا ہے۔اس کا ایک سبب طلبہ وطالبات کی کم مائیگی بلکہ بے مائیگی ہے تو دوسری طرف وہ طلبہ وطالبات کا داخلہ ہے جو کالجوں میں پہلی بار شوقیہ اردو پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ یہاں

کالجوں میں زبان کی تدریس اختیاری ہے۔کسی بنیاد یا پس منظر کی شرط نہیں ہے۔یعنی پلس ٹو میں اردو نہ بھی پڑھی ہو تو وہ کالج میں پارٹ ون میں اردو یا کوئی بھی زبان لے کر پڑھ سکتا ہے۔لیکن اس معاملے کا سب سے بدترین پہلو یہ ہے کہ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا کر اردو کے اساتذہ محنت ولگن کے ساتھ پڑھانے کے اپنے فرائض منصبی سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ذرا تن دہی سے کام کریں تو دو سال کے طویل عرصے میں وہ ان non native speakers کو صحیح معنوں میں اردو سکھا کر منصبی ذمہ داری پوری کر سکتے ہیں۔بجائے اس کے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اردو میں کچھ لکھو یا نہ لکھو امتحان میں پاس کرانے کی ہماری ذمہ داری ہے۔افسوس کا مقام ہے کہ اردو اساتذہ اپنی نشستوں کے تحفظ کے لیے زبان کا سودا کرتے ہیں۔

جس طرح دیگر زبانوں کے طلبہ اردو سیکھنے کے لیے آتے ہیں، اردو کے بھی طلبہ دیگر زبانوں عربی، جرمن، فرانسیسی وغیرہ میں منتقل ہوتے ہیں۔اس سے اردو کے شعبوں میں ضعف پیدا ہو رہا ہے۔اس کا ازالہ ثانوی سطح پر یوں کیا جا سکتا ہے کہ نصاب میں ایسے مضامین رکھے جائیں جن کے پڑھنے سے طلبہ و طالبات کو اردو زبان سے محبت اور جذباتی وابستگی پیدا ہو۔انھیں احساس دلایا جائے کہ ان کی ثقافتی شناخت اس زبان میں مضمر ہے۔نئی نسل کو اردو زبان سے جوڑے رکھنا سب سے اہم مرحلہ ہے۔یہ کام ایک ہونہار اور ذمہ دار استاد ہی انجام دے سکتا ہے۔

جہاں تک ڈگری سطح پر اردو ادبیات کا سوال ہے پوری ریاست میں دی نیو کالج، چینئی ہی وہ واحد کالج ہے جہاں بی۔اے (اردو) کا کورس موجود ہے۔کالج انتظامیہ کی ہر طرح کی سرپرستی اور خصوصی مراعات کے باوجود یہ کورس کسم پرسی کا شکار ہے۔اردو اکثریتی علاقوں میں جو بہت کم ہیں کالجوں میں اردو کے شعبے سرسبز وشاداب ہیں۔تمل اکثریتی علاقوں کے کالجوں میں طلبہ کے داخلوں کے لیے اساتذہ کو عرق ریزی کا سامنا ہے۔

تمل ناڈو میں جامعاتی سطح پر اردو زبان وادب کی اعلیٰ تعلیم وتدریس اور تحقیق کا جہاں تک تعلق ہے، صرف مدراس یونی ورسٹی میں اردو کا شعبہ قائم ہے۔جہاں ایم۔اے کے علاوہ پی ایچ ڈی کے لیے بھی دروازے کھلے ہیں۔جیسا کہ میں نے عرض کیا اردو تعلیم وتدریس کی حالت اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ تشفی بخش نہیں ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایم اے اردو میں بھی داخلے آسان نہیں ہیں۔اس

مشکل کا حل شعبے نے یہ دریافت کیا ہے کہ ہندوستان کے مختلف بڑے عربی مدارس کی اسناد کو بورڈ آف اسٹڈیز میں بی اے اردو کے مساوی منظوری دے کر ایم اے میں داخلے کے لیے انھیں راستہ ہموار کر دیا ہے۔اب عربی مدارس کے طلبہ فراغت کے بعد شعبہ اردو، مدراس یونی ورسٹی میں ایم اے اردو میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

نصاب سازی کے مسائل

تحتانی سطح سے جامعاتی سطح تک تمل ناڈو میں اردو تعلیم، تدریس اور تحقیق کا جائزہ لینے کے بعد آیئے ریاست میں اردو نصاب سازی کا بھی جائزہ لے لیں۔ تدریجی نصاب سازی کے ذریعے اردو تعلیم و تدریس کی مختلف سطوح کو پیوست رکھنے، سائنٹفک اور مربوط انداز سے ایک باضابطہ ارتقا دکھانے کی اب تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔تحتانی سطح کو وسطانی سطح کے ساتھ، وسطانی سطح کو فوقانی سطح کے ساتھ، فوقانی سطح کو ثانوی سطح کے ساتھ، ثانوی سطح کو کلیاتی سطح کے ساتھ اور کلیاتی سطح کو جامعاتی سطح کے ساتھ پیوست و مربوط رکھ کر شروع سے آخر تک نصاب سازی میں ایک باضابطہ ارتقائی صورت سے دوچار کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش اب تک نہیں کی گئی۔ جب دیگر اسباق کا یہ حال ہے تو اردو تدریس کی نصاب سازی بھی اس معاملے میں بے اعتدالی اور بے راہ روی کا شکار ہے تو کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ اسی طرح نصاب سازی میں علاقائی نمائندگی ایک صحت مندرجحان ضرور ہے۔لیکن اس میں شدت اختیار کرنے سے علاقائی عصبیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ بسا اوقات مناسب نمائندگی نہ ملنے سے خانہ پری کے لیے غیر معیاری ادب کو بھی شامل نصاب کر لیا جاتا ہے جو نہایت بے تکی بات ہے۔نصاب ایک ایسا پیمانہ ہے جو تعلیم کی نہج کو متعین کرتا ہے۔نصاب سازی میں کبھی معیار کے ساتھ سمجھوتہ نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ طلبہ کو نصاب کے معیار تک لے جایا جائے۔ بہر حال تمل ناڈو کے تناظر میں اردو زبان کی تعلیم، تدریس اور نصاب سازی تینوں ہی شعبے حوصلہ شکنی کا شکار نظر آتے ہیں۔

کیا اردو سرکاری سرپرستی کی محتاج ہے؟

پچھلی دو صدیوں میں اردو زبان نے بڑے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ملک کی تقسیم گویا اردو والوں کی بھی تقسیم ثابت ہوئی۔ ہندوستان میں اردو بولنے والوں کی جمعیت گھٹ گئی اور وہ اقلیت میں آ گئے۔

اس طرح ہندوستان میں اردو کو سیاسی مسائل کا سامنا ہوا اور پہلی بار یہ احساس ہوا کہ حکومتی سرپرستی یا کم از کم تعاون نہیں ملے گا تو اردو کے لیے سانس لینا مشکل ہو جائے گا۔ پورا ملک صوبوں میں تقسیم ہو گیا اور ہر صوبے کی علاقائی زبان سرکاری زبان بھی قرار دی گئی۔ علاقائی عصبیت کے ساتھ لسانی عصبیتوں نے ملک کو تکدر اور منافرت کی دلدل میں ڈھکیل دیا۔ اردو بولنے والوں کی آبادی پورے ملک کے وسیع و عریض میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی ریاست ایسی نہیں جہاں اردو بولنے والے موجود نہ ہوں۔ باوجود یہ کہ اردو ملک کی سب سے زیادہ بولی جانے والی دوسری بڑی زبان ہے یہ کسی ایک ریاست کی سرکاری زبان نہیں ہے اور نہ ہی ملک کی قومی یا دوسری قومی زبان ہے۔ ان ساری باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ سرکار اردو زبان کو اس کا جائز حق دینے سے قاصر ہے۔

اردو زبان کے لیے سرکاری تعاون حاصل کرنے کا جہاں تک سوال ہے اس معاملے میں ہم بہت پیچھے ہیں۔ ہندوستان کی ایک مقبول زبان ہوتے ہوئے بھی ہم آئین ہند میں لسانی تحفظ کے لیے دی گئی مراعات سے کماحقہ مستفید نہیں ہو رہے ہیں۔ جب کہ ہندی واحد قومی زبان نہ ہوتے ہوئے بھی تمام سرکاری شعبوں پر بری طرح حاوی ہے۔ تمام تعلیمی، ثقافتی اور نشر و اشاعت کے شعبوں اور اس کے ماتحت سرکاری اداروں میں ہندی کا چلن اسی طرح عام ہے جیسے یہ قومی زبان ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر سنسکرت آمیز ہندی ٹھونسی جا رہی ہے، جو کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتی۔ خود ہندی والے اسے سمجھ نہیں پاتے۔ اسی طرح سنسکرت کا معاملہ ہے۔ کروڑوں روپے سنسکرت کے تحفظ و اشاعت کے لیے سرکار کی جانب سے خرچ ہو رہے ہیں لیکن کسی کو اس کا علم بھی نہیں ہے۔ ان زبانوں کے مقابلے میں اردو کو جو سرکاری مراعات اور مالی تعاون حاصل ہے اس کا اندازہ کیا جائے تو نہایت قلیل ہے۔ لے دے کر ایک ہی بڑا ادارہ ہے جو کچھ حد تک ہندوستان بھر میں اردو کے مفاد میں کام کر رہا ہے یعنی قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔ لیکن وہ بھی ان دنوں ہچکولے کھا رہا ہے۔ باقی چھوٹے موٹے ادارے اور اکاڈمیاں نہایت محدود دائرہ کار رکھتے ہیں اور ان کی افادیت بھی قابل اعتنا نہیں۔ مرکزی حکومت کو چاہیے کہ اردو زبان کے تحفظ و ترویج کے لیے موجودہ اداروں کے ہاتھ مضبوط کرے۔ مالیاتی تخصیص میں اضافہ کرے اور ان کی کارکردگی کی نگرانی کرے تاکہ جو بھی رقم ملتی ہے وہ صحیح مد میں خرچ ہو۔

جہاں تک اردو زبان کی اٹھان کا سوال ہے، یہ عوام میں پلی بڑھی ہے۔ درباروں اور کوٹھیوں سے

اسے کوئی علاقہ نہیں تھا۔ اس کی چہل بازاروں اور میلوں ٹھیلوں میں ہوئی ہے۔ صوفیوں، سنتوں اور درویشوں کی یہ ہمیشہ منظور نظر رہی۔ تاریخ شاہد ہے کہ مغل بادشاہوں نے اپنے حکومتی کاروبار کے لیے فارسی زبان کا استعمال کیا۔ دستاویز، نوشتے، مکتوبات اور فرامین فارسی زبان ہی میں رقم ہوتے تھے۔ آٹھ سوسالہ اسلامی حکومت کے دوران فارسی ہی سرکاری زبان رہی۔ خواص میں فارسی کا استعمال باعث افتخار سمجھا جاتا تھا لیکن عوام میں فارسی مقبول نہیں تھی۔ بول چال کے لیے عوام ہی نہیں خواص بھی اردو ہی کا استعمال کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی آٹھ سوسالہ سرکاری سرپرستی کے باوجود آج ملک میں کہیں اپنا وجود نہیں رکھتی۔ جب کہ اردو باوجود حکومتی عصبیت کے آج بھی ملک کی سب سے مقبول ترین زبان ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اردو زبان کی ترقی کبھی سرکار کی مرہون منت نہیں رہی۔ وہ بیساکھیوں کے سہارے کے بغیر چل پھر سکتی ہے۔

تمل ناڈو میں اردو والوں کو دیگر ریاستوں کی بہ نسبت حکومت سے زیادہ مطالبے اور توقعات وابستہ ہیں اور ان مطالبات کو منظّم طریقے سے پیش کرنے اور جہدِ مسلسل سے انھیں منوانے کی ضرورت ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کا غیر سرکاری حل بھی تلاش کرنا ضروری ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اردو زبان کسی سہارے کی محتاج نہیں۔ صرف تازہ آب و ہوا مل جائے تو یہ تازہ دم ہو جائے گی۔ جس طرح کی مسموم فضا متعصب حکومتوں کی جانب سے تیار ہو رہی ہے وہی اس زبان کو محبوس کر رہی ہے۔ اردو زبان کی ترویج کا دارومدار بڑی حد تک اردو والوں کی نجی کوششوں پر ہے۔ اردو والے اگر اپنی زبان کے ساتھ خلوص کا معاملہ کریں تو کیا مجال ہے کہ یہ زبان کسی بھی تنزل کا شکار ہو۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ زبان پر ہونے والے خارجی حملوں سے بچانے کے لیے اجتماعی کوششیں کرنا اور سیاسی محاذ پر ان کا دفاع کرنا بھی ضروری ہے۔

لہٰذا تمل ناڈو میں اردو کے تحفظ اور آنے والی نسلوں میں اس کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ ہم دو طرح کے محاذ قائم کریں۔ پہلا محاذ سرکار سے اپنا حق مانگنے کے لیے اجتماعی کوشش اور احتجاج کرنے کا۔ جلسے، جلوس، سیمینار، کانفرنسیں اور مشاعرے منعقد کرنے، کتابوں کی اشاعت کے لیے سرکاری مدد اور اعانت حاصل کرنے کے لیے اداروں کے قیام کا مطالبہ کرنا، سرکار سے مانگنے پر حق نہ ملے تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا وغیرہ، جو ہم اب تک خواہی نخواہی کرتے آئے ہیں۔ لیکن دوسرا محاذ جس کی طرف ابھی

تک ہماری توجہ نہیں ہوئی ہے زیادہ اہم ،موثر اور دوررس نتائج کا حامل ہے۔وہ یہ ہے کہ ہر اردو والا اپنے گھر سے زبان کا پرچم بلند کرے۔کسی خارجی مدد یا سرکاری سرپرستی کا انتظار کیے بنا یہ جاننے کی کوشش کرے کہ انفرادی طور پر اردو کی خدمت ہمارے مقدور میں کیا ہے۔اس کے لیے تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔اس لیے کہ زبانوں کی بقا صرف بول چال میں نہیں ہے۔ایک زبان اسی وقت زندہ رہتی ہے جب اس میں لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ورنہ وہ بولی کی شکل اختیار کر جائے گی ،جو اصل میں صفحہ ہستی سے مٹ جانے کا پیش خیمہ ہے۔لہٰذا اردو والوں اور اردو سے محبت رکھنے والوں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے گھر کے افراد خاص طور سے اپنے بچوں کو اردو لکھنا اور پڑھنا سکھائیں۔جیسے وہ گھر میں قرآن شریف کے لیے ٹیوشن کا اہتمام کرتے ہیں اسی موقع پر اردو سکھانے کے لیے بھی سنجیدگی کے ساتھ اہتمام کیا جائے۔صرف اس اہتمام سے بات ختم نہیں ہو جائے گی۔یہ تیقن بھی کرنا چاہیے کہ اس کوشش میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔جن لوگوں کو اتنی سہولت نہیں ہے ان کے لیے ہماری مسجدوں میں مکاتب کھولے جائیں۔جہاں دینی تعلیم کے ساتھ اردو زبان سکھانے کا بھی اہتمام ہو۔ہر شہر میں اردو کی انجمنیں قائم ہوں جو صرف اور صرف بچوں کی اردو تعلیم ہی کے لیے کام کریں۔یہ ساری کارروائیاں ہمارے اختیارات سے باہر نہیں ہیں۔مخلص ذمہ داروں کے لیے کام کرنے کا اس سے اچھا میدان کوئی اور نہیں ہے۔لیکن جو لوگ ہمیشہ سرکاری فنڈ کے انتظار میں رہتے ہیں کہ یہ آ جائے تو اردو کا بھلا ہو۔میں نہیں سمجھتا کہ اس سے ہمیشہ اردو کا بھلا ہوتا ہے۔ہاں اردو والوں کا ضرور بھلا ہوتا ہے۔میں آخر میں اردو کے مخلص خدام سے ملتمس ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے ہم پوری یکسوئی کے ساتھ جا بجا اس دوسرے محاذ کے قیام کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔

Prof. Qazi Habeeb Ahmed
Retd. Head, Dept. of Arabic, Persian & Urdu
Madras University, Chennai.



کیرالا میں اردو کے فروغ میں ملیالیوں کا رول

ڈاکٹر کے۔پی۔شمس الدین ترورکاڈ
(کیرالا)

کیرالا جنوبی ہند ہی کی نہیں بلکہ ہندوستان کی ایک ایسی ریاست ہے جسے قدرت نے تقریباً تمام برکتوں رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ نے الحمدللہ اس ریاست کو سارے قدرتی وسائل سے مالا مال کر دیا ہے۔اسی لیے کیرالا کو خدا کی اپنی بستی کہا جاتا ہے۔لیکن کیرالا کے بابائے اردو کہے جانے والے ایس۔ایم۔سرور نیاس نے ریاست کو فردوس سے بھی بڑا درجہ دے دیا ہے۔ان کی نظم " کیرالا" کا ایک شعر ملاحظہ ہوں۔

تم کہو کشمیر کو فردوس بر روئے زمیں
میں کہوں ہے کیرالا فردوس سے بڑھ کر کہیں

یہ بات کہتے ہوئے مجھے ذرا برابر بھی ہچکچاہٹ نہیں ہورہی ہے کہ ہندوستان کی دوسری ریاستوں کی بہ نسبت کیرالا میں اردو کی تشفی بخش ترقی ہورہی ہے، جب کہ یہاں نہ اردو کا ماحول ہے اور نہ ہی کسی طبقے یا فرقے کی مادری زبان اردو ہے۔پھر بھی ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اس زبان کو ہمارے سینوں سے لگائے رکھا ہے۔گنگا جمنی تہذیب کی علامت مشترکہ تہذیب کی نشانی، اس کی مذہبی رواداری، قومی یکجہتی کی رکھوالی، اس کی مٹھاس، اس کی شیرینی' اس کی لطافت اس کی سادگی وغیرہ اہم خصوصیات کی وجہ سے ہم نے نہ صرف اس کو گلے لگائے رکھا ہے بلکہ اس کی رات دن دیکھ بھال بھی کر رہے ہیں۔جس طرح ایک نابینا کو آنکھوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، جس طرح ایک پیاسے کو پانی کی قدر کا پتہ چلتا ہے، اسی طرح ہم کیرالا والوں کو بھی اردو زبان کی اہمیت کا پتہ ہے۔

آپ یقین کریں یا نہ کریں، آپ مانیں یا نہ مانیں آپ کو یہ باتیں بھلے کڑوی ہی کیوں نہ لگیں اس موقع پر چند باتیں آپ کے گوش وگوار کر کے ہی رہوں گا۔ناچیز نے اپنی زندگی میں ہندوستان کی تقریباً تمام ریاستوں کا دورہ کیا ہے اور وہاں منعقد کیے گئے قومی اور بین الاقوامی سمیناروں میں شرکت

کر کے مقالے پیش کرنے کا موقع بھی ملا ہے۔ ان ساری ریاستوں اور یونی ورسٹیوں کے دوروں سے میرے تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ریاست کیرالا میں اردو زبان کا جتنا فروغ ہوا ہے اور جتنی ترقی ہوئی ہے اتنی کسی اور ریاست میں نہیں ہوئی ہے۔

کیرالا سے باہر کی ریاستوں میں اردو ترقی کی طرف نہیں بلکہ تنزلی کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے جو کہ اردو والوں کے لیے بڑی شرمندگی کی بات ہے۔

جس ریاست میں اردو کی پیدائش ہوئی اسی ریاست میں اس کا جنازہ نکل گیا لیکن ہم اردو والے ہاتھ ملتے رہ گئے ہم کچھ نہیں کر سکے۔ اسی طرح اردو کا وطن ثانی کہی جانے والی ریاست حیدر آباد میں بھی مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی کو چھوڑ کر بقیہ اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں اردو نزع کی حالت میں ہے۔ آئے دن اخباروں میں، فیس بک میں یہ خبریں ملتی ہیں کہ عثمانیہ یونی ورسٹی میں اردو دم توڑ رہی ہے، جو ہم سب کے لیے شرمندگی کی بات ہے۔ جس یونی ورسٹی کی ایک شاندار تاریخ رہی ہے، جہاں ہندوستان کے بڑے بڑے سیاسی رہنما، جیسے ہمارے سابق وزیر اعظم پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ، کیرالا کے سابق گورنر شیواشنکر آندھرا کے سابق وزیر اعلی ڈاکٹر ایم۔ چینا ریڈی، مہاراشٹر کے سابق وزیر چوہان تیلگو کے مشہور شاعر نارائن ریڈی، وغیرہ عثمانیہ یونی ورسٹی میں اردو میڈیم میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ایسی تاریخی یونی ورسٹی میں اردو کو ختم کیا جا رہا ہے۔ ان نبرد آزما اور ناگفتہ بہ حالات میں بھی کیرالا میں اردو کی ترقی ہو رہی ہے، اردو کا فروغ ہو رہا ہے۔

ایک زمانے میں ہم کیرالا والے آندھرا، تامل ناڈو، کرناٹک وغیرہ ریاستوں سے اردو کی نصابی کتابیں منگوا کر بچوں کو اردو پڑھا رہے تھے۔ لیکن اب ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی (کیرالا) کے تحت پانچویں جماعت سے لے کر ہائیر سیکنڈری جماعتوں تک کی ساری نصابی کتابیں مختلف ورکشاپ منعقد کر کے ہم خود تیار کر رہے ہیں۔

اسی طرح کسی زمانے میں ادیب فاضل وغیرہ اردو کورسز کے لیے مدراس یا بنگلور جانا پڑتا تھا لیکن اب ہم نے ہماری یونی ورسٹیوں میں ہی اس کی سہولتیں مہیا کر لی ہیں۔

بی۔ ایڈ کرنے کے لیے ہم کو کیرالا سے باہر جانا پڑتا تھا لیکن آج کیرالا میں ہی تین مقامات پر اردو بی۔ ایڈ کرنے کی سہولتیں ہیں۔

ایک دور ایسا بھی تھا جب ایم اے اردو کرنے کے لیے کیرالا سے باہر ترو پتی، حیدرآباد، مدراس، میسور، بنگلور، علی گڑھ وغیرہ یونی ورسٹیوں کا رخ کرنا پڑتا تھا۔اب اس معاملے میں بھی ہم کیرالا میں کالی کٹ یونی ورسٹی، کالی کٹ اور سری شنکرا چاریہ سنسکرت یونی ورسٹی کے علاوہ شہر کالی کٹ میں موجود مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی کے اسٹڈی سینٹر میں بھی اردو ایم۔اے۔کرنے کی سہولتیں ہیں۔مولانا آزاد پی۔جی۔اسٹڈی سینٹر سمیت مذکورہ یونی ورسٹیوں سے ہر سال تقریباً چالیس پچاس طلبہ ایم.اے. کی ڈگریاں لے کر فارغ ہو رہے ہیں۔

ہم کیرالا والے ڈگری کالجوں میں اردو کی تعلیم دینے کے لیے اردو اساتذہ کو آندھرا پردیش، مدراس، حیدرآباد، میسور، بنگلور وغیرہ مقامات سے درآمد کر رہے تھے لیکن آج ہم اس معاملے میں خود کفیل ہو گئے ہیں۔ ہندوستان بھر میں موجودہ سنسکرت یونی ورسٹیوں میں کیرالا میں موجود سری شنکرا چاریہ سنسکرت یونی ورسٹی ہی وہ واحد یونی ورسٹی ہے جہاں سال 1995 میں اردو کا شعبہ قائم کیا گیا۔واقعی یہ قابل تعریف کارنامہ ہے۔اسی طرح گزشتہ سال لگاتار کوششوں کی وجہ سے شری شنکرآ چاریہ سنسکرت یونی ورسٹی کے دو علاقائی مراکز ترور اور کوئی لانڈی میں جاریہ سال سے چار سالہ اردو ڈگری کورسس کی منظوری بھی ملی ہے۔

اسی طرح کیرالا کے محبان اردو کو یہ بات ستاتی تھی کہ مادری زبان اردو والی ریاستوں میں اردو اکادمیاں قائم ہو چکی ہیں، لیکن کیرالا میں کئی سالوں سے اس کی کمی تھی۔ ہماری لگاتار کوششوں اور انتھک نمائندگی کی وجہ سے کیرالا سرکار چند سال قبل سرکاری فرمان جاری کر کے وہ کمی بھی پوری کر دی ہے۔یعنی کیرالا میں بھی ہم نے اردو اکادمی قائم کرنے میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے۔کیرالا سرکار کی مالی حالت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے اکادمی کے کام کاج یا اکادمی کی سرگرمیوں میں چند رکاوٹیں ضرور ہیں۔ان شاءاللہ امید قوی ہے کہ ان رکاوٹوں میں بھی ہم قابو پالیں گے۔معاشی تنگی کی وجہ سے اکادمی کا ابھی عملی کام میں رکاوٹ ضرور پڑا ہوا ہے۔

کیرالا میں ہر سال اسکولی سطح پر ایجوکیشن سب ڈسٹرکٹ' ایجوکیشن ڈسٹرکٹ ضلعی سطح پر اور پھر ریاستی سطح پر "یوتھ فیسٹول" (کیرالا اسکول کلوتسوم) منعقد کیے جاتے ہیں، جن میں طلبہ کا فنی مظاہرہ ہوتا ہے۔اس فیسٹول میں ملیالم، ہندی، انگریزی، عربی، سنسکرت وغیرہ زبانوں میں تحریری تقریری زبانی

نغمہ سرائی کے ادبی مقابلہ جات منعقد کیے جاتے ہیں۔ پہلے پہل ان میں اردو کی نمائندگی نہیں تھی۔ کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسیشن اور محبان اردو کی کوششوں کی وجہ سے ان مقابلوں میں بھی مختلف زمروں میں اردو کی نمائندگی ہونے لگی ہے۔ اردو نظم خوانی، غزل سرائی گروپ سونگ، افسانہ نگاری، نظم نگاری، کوئز، کہانی نویسی، تقریری مقابلہ وغیرہ اسکول یوتھ فیسٹول میں منعقد کیے جاتے ہیں۔ سرکاری سطح پر طلبہ کے لیے منعقد کیے جانے والے اس یوتھ فیسٹول کو ایشیا کا سب سے بڑا یوتھ فیسٹول مانا جاتا ہے۔

کیرالا کا ایک اہم اور تاریخی شہر کوزی کوڈ کے نام سے مشہور ہے جسے کالیکٹ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جو بحرہ عرب کے ساحل پر واقع ہے۔ اسی شہر میں 7 نومبر 1943 کو بابائے اردو مولوی عبدالحق اور رفقا تشریف لا کر انجمن ترقی اردو ملابار شاخ کی بنیاد ڈالی تھی۔ 8 ستمبر 1991 میں شہر کالیکٹ میں انجمن ترقی اردو کیرالا از سر نو تشکیل پائی، جس کے صدر نشین ماہر اقبالیات ڈاکٹر ایم۔ پی۔ عبدالصمد صمدانی صاحب کو چن لیا گیا۔ اس وقت بھی انجمن کے صدر نشین صمدانی صاحب ہی ہیں جو فی الوقت پارلیمنٹ کے ممبر (لوک سبھا) بھی ہیں۔ اسی شہر کالیکٹ میں کیرالا کے اردو اساتذہ اور محبان اردو کے مالی تعاون سے شہر کے دلنشیں مقام پر ایک قطع زمین (پلاٹ) خرید کر ایک عالی شان عمارت "اردو گھر" (اردو سینٹر) کے نام سے قائم کیا ہے جس کا افتتاح 19 فروری 2021 میں ممبر پارلیمنٹ ای۔ ٹی۔ محمد بشیر صاحب نے کیا تھا، جس میں ایک کانفرنس ہال ایک لائبریری بہترین رہائشی کمرے وغیرہ شامل ہیں۔ یہ عمارت محبان اردو کیرالا کے لیے ایک انمول ملکیت ہے۔

حال ہی کیرالا کے ملاپرم میں کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسیشن نے کیرالا کے بابائے اردو ایس. ایم. سرور قومی سمینار منعقد کر کے مقامی ایم ایل اے جناب پی. عبیداللہ صاحب سے درخواست کی تھی کہ ملاپرم میں "سرور اردو اکادمی" قائم کی جائے۔ حکومت سے ایم ایل اے کی درخواست پر کیرالا کے ثقافتی امور کے وزیر سجی چیری یان نے تیقن دیا ہے کہ وہ اس کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

اس کے علاوہ پرائمری جماعتوں میں اردو بچوں کے داخلے دلوانے کے لیے ہم سب مل کر کوششیں کرتے ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجے کے طور پر آج کیرالا میں ایک ہزار پانچ سو اردو اساتذہ پرائمری اسکولوں میں کام کر رہے ہیں جن میں سرکاری اور امداد یافتہ غیر سرکاری اسکولوں کے اساتذہ بھی شامل ہیں۔

ہائیر سکینڈری اسکولوں میں بھی تقریباً ساٹھ سے زیادہ اردو اساتذہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔دس بارہ ڈگری کالجوں میں پندرہ سولہ اردو اساتذہ کام کررہے ہیں۔

یونی ورسٹی سطح پر بھی دو یونی ورسٹیوں میں تقریباً آٹھ اساتذہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ بات بتاتے ہوئے بڑی فخر محسوس کررہا ہوں کہ ہمارے ہاں کیرالا میں اپر پرائمری اور ہائی اسکول کی کل تعداد 6125 ہے جس میں 1300 اسکولوں میں اردو کی تعلیم دی جارہی ہے۔اسکولوں میں اردو پڑھنے والے بچوں کی کل تعداد 1,10,000 کے قریب ہے۔کیرالا کے 61 ہائیر سیکنڈری (انٹرمیڈیٹ) جماعتوں میں اردو کی تعلیم کے لیے سہولتیں مہیا ہیں۔ڈگری کلاسوں میں اردو پڑھنے والے طلبہ کی تعداد ہر جماعت میں تقریباً پچاس تک ہوگی جب کہ کیرالا کا ماحول اردو کا نہیں ہے۔لیکن کیرالا کے باہر کے ڈگری کالجوں میں اردو طلبہ کی تعداد بالکل کم ہے جب کہ وہاں کے طلبہ کی مادری زبان اردو اور وہاں کا ماحول بھی تھوڑا بہت اردو کا ہی ہے۔پھر بھی اردو کے طلبہ کی اعداد شمار بہت ہی کم ہے۔کیرالا کے دس کالجوں میں اردو کا شعبہ اور اردو تعلیم کی سہولت مہیا ہے۔یونی ورسٹی کے سطح پر دو یونی ورسٹیوں میں اردو تعلیم کی سہولت ہے۔

کیرالا اردو ٹیچرس ایسوسیشن جو KUTA کے نام سے مشہور ہے جس کا صدر ناچیز ہے ہم اور ہماری ٹیم رات دن اردو کی ترقی میں لگے ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ انجمن ترقی اردو ہند کی کیرالا شاخ بھی اپنے طور پر اردو کی ترقی کے لیے خدمات انجام دے رہی ہے۔

اس کے علاوہ کئی اور انجمنیں یا تنظیمیں ہیں جو اپنے طور پر اردو کی ترقی میں لگی ہوئی ہیں۔ہم محبان اردو کو چاہیے کہ سمیناروں اور مشاعروں کو منعقد کرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ بچوں کو اردو اسکولوں میں داخلہ دلوانے کی کوشش کریں، جو کہ اردو کی ترقی کے لیے بنیادی کام ہے۔اگر بنیاد ہی مضبوط نہ رہی تو عمارت کا کیا حال ہوگا ہم بخوبی جانتے ہیں۔

Dr. K.P. Shamshuddin Thirukad
Kerala.

☆☆☆

اردو اور باشندگانِ بیرونِ کیرالا

ڈاکٹر عطاء اللہ خان کاک سنجری
شعبۂ اردو، شری شنکرا چاریہ یونی ورسٹی برائے سنسکرت
علاقائی مرکز، کالی کٹ، کیرلا

بھارت کے جنوبِ مغرب میں 'کیرلا' (کیرلم)، اپنی زبان، تہذیب، کلچر، لباس، خوراک، مقامی سیاست کی نوعیت اور مذہبی امور کے لحاظ سے ملک کی دیگر ریاستوں کے درمیان ایک منفرد حیثیت کی حامل ریاست ہے۔ اس کا رقبہ کم اور آبادی زیادہ ہے۔ آبادی میں مردوں کی نسبت عورتوں کی بہتات ملتی ہے۔ بیشتر لوگ حد درجہ خواندہ ہیں تو عام خواندگی میں اس ریاست کی حیثیت ملک میں نمایاں ہے۔ اپنی 'بے بس صارفی حیثیت' کے باوجود صحت، رہائش اور زندگی کے دیگر امور میں نا قابلِ یقین ترقی کو یقینی بنانے کے ان کے عمل نے یہاں کی Quality of Life کو ایک نئی سمت دے رکھی ہے اور سب سے بڑھ کر عوام، عموماً معاملاتِ زندگی اور خصوصاً اپنی نجی زندگی کو لے کر حساس، باخبر، حد درجہ سادگی اور کفایت شعاری کے عادی، ہر ہر معاملہ میں چالاکی، ہشیاری اور بلا کی چوکسی اور محتاط رویہ لیے اس خطہ کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

امیر خسرو دہلوی (1253-1325) نے 'ملبار' پر ایک شعر کہا ہے۔

به بے نیازی او کعبه خسته و خوارست
بیا دبیں که خرابیش چوں ملبار است

دنیا بھر کی توجہ کا مرکز بنی رہنے والی اس ریاست کی عمر 68 سال ہے۔ اس کا رقبہ 38864 مربع کلو میٹر۔ اسے ہم آسانی کے لیے تین شمالی، درمیانی اور جنوبی حصوں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مشرق اور مغرب کا تصور اس لیے ناممکن ہے کہ مشرق میں ہندوستان کی مغربی گھاٹیوں کا سلسلہ ہے تو مغرب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ ان مغربی گھاٹیوں اور ساحل سمندر کے درمیان صرف 67 کلومیٹر (اوسطاً) کی دوری ہے۔ شمالی اور جنوبی سرحدوں کی دوری 560 کلو میٹر ہے تو اس کی ساحلی حد (coastline)

580 کلومیٹر کی ہے۔ آج اس ساحلی حد پر صرف ساحل ہے۔ پہلے یہاں شان دار تجارتی مراکز ہوا کرتے تھے جس کا ذکر اس وقت کے سیاحوں کی تحریروں میں ملتا ہے۔

آزادی کے بعد 1949ء میں جب States ترتیب دیے گئے تو شمالی حصہ (ملاّ پرم، کوذی کوڈ یا کالی کٹ، وائناڈ، کنوّر اور کاسر گوڈ) کو Madras State میں رہنے دیا گیا تھا اور درمیانی (ارناکلم، ترشور اور پلاکاڈ) اور جنوبی (ترونتا پرم، کولم، پتّانم تتّا، الا پزا، کوٹّایم اور اڈاکی) حصہ کو Cochin-Travancore State کا نام دیا گیا تھا جو کہ اصل میں دو خود مختار ریاستیں تھیں۔ اردو کے چلن کی اوسطً کی بات کریں تو راقم کی رائے میں یہ شمالی حصے میں 70% درمیانی حصے میں 20% اور جنوبی حصے میں یہ 10% ٹھہرتی ہے۔ آگے چل کر جب 1956ء میں زبانوں کو بنیاد بنا کر دوبارہ States کو ترتیب دیا گیا تو ان تینوں حصوں (ملبار، کوچی اور ٹراونکور) کو ملاتے ہوئے ایک نئی ریاست قائم کر دی گئی۔ زبانوں کی بنیاد پر دراصل ملک میں اور بھی ریاستیں منصۂ شہود میں آئی تھیں۔ جنوبی ہندوستان میں، 'تلگو (Telugu) زبان کے نام پر 'آندھرا پردیس'، 'کنڑی' (Kannada) زبان کے نام پر 'کرناٹک' ریاست تشکیل پائی تھی۔ ایک جگہ جشن کا سماں تھا۔ دوسری جگہ کوئی اور سماں تھا۔

یہ تقسیم حکومتِ وقت کے لیے تقسیم برائے مجبوری تھی لیکن اس کا روشن پہلو یہ تھا کہ خطہ 'ملبار' اور متصلہ جنوبی خود مختار ریاستیں 'کوچی' اور 'ٹراونکور' کی 'عوام' اپنی زبان، تہذیب اور کلچر کی اہمیت کے شعور کا کامیاب مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی سوجھ بوجھ اور Practical Quotient سے اپنے اپنے حکمرانوں کی حکمت عملیوں یا مجبوریوں کے درمیان اپنی 'پہچان' کو Obsession کی حد تک زندہ رکھا۔ ہاں، یہ الگ بحث ہے کہ ان کا یہ Obsession انھیں، اکثر علاقائیت، علاقہ پسندی یا مقامیت پسندی کی جانب ڈھکیل دیتا ہے۔ لیکن یہاں کے مقامی عوام کا رویہ بے شک اس رویہ سے بہتر ہے جہاں 'تلنگانہ' اور 'آندھرا پردیس' کی عوام نے 2014 میں زبان کلچر اور تہذیب ہی کی بنیاد پر قائم کی گئی ریاست کی دوبارہ تقسیم کروادی۔ اس لیے کہ 'آندھرا پردیس' کی تقسیم 'سالمیت سے انتشار' کی جانب تھی جب کہ کیرلا کی عوام نے 'انتشار سے سالمیت' والا مثبت معاملہ اپنایا تھا۔

مزید آگے بڑھنے سے پہلے قاری ایک اہم نکتہ ذہین نشین کر لے کہ جس حصہ (ملبار) میں آج اردو کا چلن ہے۔ وہ Sri Krishna Devaraya (1471-1529) کی وجے نگر دور

حکومت، 'مدراس پریسڈنسی'(1833)، 'مدراس پراوڈنس'(1935) اور 'مدراس اسٹیٹ'(1950) کے زیر اقتدار، اس وقت تک رہا ہے، جب تک اسے 1956 میں زبانوں کی بنیاد پر نئی ریاست کی تشکیل دیتے ہوئے 'کوچن۔ٹراونکور اسٹیٹ' میں ضم نہیں کر دیا گیا۔ یہاں پہلے سے موجود لوگ، جن کی مادری زبان 'دکنی اردو' یا 'اردو' یہاں آنے کے بعد اکثر یہیں بود و باش اختیار کر چکے تھے۔ نئی صورت حال کے چلتے وہ اب 'واردین کیرلا' کی صورت میں ابھرے۔ لیکن ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو اپنی تاریخ، زبان اور کلچر کو بھول کر، سرکاری مراعات کے حصول کے لیے خود کو 'موپلا' یا 'ماپلا' کہنے پر یا کہلانے پر راضی بھی ہو گئے۔ غالب گمان ہے کہ وہ ان کے پرکھے تھے جنھوں نے عادل شاہی اور نظام شاہی دونوں حکومتوں کو بھی دھوکہ دیا تھا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ بیرونی طاقتیں اس خطہ کی ملکیت کے لیے جہاں ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے وہیں اس خطہ کی دیگر چھوٹی چھوٹی خود مختار ہندو عمل داریاں وہی عمل دہرا رہی تھیں۔ نتیجہ کے طور پر ایک طرف بیرونی حکمرانوں کو کامیابی مل رہی تھی تو دوسری جانب مقامی حکمرانوں کی، حفظ ما تقدم کے طور پر، ہمسایہ مسلم حکمرانوں سے کی گئی کمک کی درخواست کی وجہ سے کیرلا سے متصل ریاستوں سے مسلمان فوجی اور ان کے ساتھ مختلف النوع عوام کی نقل مقامی عرصہ دراز سے جاری تھی۔

کننور (Cannanore) کے حکمران اذا راجہ (Ali Raja) نے پرتگالیوں (جو گوا (Goa) اور کوچن (Cochin) میں قلعے بنا چکے تھے) کے مظالم سے تنگ آ کر بیجاپور کے سلطان الاعظم علی عادل شاہ اول (1580-1558) سے مدد کی درخواست کی۔ اسی زمانے میں احمد نگر کے نظام شاہی حکمران خاندان کو بھی ان ہی پرتگالیوں کے خلاف ایسی ہی خبریں ملی تھیں اور مرتضی نظام شاہ اول (1588-1565) کو سدباب کے لیے نکلنا پڑا تھا۔ دونوں سلطان اپنے اپنے طور پر ایک ہی حریف کی سرکوبی کو نکلے تو تھے لیکن دونوں حکمرانوں کے ہاں غدار وزیروں کی کمی نہیں تھی، جو گوا کے محاصرہ کے دوران فرنگیوں کو خفیہ طریقہ سے رسد فراہم کرتے رہے۔ اس لیے دونوں حکمرانوں کو ناکام اور نامراد لوٹنا پڑا تھا۔ راقم کی رائے ہے کہ ان غدار وزرا کے ساتھی اور ہم خیال ٹولہ جو جہاں سے بھی تھا واپس نہیں گیا ہوگا اور ایمان فروشی کی قیمت مزید مراعات کی صورت میں پانے کے خیال سے یہیں قیام پذیر ہو گیا ہوگا۔

اس خطے کی جانب راغب ہونے والوں میں فطری طور پر پڑوسی ریاستوں کے شہری اور پڑوسی

ریاستوں سے متصل ریاستوں کے شہری ہوتے ہیں۔ ان کی عارضی رغبت کا باعث خصوصاً تجارت اور عموماً سرکاری ذمہ داریاں، سیاحت، مذہبی معاملات اور دیگر امور ہوتے ہیں اور بسا اوقات واردین کیرلا کی رغبت جب دائمی نوعیت کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو ان کی آمد، قیام، رہائش، شخصیت کی قبولیت اور مقبولیت کو لے یہاں کے 'ماحول' میں اور خصوصاً مقامی باشندوں کے دلوں میں پیدا ہونے والی ہیجانی کیفیت آگے کا عمل طے کرتی ہے۔ تہذیب، اخلاق و آداب طاقِ نسیاں کی نذر کر، تہذیب اور کلچر کی صاف اور شفاف چادر اکثر میلی ہو ہی جاتی ہے۔ 'اردو زبان کی ریاست کیرلا میں چلن' کے چلتے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی وجہ، پڑوسی ریاستیں کرناٹک، تامل ناڈو اور پڑوسی ریاستوں سے متصل ریاستیں آندھرا پردیس، مہاراسٹر اور بھارت کی دیگر ریاستوں کے شہریوں کی اس خطے میں قیام پذیری، آمد و رفت بھی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مقامی باشندوں کی اردو زبان کے تئیں دل چسپی ان کے مساعی اور ایک حد تک ان کی ضرورت بھی اس کی وجہ ہے، جو اس زبان کو یہاں جگہ مل رہی ہے۔ اس صورتِ حال کے چلتے آیئے اس موضوع پر بات کریں کہ کیرالا میں اردو کی ترقی میں بیرون کیرلا سے آئے ہوئے لوگوں کا کیا حصہ رہا ہے۔

ریاستِ کیرلا کے وجود میں آتے ہی 'کالی کٹ دکنی مسلم جماعت' کو، جو پہلے سے برسر پیکار تھی، 1960ء میں 'قواعد وضوابط کلیکٹ (کالی کٹ) دکھنی (دکنی) مسلم جماعت' کی طباعت کا خیال آیا۔ یہ طباعت اسد پریس، درویش منزل، نزد شری ٹاکیز، منڈی محلّہ، میسور، کرناٹک کے ذریعے کی گئی تھی۔

'قواعد وضوابط' کے صفحہ نمبر 1 پر اغراض و مقاصد قواعد وضوابط متعلق کلیکٹ (کالی کٹ) دکھنی (دکنی) مسلم جماعت کے تحت باب اول کے زمرے میں دفعہ 2 (ب) زبان اردو کی حمایت کرنا اور اس کی ترقی کے لیے کوشش کرنا اور دفعہ 3 (ب) اردو اسکول ہر ایک شہر میں ایجاد (قائم) کرنا (ج) اردو میں مواعظ و تقاریر کا انتظام (کرنا) درج ہے۔ اس جماعت کے تحت کالی کٹ کے تین مختلف مقامات پر اردو پڑھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں مزید تحقیق درکار ہے۔

ریاست کیرلا میں مسلمانوں کی حالیہ تعلیمی ترقی کی بنیادی وجہ ان کی بیداری کے علاوہ بیرونی ممالک خصوصاً خلیجی ممالک تک ان کی رسائی بھی ہے۔ ان کی اس ترقی میں بیرونِ کیرالا کے باشندوں

کی مساعی، اعانت اور نیک خواہشات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی حالیہ تعلیمی ترقی سے قطع نظر، اس ریاست کے وجود میں آنے (1956) سے پہلے کا جائزہ لیں تو ہمیں مقامی لوگوں کے لیے کی گئیں، وار دین کیرالا کی کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔ خلافت تحریک (1922-1919) اور موپلا تحریک (1921) کی پاداش میں انگریزی حکومت اور چند مقامی غیر مسلم سازش پسندوں کی ملی بھگت کی وجہ سے غیر معمولی تعداد میں بچے یتیم ہوگئے تھے۔ 1924 میں آئی طغیانی نے انتشار اور مفلسی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

ایسی مشکل صورتِ حال کے چلتے 'کاکی ناڈا' (آندھرا پردیس) میں 29 دسمبر 1923 کو مولانا محمد علی جوہر کی صدارت میں ہوئے انڈین نیشنل کانگریس کے جلسہ میں کیرلا کانگریس کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے محمد عبدالرحمٰن صاحب کیرلا کے عوام کی ناگفتہ بہ حالت بیان کرتے ہوئے مدد کی اپیل کرتے ہیں۔ عبدالقادر کسوری جن کا تعلق پنجاب کے ایک متمول تاجر گھرانے سے تھا، اپنے بھائی اور دو بچوں کو کیرلا روانہ کرتے ہیں ۔ ان کی آمد کے بعد یہاں چھے جگہوں پر پناہ گاہیں (Relief Camps) بنائی جاتی ہیں اور Viceroy Wawel Prabhu کی خصوصی اجازت اور Zamorian کی رضامندی سے 1922 میں جمعیتِ دعوتِ تبلیغِ اسلام (JDT Islam) کا قیام عمل میں آتا ہے۔ آج اس ادارے نے بہت ترقی کر لی ہے۔

1948 میں Feroke میں ایک آرٹس اور سائنس کالج کا قیام عمل میں آتا ہے۔ اس جگہ کو شہر میسور ٹیپو سلطان شہید (1799-1751) نے Ferokabad (فرخ آباد) کے نام سے آباد کیا تھا یا پھر نام ہی دیا تھا۔ اس کالج کے قیام کے پس منظر میں جو بزرگ شخصیت تھی وہ بھی بیرونِ کیرالا والی ہی تھی۔ ڈاکٹر اقبال، لکچرر اسلامیہ عربک کالج، کرنول، جنوری 1995 میں ڈاکٹر عبدالحق ایجوکیشنل اکاڈمی، کرنول کی ایما پر 'افضل العلما ڈاکٹر محمد عبدالحق کی تعلیمی اور ادبی خدمات' پر کتاب لکھتے ہیں۔

> ''عثمانیہ کالج کرنول کے بعد مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالحق کا ایک اور بڑا کارنامہ فاروق کالج، فروخ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کالج اور ہاسٹل کے قیام میں مولوی ابو صباح احمد علی، کے ایم سیٹھی صاحب (K.M.Seethi Saheb)، حیدروس صاحب (Hydross Saheb) اور ایم محمد اسمٰعیل صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے مگر

کالج کی نیو ڈالنے، اس کو ترتیب دینے اوراس کے انتظامی امور کوعملی شکل دینے میں ڈاکٹر صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے۔ ملبار میں آرٹس اور سائنس کالج قائم کرنے کا خیال پہلے پہل ڈاکٹر صاحب ہی کو ہوا۔ ڈاکٹر صاحب ہی نے ان حضرات کواس عظیم کام کے لیے آمادہ کیا۔'' (ص۔167)

ڈاکٹر اقبال نے نے لکھا ہے کہ خود سیٹھی صاحب (1899-1961) نے اپنے مضمون۔ The Farook College: A glimse into its genesis and growth، میں ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے ترغیب دلانے والی بات لکھی ہے اور یہ مضمون کالج کی میگزین میں 1951 میں شائع ہوا اور یہی مضمون جشن سیمیں (1973) اور کالج کے چالیس سالہ جشن (1988) کے موقع پر منظر عام پر آئیں Souvenirs میں بھی شائع ہوا۔

حکومتِ کیرلا نے سنسکرت زبان کی ترقی و بہبودی کے لیے 1995 میں Sree Sankaracharya University of Sanskrit کا قیام کیا تو اس میں 'شعبہء اردو' کو بھی جگہ دی ۔ یہاں صدرِ شعبہ کی حیثیت سے جائیداد سنبھالنے والی شخصیت ،سید قدرت اللہ باقوی (2017 وفات) بھی بیرونِ کیرلا ہی سے تھے۔ موصوف کا تعلق میسور، کرناٹک سے تھا۔ آپ نے فاروق کالج سے منسلک رہ کر بحیثیت عربی پروفیسر خدمات دے چکے تھے۔

ایک اور اردو کی خدمت کی انوکھی مثال دیکھیے ۔اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ملبار میں نہیں 'ٹراونکور' کی ہے۔

1940ء میں پُلی مان کُلم تامل ناڈو کے ترنلویلی سے جناب عبدالرحیم بجلی (وفات 1979) صاحب ترونتا پرم منتقل ہوئے ۔محکمۂ ڈاک خانے سے وابستہ تھے۔ بحیثیت پوسٹ ماسٹر مقامی ہیڈ پوسٹ آفس سے 1968ء میں سبکدوشی عمل میں آئی تھی ۔ان کے صاحب زادے جناب بابا فخرالدین حبیب الرحمٰن بجلی (پ۔1942) کیرلا واٹرا تھارٹی سے 1998ء میں بحیثیت چیف انجنیر سبک دوش ہوئے تھے۔ خاکسار کی تعنیات بحیثیت لکچرر جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت میں اسی سال ہوئی تھی اور ایس سی ای آر ٹی (SCERT) کی دعوت پر ٹسٹ بک کمیٹی کی ایک ورک شاپ میں شرکت کے لیے ترونتا پرم آیا ہوا تھا۔ ایک مسجد سے متصل کتابوں کی دکان میں جہاں ملیالم اور عربی کی کتابیں تھیں میں

نے ایسے ہی اردو کتابوں کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے مقامی اردو والوں کی بابت دریافت کیا تو دکان دار نے بجلی صاحب کا نام لیتے ہوئے پتہ بھی بتا دیا۔ تعجب اس پر تھا کہ SCERT سے جڑے حضرات جو بھی وجہ رہی ہو بجلی صاحب سے واقف نہیں تھے۔

پہلی ملاقات ہی میں پتہ چلا کہ موصوف اردو کی خدمت کرنے کے خواہش مند ہیں۔ جب انھیں قومی کونسل برائے فروغ اردو کے بارے میں بتایا گیا تو بہت خوش ہوئے اور انھوں نے وہ کر دکھایا جو اردو کے نام پر روٹی توڑنے والے بھی نہیں کرتے۔ موصوف نے سبک دوشی کے بعد ملی جمع پونجی سے اپنے گھر کو اردو سنٹر میں تبدیل کر ڈالا۔ اس کار خیر میں ان کی رفیق حیات خیر النساء بجلی جنھیں اردو زبان سے پہلے ہی لگاؤ تھا دوش بدوش کھڑی ہو گئیں اور یہ سنٹر 2006ء سے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اس خطے میں اردو کی خدمت کر رہا ہے۔

'زلیخا حسین' (1930-2014) جن کے لگ بھگ چالیس ناول اور ناولٹ منظر عام پر آ چکے ہیں اور پروفیسر صفیہ بی جنھوں نے فرخ کالج اور جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت میں تدریسی خدمات انجام دے چکی ہیں اور پروفیسر سید احتشام احمد ندوی کی زیر نگرانی انھوں نے پی ایچ۔ڈی کی تھی، کا شمار بھی باشندگانِ بیرون کیرلا ہی میں ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل جدول کی مدد سے آیئے جانیں کہ باہر سے کیرلا آئے احباب نے اردو کے ماحول کو سازگار بنانے میں کیا کردار ادا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ باشندہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے، کہاں پہنچا ہے اور اس نے کیا کیا ہے جو اصل میں اس کے وجہ آمد ہے۔ مزید معلومات درکار ہیں۔

تدریسی خدمات (سرکاری ادارے)

نمبر	نام، کہاں سے آئے	کہاں پہنچے	کیا کیا
1	ابراہیم صاحب	فاروق کالج، ضلع کالی کٹ	

2	ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی مسیور، کرناٹک	فاروق کالج، ضلع کالی کٹ (1970-90) جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز ڈ کوئی لانڈی، کالی کٹ (1995-97)	علامہ شاہ عبدالحئی احقر بنگلوری حیات اور کارنامے، فلسفۂ تقلید فنون القرآن، کرناٹک کی تین علمی وادبی شخصیات (مرتبہ)
3	محمد یوسف کوکن عمری (19616-90) مدراس	برنن کالج تلچری، ضلع کنور (1947-48)	امام ابن تیمیہ امام المفسرین، مختصر تاریخ ہند، کلیات ابجدی، مثنوی نو بہار عشق، خانوادہ قاضی بدرالدولہ، قربی کا کلام
4	پروفیسر محمد حسین شاکر (-1992) مدراس	برنن کالج، تلچری، ضلع کنور (1956-78)	
5	پروفیسر سید احتشام احمد ندوی (-1938) مخدوم پور، سلطان پور، اتر پردیش	کالی کٹ یونی ورسٹی (شعبہ عربی) سبکدوشی 1999	عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، عربی شاعری کے جدید رجحان، گئودان کا تنقیدی مطالعہ، اصناف نثر کا ارتقا، مرثیہ نگاری کا فنی ارتقا وغیرہ
6	پروفیسر میر محمود علی حیدرآباد	برنن کالج، تلچری، ضلع کنور تدریس (1970-83)	
7	پروفیسر غوث محی الدین (1946-2024) راچوٹی، ضلع انمیا، آندھرا پردیش	برنن کالج، تلچری، ضلع کنور (1972-2002)	

8	ڈاکٹر شیخ عبدالرحمٰن (1949-86) کڈپہ، آندھرا پردیش	گورنمنٹ ڈگری کالج، ملا پورم (1979-86)	۳۰ ستمبر تا ۱۱ اکتوبر انجمن اساتذہ جامعات ہند کا سالانہ اجلاس کا انعقاد
9	ڈاکٹر شہزادی بیگم (1951-2014) کڈپہ، آندھرا پردیش	گورنمنٹ ڈگری کالج، ملا پرم (1980-82) (1987-2006)	
10	ڈاکٹر عبدالغفار (-1953) مری پاڈ، ضلع انّمیا، آندھرا پردیش	گورنمنٹ ڈگری کالج، ملا پرم (1982-2008)	مولانا علی میاں کے اردو اور ادبی خدمات (2005)
11	ڈاکٹر محمد یعقوب شریف (-1953) چتور، آندھرا پردیش	سرسید کالج، علی پرمنا، ضلع کنور (1979-2008)	غالبِ دکن یسیر کرنولی حیات اور شاعری (2019)
12	ڈاکٹر اقبال شہباز بنگلور، کرناٹک	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ	گھروندہ (1978)، قندیل ادب (1992)، گرتا ہوا آسمان (2014)، کرناٹک کے چند فن کار (2015)، آسمانی سرگوشیاں (2018)
13	ڈاکٹر شعیب رضا خان دہلی	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (June 1996)	آزادی کے بعد دہلی کے ادبی رسائل کا تنقیدی مطالعہ (1997)، باغ و بہار کا اسلوبیاتی مطالعہ (2013)

14	محمد ایوب راشد میسوری میسور، کرناٹک	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (98-1995)	
15	پروفیسر عطاء اللہ خان سنجری (-1971) محل، ضلع انمیا، آندھرا پردیش	۱) این اے ایم کالج، کلی کنڈ، ضلع کنور ۲) جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (جاری-1998)	اردو نظم کا ارتقا (آندھرا پردیش کے تناظر میں) (2018)، آندھرا پردیش میں منظوم ترجمے کی روایت (2018)، حروف تشنہ (2018)
16	ڈاکٹر افسر باشاہ (-1970) گٹا پلیم، کلکری، ضلع چتور، آندھرا پردیش	این اے ایم کالج، کلی کنڈی، ضلع کنور (جاری-1998)	ضیا نثر، ضیائے ادب، ترجمہ و ترسیل
17	عرفان کوثر (-1974) کدری، ضلع انت پور، آندھرا پردیش	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (1999)	
18	ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری (-1979) کلی چرلا، ضلع انمیا، آندھرا پردیش	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (2005)	اسوسیٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، کڈپہ، آندھرا پردیش

19	ڈالٹرسید فتح اللہ بختیاری کلی چرلا، ضلع انمیا، آندھرا پردیش	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (2011-12)	مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، ماڈل اسکول، حیدر آباد
20	سید کریم اللہ کرنول، آندھرا پردیش	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (2017-18)	
21	ڈاکٹر محمد زبیر (-1982) موضع پرشورام پور، پرتاپ گڑھ، اتر پردیش	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ	اردو افسانہ 1990 کے بعد فسادات کے حوالے سے (2017)، دامن تلے دیپ (ہندی)، افکار و ادراک (2021)
22	ڈاکٹر محمد قاسم (-1984) موضع پاٹیشوری نگر (جے نگرا) ضلع بلرام پور، یو پی	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ	دخمہ باز دید یا باز یافت (مرتبہ)
23	ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن مدنی (-1961) آرریہ، بہار	اسلامک یونی ورسٹی، شانتا پرم، کیرلا (2003-21) جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ (-2021)	حرف شیریں (2014)، علامہ اقبال اور احمد شوقی۔ ایک تقابلی مطالعہ (2015)، آسان اردو (غیر اردو دانوں کے لیے نصابی کتاب) چار حصوں میں (2018)

24	محمد رضوان انصاری (-1991) بھامائی، حسام گنج، دیوان گنج، پھول پور، پریاگ راج، یوپی	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ کالی کٹ یونی ورسٹی، کالی کٹ	
25	ڈاکٹر جی بی بی عائشہ (-1992) راپچوٹی، انّمیا ضلع، آندھراپردیش	جامعہ شری شنکرا چاریہ برائے سنسکرت (کالڈی)، علاقائی مرکز، کوئی لانڈی، کالی کٹ	

تدریسی خدمات (غیر سرکاری ادارے)

نمبر	نام۔کہاں سے آئے	کہاں پہنچے	کیا کیا
1	محمد اسد حسین القاسمی نمراواں، بھاگل پور، بہار	رحمانیہ عربی کالج، کڈامیری، وڈاگرا، ضلع کالی کٹ (1991-2008) جامعہ دارالسلام الاسلامیہ، نندی، کوئی لانڈی، ضلع کالی کٹ (2018)	ہماری زبان، نئی ہماری کتاب، اول تا پنجم (پانچ کتابیں)، اصلاحی اردو قواعد، آسان اردو گرامر (برائے درجۂ اول، دوم و سوم)، آفتاب ملیالم اردو لغت
2	نذیر احمد کڈپہ، آندھراپردیش	تربیتی مرکز، قومی کونسل برائے فروغ اردو، مکم ضلع، کالی کٹ (1988)	
3	ڈاکٹر مولانا محی الدین باشاہ وی کوتہ کوٹا، انّمیا ضلع، آندھراپردیش	تربیتی مرکز، قومی کونسل برائے فروغ اردو، مکم ضلع، کالی کٹ، تدریس	

4	محمد حسین ساحل ممبئی، مہاراشٹرا	سمستا تعلیمی بورڈ آف انڈیا، کالی کٹ، کیرلا ادارت ماہ نامہ، تعلیمی دنیا (2015-21)	

کیرلا میں اردو زبان و ادب کے تعلق سے جب بھی بات کی جائے گی وہ بیرونِ کیرلا کے باشندوں کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گی۔ انحصار کم کیا جا سکتا ہے اس سے مفر حاصل نہیں۔لیکن حقائق، معاملات اور واقعات اور بدلتی صورتِ حال سے نبرد آزما ہونا مقامی اور بیرونی باشندوں، دونوں کے لیے جہاں آسائش ہے وہیں آزمائش بھی ہے۔ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

Dr. Ataullah Khan Kak Cenjary
Dept. of Urdu, Sri Shankaracharya University
Regional Centre, Calicut, Kerala.

☆☆☆

کرناٹک میں اردو-موجودہ صورت حال

ڈاکٹر محمد اعظم شاہد
معروف تجزیہ نگار و صحافی
بنگلور

بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد قدیم ریاست کرناٹک میں زبان اردو کے اولین نقوش دکنی کی آبیاری میں دیکھے گئے۔ اس دور کے دکنی کے عظیم المرتبت شعرا میں حضرت خواجہ بندہ نواز، میراں جی، فخرالدین نظامی، نصرتی، غواصی نے دکنی زبان کی ترقی اور مقبولیت کے لیے راہیں ہموار کی ہیں۔ حیدرآباد کی آصفیہ حکومت جس کے تحت کرناٹک کے کئی شمالی حصے مثلاً گلبرگہ، رائچور، بیدر زیر نگرانی رہے وہاں اردو نہ صرف بول چال کی بلکہ انتظامیہ کی بھی زبان رہی۔ واضح ہے کہ بلا تفریق مذہب و ملت اردو زبان پروان پاتی رہی۔ 1947 میں ملک میں حصول آزادی کے بعد ہندی کے نام پر جس طرح منظّم اور منصوبہ بند طور پر اردو کے ساتھ سلوک کیا گیا، وہ سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پھر 1956 میں ریاستوں کی لسانی بنیادوں پر تشکیل کے زیر اثر کرناٹک میں اردو زبان بھی متاثر ہوئی۔ آج بھی کنڑا کے بعد اردو دوسری بڑی زبان ہے جو بولی سمجھی اور پڑھی جاتی ہے مگر اس زبان کو وہ مقام و مرتبہ اب تک حاصل نہیں ہوا جس کی وہ مستحق ہے۔ اس صورت حال کے لیے یہاں ریاست میں برسر اقتدار حکومتیں جس حد تک ذمہ دار ہیں اسی حد تک خود اردو والے بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔ ریاست میں 6 جولائی 1980 ہی کو کنڑا زبان کو فوقیت دینے اور ذریعۂ تعلیم، انتظامیہ اور روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے گوکاک کمیشن تشکیل دیا گیا، جس کی سفارشات پر اردو کو جس حد تک بے وقعت کیا گیا ہم سب کے سامنے ہے۔ اردو زبان دیگر اقلیتی زبانوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ بولی اور پڑھی جانے والی زبان ہے۔ کنڑا کو اہمیت تو مل گئی مگر دیگر اقلیتی زبانوں جیسے اردو، تمل، تیلگو، مراٹھی وغیرہ کو دانستہ طور پر فراموش کر دیا گیا۔

اردو ذریعۂ تعلیم

حصول آزادی اور لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی از سر نو تشکیل کے بعد بھی کرناٹک میں اردو ذریعۂ تعلیم عروج پر رہا۔اردو مدارس اردو بولنے والے طبقے کی پہلی ترجیح ہوا کرتے تھے۔ مدارس میں اساتذہ کی لگن اور محکمۂ تعلیمات عامہ کی معقول نگرانی میں اردو ذریعۂ تعلیم ترقی کی راہوں پر گامزن رہی۔ مگر بتدریج ان مدارس میں مختلف وجوہات کی بنیاد پر تعلیمی معیار میں گراوٹ آتی چلی گئی۔ والدین اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے انگریزی میڈیم اسکولوں کا رخ کرنے لگے۔ پیشہ وارانہ (پروفیشنل) کورسز کی بڑھتی مقبولیت نے اردو ذریعۂ تعلیم کو متاثر کیا۔ عام طبقے (مسلمانوں) کے بچے ہی اب ان اسکولوں کا رخ کرتے ہیں۔ان مدارس کا اہم مسئلہ طلبہ کا ترک تعلیم بھی رہا ہے، جہاں عام طور پر ساتویں جماعت یا پھر دسویں جماعت کے بعد بچے (طلبہ) چھوٹے موٹے کام کاج میں یا ذریعۂ معاش کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔

1985 کے آس پاس ریاست میں اردو مدارس کی منظّم نگرانی کے لیے اردو اساتذہ کی انجمن نے محکمۂ تعلیمات میں علاحدہ اردو ڈائرکٹوریٹ کا پرزور مطالبہ کیا۔کافی ٹال مٹول کے بعد 1987 میں دیگر اقلیتی زبانوں کے ساتھ جوڑ کر اردو اقلیتی زبانوں کا ڈائرکٹوریٹ تشکیل دیا گیا، مگر بتدریج اس محکمے کی کارکردگی مایوس کن ثابت ہونے لگی۔اردو مدارس میں بنیادی سہولیات کی کمی اور حکام کی عدم دل چسپی کے باعث پچھلے دس برسوں میں اردو مدارس کی تعداد پانچ ہزار سے گھٹ کر چار ہزار پر پہنچ گئی ہے۔

اردو مدارس کی زبوں حالی دور کرنے اور حالات کو مثبت طور پر بہتر بنانے کے لیے انجمن ترقی اردو ہند شاخ کرناٹک نے وظیفہ یاب مسلم آئی اے ایس افسران پر مبنی ایک تجزیاتی کمیٹی تشکیل دی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ریاستی سطح پر اردو اسکولس کا مشاہدہ کرنے کے بعد رپورٹ تیاری کے مراحل میں ہے۔ امید کی جارہی ہے کہ کرناٹک حکومت میں وزیر بنیادی تعلیم اور متعلقہ محکمہ کے افسران کے ساتھ تبادلۂ خیال کے بعد حکومت کی جانب سے ایک لائحۂ عمل مرتب ہوگا۔

کرناٹک اردو اکادمی

1977 میں کرناٹک اردو اکادمی کا قیام عمل میں آیا۔اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لیے قائم

کردہ اس سرکاری ادارے میں خاطر خواہ کام ہوا ہے۔مگر حالیہ برسوں میں 2019 سے 2024 تک اکادمی کی تشکیل نو التوا کا شکار رہی۔حکومت اور اردو داں طبقے کی تساہلی نے ریاست کے اردو بولنے اور پڑھنے والوں کو اس ضمن میں شدید مایوس کیا تھا۔اب سال رواں مارچ کے مہینے میں اکادمی تشکیل پائی ہے اور کوششیں جاری ہیں کہ اشاعتی اور عوام پرور پروگراموں کے ذریعے اکادمی کی کارکردگی کو فعال کیا جائے۔

اردو اخبارات اور میڈیا

آزادی سے قبل اردو صحافت کرناٹک میں کافی متحرک تھی۔ بتدریج اخبار بینی کے ذوق وشوق میں قارئین کی عدم دل چسپی ،اخبارات کے لیے اشتہارات کی کمی ،حکومت کی جانب سے اردو اخبارات کے لیے اشتہارات کی فراہمی میں کوتاہی کے باعث کئی سرکردہ اردو روزنامے اور ہفت روزہ اخبارات روپوش ہو گئے۔

بنگلور سے اب تین اخبارات مستقل طور پر شائع ہو رہے ہیں۔ان کی کارکردگی لائق تحسین رہی ہے۔نہیں معلوم کہ قارئین کی تعداد میں گزرتے وقت کے ساتھ بڑھتی کمی کے باعث کن حالات سے دوچار ہوں گے۔قبل از وقت کچھ کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بنگلور کے علاوہ گلبرگہ وہ واحد مرکز ہے جہاں سے اردو کے تین اخبارات نکلتے ہیں،شیموگہ سے ایک روزنامہ جاری وساری ہے ،باقی ہبلی ،بلگام کے اخبارات کبھی کے انتقال فرما چکے ہیں۔

دوردرشن بنگلور سے ہفتہ وار اردو کا ایک پروگرام جاری ہے جس پر سازشی سائے منڈلا رہے ہیں۔آل انڈیا ریڈیو کے اردو ہفتہ وار پروگرام بنگلور میں تقریباً بند ہیں۔گلبرگہ سے پروگرام جاری ہے مگر اس کی رفتار مدھم سی ہوگئی ہے۔ان دنوں کئی یوٹیوب چیانلس اردو کے بنگلور اور دیگر مقامات سے میدان میں ہیں۔مقامی خبروں کے ساتھ دیگر موضوعات پر موضوعات کی ترسیل کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔مگر دوتین چینلس کے علاوہ دیگر کی کارکردگی اطمینان بخش نہیں نظر آتی۔

حکومت کی اردو سے غفلت

ہر سال یوم تاسیس راجیہ اتسوا کے موقع پر اردو شاعروں ،ادیبوں ،صحافیوں اور اردو انجمنوں کے

لیے اعزاز ''راجیہ اتسوا ایوارڈ'' سے نوازا جاتا رہا۔ مگر پچھلے چند سالوں سے اردو والوں کو فراموش کیا جاتا رہا ہے۔ اس ضمن میں اردو بولنے والے وزرا اور ارکان اسمبلی و کونسل کی عدم دلچسپی بھی ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے۔

ریاست کی ثقافتی پالیسی میں مرتب ہونے والے پروگراموں میں بھی اردو کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔

ریاست کی کئی یونی ورسٹیوں میں اردو کے شعبوں میں اساتذہ کی آسامیاں خالی پڑی ہیں۔ سرکاری ڈگری اور پی یوسی کالجوں میں بھی خالی آسامیاں پُر کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی جارہی ہے۔

اردو انجمنیں

ریاست کے ہر شہر میں اردو انجمنوں کا ایک جال سا بچھا ہے۔ روایتی طرز کے مشاعروں کے انعقاد کے علاوہ دیگر اشاعتی اور زبان کی ترویج کے حوالے سے پراسرار خاموشی بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ انجمن ترقی اردو شاخ کرناٹک کی تجدید نو کے بعد حالیہ برسوں میں کچھ عملی اقدامات روبہ عمل ہیں۔ ریاست میں انجمن کی گلبرگہ شاخ فعال رہی ہے۔ مشاعروں سے آگے اردو میں کرنے کے کام بہت ہیں۔ اس ضمن میں آگہی کا پھیلا ہوا فقدان چاروں سمت نظر آرہا ہے۔

بحیثیت مجموعی اردو زبان وادب کے حوالے سے شعرا، ادبا، صحافیوں، تجزیہ نگاروں کی نگارشات پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا میں مستقل طور پر پیش ہوتی رہی ہیں۔ ریاستی سطح پر اردو اکادمی اور دیگر ریاستوں کی اردو اکادمیوں سے اعزازات بھی تفویض ہوتے رہے ہیں۔ تاہم اردو داں طبقے پر ایک خود کا مسلط کردہ بے نیازی کا جمود طاری ہے۔ زبان کی ترقی، ذریعۂ تعلیم میں سدھار اور دیگر امور پر مستقل مزاجی اور ارباب اقتدار سے اپنا مطالبہ مدلل رکھ کر مراعات اور اپنا حق حاصل کرنے کے معاملے میں بے نیازی نے اردو کے کاز کو گرہن زدہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

Dr. Mohd. Azam Shahid
Renowned Critic & Journalist
Bangalore



تلنگانہ میں اردو کا نفاذ اور مستقبل

ڈاکٹر محمد عبدالعزیز سہیل

حیدرآباد

2 جون 2014ء کو علاحدہ ریاست تلنگانہ کے قیام کے بعد تلنگانہ میں اردو زبان کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کا مطالبہ ہوتا رہا۔اس سلسلہ میں آل انڈیا مجلس اتحادالمسلمین کے قائد مقننہ اکبر الدین اویسی نے بھی حکومت سے ریاست میں اردوزبان کودوسری سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ کیا تھا۔

حکومت تلنگانہ کی جانب سے مسلمانوں کی معاشرتی،معاشی اور تعلیمی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے مقرر کردہ سدھیر کمیشن (2016) نے اس رپورٹ میں اردوزبان کو ریاستی سطح پر دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے رواج دینے کی سفارش کی ہے۔ساتھ ہی اردوزبان کی عمل آوری سے متعلق موثر اقدامات کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔اس رپورٹ میں اردو کی عمل آواری سے متعلق کہا گیا ہے کہ حکومت اپنی تمام تر اسکیمات کے مواد کو اردو میں شائع کرے۔مزید یہ بھی کہا گیا ہے کہ انگریزی اور تلگو کے ساتھ ساتھ اردوزبان میں بھی حکومت کے تمام محکمہ جات کے سائن بورڈس کو بھی لکھا جائے۔حکومت کی اسکیمات سے متعلق جیسے آنگن واڑی،صحت عامہ پر رہنمایانہ کتابوں کو اردو میں شائع کرانے کی سفارش کی گئی ہے۔اردو ذریعہ تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ساتھ ہی حکومت کے مختلف محکموں میں اردو مترجموں کے تقررات عمل میں لانے کی سفارش بھی کی گئی ہے۔

حکومت تلنگانہ نے ریاست میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کے مطالبے پر سنجیدگی سے غور کے بعد آخر کار 15 نومبر 2017ء کو ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں (بل نمبر 17) کی منظوری عمل میں آئی۔اس بل کے منظوری میں وزیر اعلی کے چندر شیکھر کی شخصی دل چسپی بھی شامل تھی۔ اردو تہذیب کی بازیابی حکومت کا اولین مقصد اور پالیسی ہے۔تلنگانہ کے وزیر اعلی کے چندرا شیکھر راؤ ایک اردو دوست حکمران ہیں۔وہ اپنی اکثر تقاریر اردو میں ہی کیا کرتے ہیں۔اردو زبان کے متعلق وہ مثبت فکر رکھتے ہیں۔ریاست میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے بعد عملی اقدامات کے

طور پر وزیراعلیٰ نے اردو میڈیم کے طالب علموں کو ریاست میں زبان اول پڑھائے جانے کا اعلان کیا ہے۔اقلیتوں کی تعلیمی ترقی کے لیے قائم 204 اقامتی اسکولس اگرچہ انگلش میڈیم کے ہیں لیکن ان میں اردو زبان اول کے طور پر پڑھائی جارہی ہے اور دینیات کو لازمی مضمون کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ ریاست میں اردو زبان کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیے جانے کے بعد 67 اُردو مترجمین کے مختلف محکموں میں تقررات عمل میں لائے گئے۔اس طرح کی نظیر پچھلی کسی بھی حکومت میں نظر نہیں آتی۔جونیر کالجس میں 69 اردو لیکچررس کو کنٹراکٹ کی بنیاد پر تقرر کرنے کا محکمہ فینانس نے جی او نمبر 162 مورخہ 9 نومبر 2017 جاری کیا۔محکمہ فینانس نے جی او نمبر 168 مورخہ 17 نومبر 2017 کو جاری کیا جس کی رو سے ریاست کے پانچ ڈگری کالجس میں 23 لیکچرارس ریگولر اساتذہ کے تقرر کو یقینی بنانے کی بات کہی گئی ہے۔اُردو کی ترقی اور ترویج کے لیے اردو اکیڈیمی کی کارکردگی قابل ستائش ہے۔جناب رحیم الدین انصاری کی سرپرستی میں اکیڈیمی ریاست بھر میں نچلی سطح سے اعلیٰ سطح تک اردو زبان کے فروغ کے منصوبوں کے تحت کام کر رہی ہے۔اکیڈمی کی جانب سے مختلف اسکیمات کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔پچھلے دنوں ڈاکٹر محمد غوث ڈائرکٹر/سکریٹری نے اردو کے فروغ سے متعلق کئی اعلانات کیے ہیں جن میں ڈگری کالجس کے اردو میڈیم اساتذہ کے لیے اردو میں نصابی کتب کی تیاری، غیر اردو داں حضرات کے لیے عثمانیہ یونی ورسٹی کے اشتراک سے سرٹفیکیٹ کورس کا آغاز، عام افراد کے لیے گھر گھر اردو پروگرام، مسابقتی امتحانات کے لیے کوچنگ کلاسس، اردو میڈیم طلبہ کے لیے مقابلہ جات، خطاطی کا پروگرام وغیرہ شامل ہیں۔ڈاکٹر محمد غوث اور چیرمین اردو اکیڈیمی جناب رحیم الدین انصاری کی شخصی دل چسپی سے اردو اکیڈیمی کی نئی دیدہ زیب اردو ویب سائٹ تیار کی گئی جس میں اکیڈیمی کی ساری اسکیمات کی تفصیل، اکیڈیمی کی مطبوعات اور فروغ اردو کی دیگر سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا۔ یہ تمام اقدامات ریاست میں اردو کے نفاذ کا حصہ ہیں۔ریاست کے مختلف محکموں میں اُردو کی درخواستیں قبول کی جارہی ہیں۔سرکاری محکموں میں اردو سائن بورڈ لگائے جانے کے بھی آڈرز جاری کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں محکمہ اقلیتی بہبود نے لیٹر نمبر 1664/Estt-II/07-042-018 جاری کیا ہے۔اُردو کے متعلق چیف منسٹر کے اقدامات قابل فخر ہیں۔اُردو زبان کو بنیادی سطح سے فروغ دینے کا منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے۔اردو اساتذہ کے تقررات بھی کیے جارہے ہیں۔تلنگانہ پبلک سرویس کمیشن کے

امتحانات بھی اُردو زبان میں منعقد کیے جارہے ہیں۔اردو اساتذہ کے تقررات کے لیے علاحدہ ڈی ایس سی کا منصوبہ ہے۔

ہندوستان کے سیاسی، سماجی حالات اس بات کا اشارہ دے رہے ہیں کے اردو زبان کو ملک گیر سطح پر نظر انداز کیا جارہا ہے اور ایک منصوبہ بند طریقے سے اردو کے فروغ میں رکاوٹیں حائل کی جارہی ہیں، جس کی مثال کے طور پر چند ریاستوں میں ریلوے اسٹیشن کے سائن بورڈ سے اردو کو حذف کرنے، اردو میڈیم اسکولوں کو منصوبہ بند طریقے سے بند کروانے و دیگر امور شامل ہیں۔ریاست تلنگانہ اردو کے حوالے سے ایک منفرد ریاست ہے جہاں ہر دور میں اردو زبان کی آبیاری ہوتی رہی ہے۔اردو کو درباری زبان بنائے جانے، اردو کی پہلی جامعہ کا قیام ہو یا مرکزی جامعہ کا قیام ہو بہر حال اردو زبان غالب رہی۔سابق مشترکہ ریاست آندھرا پردیش میں بھی اردو کو دوسری سرکاری زبان کا موقف حاصل تھا۔اس نئی ریاست تلنگانہ میں بھی اردو کو دوسری سرکاری زبان کا موقف حاصل ہے۔تلنگانہ ریاست میں کے جی سے کر پی جی تک اردو میڈیم ذریعہ تعلیم رائج ہے۔تلنگانہ میں اردو میں تحقیق کے لیے مختلف جامعات میں مواقع دستیاب ہیں۔حکومت کے محکموں میں اردو میں درخواستیں قبول کی جاتی ہیں۔عوامی اور محکموں کی سطح پر اردو زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ریاست کے انتظامیہ اور نظم و نسق میں اردو زبان کے الفاظ کا چلن عام ہے۔اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اردو کا مستقبل تلنگانہ میں تابناک ہے۔پچھلے دنوں ایسے کچھ آثار پیدا ہوئے ہیں جس سے اردو تقررات میں رکاوٹیں اور اردو کے عملی نفاذ سے متعلق حکومت نے کوئی سنجیدہ اقدامات نہیں کیے۔لیکن اس سلسلے میں منفی سوچ اور منفی بیان بازی سے پرہیز کرتے ہوئے ایک ایسا گروپ تشکیل دیا جانا چاہیے جو حکومت کے اردو کی تئیں اقدامات پر نظر رکھے اور حالات کی مناسبت سے اردو کے نفاذ پر حکومت کو بیدار کرتے رہے۔ساتھ ہی اردو کے فروغ کے عملی اقدامات کے لیے رہنمائی بھی ہونی چاہیے۔اردو زبان کو روزگار سے جوڑنے اور مربوط کرنے کے لیے ٹھوس عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔

حکومت کی پالیسی، وزیر اعلی کی اردو سے دلچسپی اور رغبت، تلنگانہ اسٹیٹ اردو اکیڈیمی کی کار کردگی کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ تلنگانہ میں اردو کا مستقبل بہت تابناک اور درخشاں ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے رویے تبدیل کریں اور حکومت کے ان اقدامات پر مثبت ردعمل ظاہر کریں۔

اردو کی بقا، اردو کے فروغ اور عملی اقدامات کے لیے اپنے آپ کو کمر بستہ کرلیں۔ یہاں اس بات کو واضح کرنا ضروری ہے اردو کے فروغ اور نفاذ میں جب تک ہم اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کریں گے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے حکومت کو نشانہ بناتے رہیں گے تو مسائل حل نہیں ہوں گے۔ مسائل کے حل کے لیے عملی میدان میں اجتماعی کام کی ضرورت ہے۔ حکومت کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ مرکزی حکومت نے نئی قومی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ اس میں ابتدائی تعلیم مادری زبان میں فراہم کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ اگر اردو مادری زبان والے اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم اردو میڈیم سے دلائیں تو اردو میڈیم مدارس کے احیا کے ساتھ اردو سے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور اردو زبان کا فروغ ہوگا۔ اس کے لیے اہل اردو کو عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔ ایک اور مسئلہ یہ بھی درپیش ہے کہ اردو زبان کو تعصب کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے جس سے یہ خدشہ بھی لاحق ہے کہ مختلف محکموں میں اردو کو مسلمانوں سے جوڑ کر دیکھا جا رہا ہے اور ان محکمہ جات میں اردو کو ختم کرنے کی منظّم کوششیں جاری ہیں، حالاں کہ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ اردو کی چاشنی سے ہر مذاہب کے لوگ اس کے گرویدہ ہیں۔ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ تعاصب کو دور کرنے کے اقدامات بھی ہونے چاہیے۔ تلنگانہ میں اردو کو دوسری زبان کی حیثیت سے جو حق ملنا چاہیے تھا وہ مناسب طور پر حاصل نہیں ہوا ہے، اس کے لیے بھی کوشش ہونی چاہیے۔

چند سفارشات:

☆ حکومت سے مطالبہ ہونا چاہیے کہ اردو اسکولوں کو قائم رکھا جائے اور ضروری بنیادی ضرورتیں فراہم کی جائیں۔

☆ خصوصی ڈی ایس سی کے تحت اردو اساتذہ کی محفوظ جائیدادوں پر بھرتی کی جائیں۔

☆ حکومت کے محکمہ جات میں اردو زبان میں درخواستیں قبول کرنے کے احکامات جاری ہوں۔

☆ انٹرمیڈیٹ کی سطح پر اردو میڈیم کے مخلوعہ جائیدادوں پر تقررات کا عمل فوری طور پر انجام دیا جانا چاہیے۔

☆ ڈگری کالج کی سطح پر اردو ذریعہ تعلیم کو برقرار رکھا جائے اور اردو میڈیم کے مخلوعہ جائیدادوں پر تقررات کیے جائیں۔

☆ ریاستی سطح پر اردو کے لیے خصوصی بجٹ مختص کیا جائے۔اردو اکیڈیمی کے بجٹ میں بھی اضافہ کیا جائے۔

☆ اردو میڈیم کے طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے اسکالرشپ فراہم کی جائے۔

☆ سرکاری محکموں میں سائن بورڈ پر اردو کو بھی شامل کیا جائے (اس متعلق حکومت کے احکامات جاری ہو چکے ہیں) نفاذ ندراد ہے۔

☆ اردو کے فروغ کے لیے ریاستی سطح پر خصوصی سیل قائم کیا جانا چاہیے۔

☆ سرکاری احکامات اور اسکیمات کی اطلاعات کو اردو والوں کے استفادہ کے لیے اردو میں شائع کیا جانا چاہیے۔

☆ اردو کتب خانے عصری ٹکنالوجی کی سہولتوں کے ساتھ ضلع واری سطح پر قائم ہونا چاہیے۔

☆ ریاستی سطح پر اردو کا ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا جانا چاہیے جس سے اردو اسکالرس استفادہ کر سکیں۔

☆ تلگو اکیڈیمی کی طرز پر اردو اکیڈیمی اسکول، جونیر کالج اور ڈگری کالج کی نصابی کتابیں شائع کریں۔

☆ عدالت اور پولیس محکمہ میں رائج اردو زبان کے الفاظ برقرار رکھنا چاہیے۔ان کی اصطلاحات سے شناسائی کے لیے تربیت دی جانی چاہیے۔

☆ ریاستی سطح پر منعقد ہونے والے مسابقتی امتحانات کا پرچہ اردو میں بھی تیار کیا جانا چاہیے ۔

☆ ریاستی حکومت کی جانب سے اردو اخبارات، رسائل اور ویب سائٹس کو مالی امداد دی جانی چاہیے۔

☆ ریاستی ملازمین کو اردو سکھانے کے لیے تربیتی پروگرام کا آغاز کیا جانا چاہیے۔

Dr. M A AZEEZ Sohail
tmr school yakuth pura boys1
awaise function hall, Mughal pura
Hyderabad.500002

☆☆☆

اردو کا عالمی تناظر: مختصر جائزہ

ڈاکٹر ظہیر دانش عمری
مدیر ماہنامہ ارتعاش، کڈپہ

نہیں دشت و بیاں سے بھی تنہا اس کے دیوانے
جہاں جاتے ہیں ایک بستی بسا لیتے ہیں اردو کی

اردو زبان ساری دنیا کی زبانوں میں نہایت نازک و خوب صورت ترین زبان ہے جس کی اپنی تہذیب اور شناخت ہے، جس کی اپنی نزاکت اور پہچان ہے۔ یہ زبان جہاں جاتی ہے وہیں تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس درخت کی شاخیں جب دوسرے ملک تک پہنچتی ہیں تو وہیں دوبارہ شجر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس زبان کے چاہنے والے غالب، میر، مومن، داغ سے لے کر موجودہ شعرا تک رہے ہیں۔ کسی نے غزل کہہ کر اس زبان کے ذخیرے میں اضافہ کیا، کسی نے افسانہ لکھا، کسی نے ناول تحریر کیا، کسی نے خاکہ و انشائیہ لکھا اور اس خوب صورت زبان کے حسن میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

اردو زبان اگرچہ پیدا ہوئی ہندوستان میں لیکن اس کی خوشبو برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، چین، سوئٹزرلینڈ، خلیجی ممالک، قطر تک پھیلی۔ اس کے چاہنے والے جہاں جہاں پہنچے وہاں وہاں اپنی تھیلی میں اردو کی چند کتابیں، رسالے اور اردو کی تہذیب لے کر پہنچے۔ ان سب حضرات نے اپنے اپنے مقامات پر اردو کی شمع جلانے کی کوشش کی۔ اس ذیل میں جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کو ترقی دلانے اور ہندو پاک کے باہر اس کی خوشبو پھیلانے میں اردو کے بہت سے مجاہدین کے نام آتے ہیں جنھوں نے اردو کو فروغ دینے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ اردو کو اس کا جائز حق دلانے اور اس زبان کا جادو جگانے میں اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق اپنا کردار نبھایا۔ کینیڈا میں پروفیسر عزیز احمد، ماریشیس میں جناب قاسم ہیرا، عنایت حسین عیدن، برطانیہ میں جناب محمود ہاشمی، رالف رسل، ڈاکٹر ڈیو میتھیوز نے شمع اردو جلا کر چاروں اور اجالا کر دیا۔

ماریشس میں اردو

ہندو پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں اردو کی صورت حال پر گفتگو کرتے ہوئے میں سب سے پہلے ماریشس کا تذکرہ کرنا چاہوں گا، کیوں کہ ہندو پاک کے بعد ماریشس ہی واحد علاقہ ہے جہاں سرکار کی سرپرستی میں اردو زبان سکھائی جاتی ہے۔ جب یہ ملک غلام تھا تو مشرقی زبانوں کو یہاں پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع نہ ملا، لیکن 1968 کے بعد یہاں اردو زبان کو کھلی سانس لینے کا موقع ملا۔ اردو کی ترقی کے لیے سیاسی کوشش کرنے والوں میں جناب عبدالرزاق محمد کا نام لیا جاتا ہے جنھوں نے ماریشس میں اردو زبان کی تعلیم کے لیے جان توڑ کوشش کی۔ اس کے بعد 1967ء میں جناب عظیم الحق جنیدی ماریشس تشریف لائے۔ انھوں نے اردو اساتذہ کی تربیت کا معقول انتظام کیا اور ان کی ادبی تربیت کی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے رسالہ اردو جاری کیا۔ 1968 میں علی گڑھ سے جناب اطہر پرویز تشریف لائے۔ انھوں نے یہاں کی تصنیفی فضا کو سنوارنے اور لوگوں کو تصنیف و تالیف کی طرف ابھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ماریشس میں جب بہت سارے طلبہ نے اردو زبان کی تعلیم حاصل کی اور مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان طلبہ نے ہندوستان کا رخ کیا جن میں جناب قاسم ہیرا اور عنایت حسین عیدن قابل ذکر ہیں۔ جب ان حضرات نے ہندوستان میں تعلیم مکمل کی اور واپس ماریشس چلے گئے تو انھوں نے وہاں اردو زبان کی ایسی خدمات انجام دیں اور ایسے کارنامے انجام دیے جسے دنیا فراموش نہیں کرسکتی۔ انھوں نے اساتذہ کی تربیت کا معقول انتظام کیا۔ ابتدائی اسکولوں کے لیے درسی کتب تیار کیے۔ نئے حالات کے پیش نظر نئے نصاب کو تشکیل دیا۔ مختلف سطح کے اردو کے امتحانات کے لیے پرچوں کی تیاری اور جانچ میں مسلسل منہمک رہے۔

1974ء میں مہاتما گاندھی انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد پڑی جہاں دیگر زبانوں کی تدریس کے ساتھ اردو کی تدریس کا بھی انتظام کیا گیا۔ نیز دی نیشنل اردو انسٹی ٹیوٹ کا بھی اردو کی ترویج میں بہت اہم کردار رہا ہے۔ اس کے علاوہ 2003ء میں اردو اسپیکنگ یونین کے اشتراک سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ہندو پاک کے علاوہ کینیڈا، روس اور دیگر ممالک سے بہت سے ادیبوں نے شرکت کی۔ 1973 میں جناب عنایت حسین عیدن نے انجمن ادب کی بنیاد ڈالی، جس کے زیر اہتمام جستجو نامی رسالہ جاری کیا۔ اس کے علاوہ ماریشس کے متعدد

ادیبوں نے شاعری، ڈراما نگاری اور دیگر میدانوں میں نہایت اہم تصانیف تحریر کیں۔ یہاں دینیات کی تدریس اردو میں ہوتی ہے۔ ریڈیو میں اردو نشریات کے لیے ڈھائی گھنٹے مختص ہیں۔ اس کے علاوہ نعت خوانی کے مقابلے، قوالی کی محفلیں بھی منعقد ہوتی ہیں۔

یونی ورسٹی آف ماریشس اور مہاتما گاندھی انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے اردو میں ڈپلوما اور ڈگری کورسس جاری کیے گئے ہیں۔ ماریشس میں اردو تعلیم میں دل چسپی رکھنے والے طلبہ و طالبات میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

چین میں اردو

چین میں اردو درس و تدریس، تعلیم و تعلم کا سلسلہ کافی خوش آئند ہے۔ پیکنگ میں 12 ادارے ایسے ہیں جہاں پر پرائمری سے ہائی تک اردو پڑھائی جاتی ہے۔ یہاں 178 اساتذہ ہیں جو اردو پڑھاتے ہیں۔ 2001 تک پیکنگ میں یونی ورسٹی سمیت ایسے 45 ادارے موجود ہیں جن میں 200 طلبہ و طالبات اردو پڑھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ 865 اسکولوں میں سائنس کے ساتھ اردو پڑھائی جاتی ہے۔ شنگھائی میں پرائمری سطح تک 10 اسکولوں میں اردو کی تعلیم دی جاتی ہے، نیز سکیا نگ صوبے میں 22 اسکولوں میں اردو پڑھائی جاتی ہے۔

چین کے شاعروں میں سب سے زیادہ معروف نام مسٹر چوای جن کا ہے۔ انتخاب عالم کے نام سے جو مشہور ہیں، ان کا شعری مجموعہ انتخاب عالم کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ نوائے دوستی کے نام سے ایک اخبار نکلتا ہے جس کے ایڈیٹر لوشیو لین ہیں۔

سوئٹزرلینڈ میں برن میں تین اردو اسکول ہیں، لوزان اور جیسوا میں بھی اردو اسکول موجود ہیں۔

خلیجی ممالک میں اردو

خلیجی ممالک میں دوسری بڑی بولی جانے والی زبان اردو ہے۔ یہاں کم و بیش دو ملین افراد اردو بولتے ہیں۔ یہاں نہ صرف پاکستانی، ہندوستانی اور بنگلہ دیشی اردو بولتے ہیں بلکہ سری لنکن، نیپالی، برمی، مصری، سوڈانی، فلپائینی، جاپانی بھی اردو بولتے ہیں۔ اردو روزنامہ اردو نیوز روزانہ پچاس ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ اسی طرح حج کے ایام میں المدینہ کے نام سے حاجیوں کی سہولت کے لیے

اخبار شائع ہوتا ہے جس کی تعداد چالیس ہزار سے ایک لاکھ تک ہوتی ہے۔ بیشتر سرکاری اداروں میں عربی کے ساتھ اردو میں احکامات درج ہوتے ہیں۔

خلیجی ممالک کے شعرا میں چند قابل ذکر نام ہیں: رشید صدیقی، نسیم سحر، شبنم مناروی، اقبال فرید، طارق بٹ، محمود خان قیصر، ریحانہ روحی۔

قطر میں اردو

قطر میں مجلس فروغ اردو نے 14 سے زائد عظیم تقاریب منعقد کی ہیں۔ 1994 میں جشن محشر بدایونی، جشن مشتاق احمد یوسفی منایا گیا۔ 1996 میں جشن کیفی اعظمی منایا گیا۔ اسی سال عالمی فروغ اردو ایوارڈ کا اجرا کیا گیا، جو ایک لاکھ پچاس ہزار روپے نقد اور طلائی تمغہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر سال ہندو پاک سے دو عظیم شخصیات کو اس ایوارڈ کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ یہ ایوارڈ تاحال احمد ندیم قاسمی، آل احمد سرور، اشفاق احمد، قرۃ العین حیدر، انتظار حسین، جیلانی بانو، مختار مسعود، کالی داس گپتا رضا کو دیا جا چکا ہے۔

1992 سے 2004 تک اس تنظیم کے تحت 20 ضخیم مجلّے، 13 کتابیں شائع کی گئیں اور پانچ کتابوں کو مالی تعاون دیا گیا۔

قطر کے شعرا میں قابل ذکر امجد علی سرور، جلیل نظامی، حیدر اعظمی، دلنواز عارف ہیں۔

برطانیہ میں اردو

برطانیہ میں اردو زبان و ادب کے حوالے سے چند باتیں یوں ہیں۔ 1960 میں جناب محمود ہاشمی نے لندن سے ہفت روزہ مشرق نکالنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ یہ اخبار پاکستانی مہاجرین کے دل کی آواز بن گیا۔ اس کے علاوہ لندن سے تین روزنامے، چھے ماہنامے اور چار سہ ماہی رسالے بھی شائع ہونا شروع ہوئے۔

سر عبدالقادر مدیر مخزن نے لندن میں اردو مجلس کی بنیاد رکھی جس کے تحت ہر ماہ ادبی نشستیں ہوا کرتی تھیں۔ اس کے بعد 1947 میں چودھری اکبر خان نے بزم تفریح کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد اردو کا کارواں آگے بڑھا۔ لوگوں میں اردو کی خدمت کرنے کا جذبہ بیدار ہونے لگا۔ 1972 میں راجا صاحب محمود آباد نے کل برطانیہ انجمن ترقی اردو کی بنیاد رکھی جس کے تحت پورے سال پروگرام ہوتے تھے۔ 1981 میں اردو مرکز قائم ہوا۔ 1983 میں فیض اکیڈمی وجود میں آئی۔ ترقی پسند تحریک جس کی

بنیاد ہی لندن میں پڑی تھی اس کی پچاسویں سالگرہ 1985 میں منائی گئی۔ 2000 میں اردو ٹرسٹ نے دو روزہ عالمی اردو کانفرنس منعقد کی جس میں ساری دنیا سے 27 مندوبین نے شرکت کی۔

2001 میں اسی سرزمین سے ایک رسالہ پرواز کے نام سے ساحر شیوی کی سرپرستی میں نکلنا شروع ہوا۔ اس رسالے کے خاص شماروں نے اردو ادب میں اپنی منفرد شناخت اور پہچان بنائی ہے۔ بعد ازاں سفر اردو بھی یہیں سے شائع ہونا شروع ہوا۔

برطانیہ اورینٹل انسٹی ٹیوٹ لندن کے اسکول آف لینگویجس میں 1930 میں برصغیر کے باہر پہلا شعبہ اردو قائم کیا گیا، جہاں گریجویشن، ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی تعلیم اردو میں ہوتی ہے۔ یہاں اردو زبان کی ترویج و ترقی کا سہرا دو اساتذہ رالف رسل، ڈاکٹر ڈیوڈ میتھوز کے سر جاتا ہے۔ انھوں نے یہاں غالب کا دو صد سالہ جشن منایا۔ خورشید الاسلام کے اشتراک سے غالب کے فارسی کلام کا دو جلدوں میں انگریزی ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے برطانیہ میں اردو تعلیمی مواد کی فراہمی میں کافی جدو جہد سے کام لیا، خاص کر نصاب سازی میں ان کا کام مسلم ہے۔

1971 میں روزنامہ جنگ کا لندن ایڈیشن چھپنا شروع ہوا۔ 1972 میں انجمن ترقی اردو کے مساوی تنظیم قائم ہوئی جسے اطہر راز کی سرپرستی حاصل تھی۔ نیز انجمن ترقی اردو برائے خواتین برطانیہ کی ماہانہ نشستیں خواتین کی ہمت افزائی کے لیے مسلسل منعقد ہونے لگیں۔ اس کے علاوہ برطانیہ میں بہت ساری انجمنوں نے اردو کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ طوالت کے خوف سے بہت سے نام چھوڑے جا رہے ہیں۔ ماہنامہ صدا کے زیر اہتمام 1998 میں جوش سیمینار اور 2003 میں جشن انیس و دبیر منعقد ہوا جس میں ہندو پاک سے بڑے بڑے مشاہیر نے شرکت کی۔ لندن کے بعد بریڈفورڈ میں جناب موج فرازی نے بزم اردو کے تحت اردو کے حوالے سے بہت سارے کار انجام دیے۔ جناب مقصود الٰہی شیخ جو یہاں کے مشہور افسانہ نگار اور شاعر ہیں، بھی خدمت اردو میں مسلسل لگے ہوئے ہیں۔

جناب معین الدین شاہ نے ماہنامہ اردو ادب کے نام سے 1980 میں جاری کیا۔ ان میں اردو کی خدمت کا اتنا جذبہ تھا کہ سارا رسالہ خود ٹائپ کر کے نکالتے تھے۔ اس کا غالب نمبر بہت ہی کمال کا ہے۔

اردو ادب کے علاوہ شہزاد، اردو تحریک، روزنامہ آواز ہفت روزہ پاکستان پوسٹ، نوائے وقت نامی رسائل و اخبارات جو لندن سے نکلتے ہیں، قابل ذکر ہیں۔

سرسری طور پر برطانیہ کے چند اردو ادیبوں کے نام ذہن میں آرہے ہیں: ساقی فاروقی، اکبر حیدرآبادی، عاشور کاظمی، اطہر راز، خالد یوسف، سوہن راہی، عاصی کاشمیری، گلشن کھنہ، بخش لائل پوری، ساحر شیوی، بانو ارشد، شکیل مظہری، مصطفیٰ شہاب، عبدالغفار عزم، انور شیخ، ودیا ساگر آنند، عقیل دانش، باقر نقوی۔

برطانیہ کے افسانہ نگاروں کے نام اور ان کے افسانوی مجموعوں کے نام ہیں: فیروزہ جعفر، جو کالج آف نارتھ ایسٹ لندن میں انگریزی اور اردو پڑھاتی ہیں، آپ کا افسانوی مجموعہ پہلی بوند سمندر 1987 میں شائع ہوا۔ محسنہ جیلانی، آپ کا تعلق حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے خانوادے سے ہے، ان کے افسانوں کے مجموعے کا نام ہے عذاب الٰہی، جو 198 میں طبع ہوا۔ شاہدہ احمد کا ناول محض سولہ سال کی عمر میں سپنے تیری یادوں کے نام سے شائع ہوا اور دو افسانوں کے مجموعے بھنور میں چراغ (1992) ہجرتوں کے بھنور (2000) شائع ہوئے۔ بانو ارشد کے دو افسانوں کے مجموعے بانو کے افسانے، بانو کی کہانیاں کے نام سے شائع ہوئے۔ صفیہ صدیقی کے تین افسانوں کے مجموعے پہلی نسل کا گناہ، چاند کی تلاش، چھوٹی سی بات شائع ہوئے۔

کینیڈا میں اردو

اب کینیڈا میں اردو کے بارے میں چند باتیں گوش گزار کر لیجیے گا کہ 1964 میں پروفیسر عزیز احمد نے بہت ہی چھوٹے پیمانے پر ایک مشاعرہ پروفیسر طیب علی کی صدارت میں منعقد کیا۔ ان کے انتقال کے بعد 1980 میں حفظ الکبیر قریشی نے شاندار مشاعرے منعقد کرنے کی بنا ڈالی اور اسی سال ایک عظیم الشان مشاعرہ منعقد کیا جس کی صدارت فیض احمد فیض نے کی۔ دوسرے سال انھوں نے ہی عالمی اردو کانفرنس کا اہتمام کیا جس کی گونج مشرق سے مغرب سے سنی گئی۔

1983 میں اشفاق حسین نے بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی۔ بعدازاں انھوں نے اکادمی آف آرٹس اینڈ لٹریچر کی جانب سے کارنامۂ حیات ایوارڈ دینے کا سلسلہ شروع کیا جس کے تحت اب تک نو شخصیات کو ایوارڈ سے نوازا جا چکا ہے، جس میں اعتراف خدمات کی سند کے ساتھ ایک ہزار ڈالر پیش کیے جاتے ہیں۔ فیض احمد فیض، گوپی چند نارنگ، احمد ندیم قاسمی، اختر الایمان، جمیل الدین عالی، مشتاق احمد یوسفی اب تک اس ایوارڈ سے نوازے جا چکے ہیں۔

نیز انھوں نے عالمی جوش سیمینار، عالمی غالب سیمینار، عالمی میر سیمینار، عالمی انیس سیمینار کروائے جن میں اردو کی جید شخصیات نے شرکت کر کے ان کو اعتبار بخشا۔

کینڈا میں اردو زبان کی آبیاری میں شان الحق حقی، اکرام بریلوی نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

ٹورنٹو میں جناب بیدار بخت کا کتب خانہ نایاب کتب کے لیے مشہور ہے۔ان کے پاس پانچ ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت تقی عابدی کا کتاب خانہ بھی بہت مشہور ہے جس میں آٹھ ہزار پانچ سو نوادرات و مخطوطات ہیں۔ 1440 مخطوطات مرثیے سے متعلق ہیں۔اس کتب خانے سے سب سے نادر کتاب انیس کے شاگرد فارغ سیتاپوری کی تصنیف ہے جس کا پوری دنیا میں صرف واحد نسخہ موجود ہے جو ان کے کتب خانے کی زینت ہے۔

رسائل و جرائد یہاں سے بہت سے جاری ہوئے لیکن ایک عرصے بعد بند ہوتے چلے گئے، لیکن ہفت روزہ پاکیزہ تیس سال سے آج بھی پابندی سے نکلتا ہے جس کے مدیر جناب صبیح الدین منصور ہیں۔ ڈاکٹر ساجدہ علوی نے کیوبک کی مشہور ترین یونی ورسٹی میگل میں اردو چیر قائم کروایا جس کی وجہ سے اردو اختیاری طور پر پڑھنے کا شعبہ یہاں قائم ہوا۔

امریکہ میں اردو

امریکہ میں چھبیس سے تیس لاکھ اردو بولنے والوں کی تعداد موجود ہے۔ نیویارک اور شکاگو میں زیادہ اردو بولنے والے ہیں۔ وہاں کی دکانوں کے سائن بورڈس پر آپ کو اردو نظر آئے گی۔ اگر آپ وہاں شاپنگ کریں گے تو لگے گا کہ آپ ہندوستان میں ہیں۔اردو کے فروغ کے لیے یہاں کوئی سرکاری تنظیم نہیں ہے۔ کچھ تنظیمیں ہیں جو رضا کارانہ طور پر کام انجام دیتی ہیں۔ان میں تنظیم علی گڑھ اسوسی ایشن کا نام لیا جاتا ہے جو امریکہ کے بارہ شہروں میں فعال ہے۔

ان ممالک کے علاوہ ترکی، تاجکستان، جاپان، ترکمنستان، ازبکستان میں اردو باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے اور معتدبہ طلبہ اردو زبان نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ پڑھاتے ہیں اور اس زبان کا لطف اٹھاتے ہیں۔

یہ اردو کا مختصر عالمی منظر نامہ تھا جسے دیکھتے ہوئے ہم بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ اردو کا مستقبل روشن ہی نہیں بلکہ روشن تر ہے۔

Dr. Zaheer Danish Oomri, Editor, Monthly 'Irteash' Kadapa

اردو ادب مصنوعی ذہانت کے دور میں

ڈاکٹر لیس محمد یاسر
صدر، شعبہ اردو، سی عبدالحکیم کالج
میل وشارم، ٹمل ناڈو

انسان علم و تہذیب کے ایک نئے دور میں قدم رکھ چکا ہے، مصنوعی ذہانت (AI) نے ہماری روزمرہ زندگی کے کئی پہلوؤں میں ایک نمایاں اور اہم کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس جدید ٹکنالوجی کی بدولت، ہم معلومات تک فوری رسائی حاصل کرتے ہیں اور یہ مختلف مسائل کے حل تلاش کرنے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

مصنوعی ذہانت AI کی اہمیت اس کی صلاحیتوں میں پوشدہ ہے اور یہ مختلف شعبوں میں انقلاب برپا کر رہی ہیں۔ AI تیز رفتار اور موثر طریقے سے پیچیدہ مسائل کا حل فراہم کرتی ہے، جیسے کہ ڈیٹا تجزیہ اور نتائج کی پیشین گوئی وغیرہ، یہ گویا کہ انسانی محنت کی جگہ لیتا ہے۔ یہ بڑی مقدار میں معلومات کو ترتیب دے کر بہتر فیصلہ سازی میں مدد کرتا ہے، جس سے کاروبار، صحت اور سائنس جیسے میدانوں میں کامیابی کی شرح بڑھتی ہے۔ مزید براں، AI جدت طرازی کو فروغ دیتا ہے۔ نئے خیالات اور اختراعات کی تخلیق میں معاونت کرتا ہے اور صارفین کے تجربات کو شخصی بناتا ہے۔ یہ عالمی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، جیسے کہ ماحولیاتی تبدیلی اور صحت کی دیکھ بھال، جس سے انسانی زندگی میں بہتری آتی ہے۔ ان تمام پہلوؤں کی بنا پر، AI آج کی دنیا میں ایک ناگزیر اور اہم ٹکنالوجی بن چکی ہے۔

مصنوعی ذہانت آج کے دور کا ایک اہم اور طویل الذکر موضوع ہے، جس کا سامنا ہم روزانہ کرتے ہیں۔ ہم کسی نہ کسی شکل میں اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کے تحت متعدد پلیٹ فارمز اور مختلف ایپلی کیشنز دستیاب ہیں۔ جب AI کا دور دورہ شروع ہوا تو اردو میں بھی اس کا استعمال پچھلے چند سالوں سے بڑھتا جا رہا ہے۔

اس سلسلے میں شہرت اور مقبولیت چیٹ جی پی ٹی (چیٹ جنریٹیو پری-ٹرینڈ ٹرانسفارمر (Chat

(Generative Pre-Trend Transformer) کو حاصل ہے۔ یہ دراصل اوپن اے آئی کی جانب سے مفت دستیاب ہے البتہ اس کا اَپڈیٹیڈ ورژن چیٹ جی پی ٹی 4(Updated Version Chat GPT 4) مفت نہیں ہے، اس کے لیے ادائیگی ضروری ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ چیٹ جی پی ٹی میں شروع ہی سے اردو شامل ہے۔

گوگل کی جانب سے گوگل بارڈ(Google Bard) کا تجربہ کیا گیا اور اس کی ترقی یافتہ شکل جیمنی (Gemini) کی صورت میں مفت دستیاب ہے۔ یہ چند بین الاقوامی زبانوں کے علاوہ اردو کے بشمول نو ہندوستانی زبانوں میں مفت دستیاب ہے۔ جیمنی کی دیگر شکلوں میں جیمنی لائیو، جیمنی بارڈر پرو اور جیمنی فار ورک اسپیس، گوگل اسسٹنٹ(Gemini Live, Gemini Border Pro and Gemini for Workspace, Google Assistant) وغیرہ سبھی مفت دستیاب ہیں۔ مصنوعی ذہانت کا ایک اہم پلیٹ فارم پرپلیک سیٹی(Perflexity)AI ہے۔ قابلِ ذکر یہ ہے کہ یہ اردو میں دستیاب ہے اور کئی معاملات میں دیگر اے آئی ٹولز سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ پرپلیک سیٹی کی ٹیگ لائن(Perplexity's Tagline) بہت دلچسپ ہے۔ کچھ بھی پوچھیں، ہر چیز دریافت کریں(Ask Anything, Discover Everything) پرپلیک سیٹی میں فائل پی ڈی ایف کے ذریعے تلاش کی سہولت بھی دستیاب ہے۔

مائکروسافٹ(Microsoft) اس تیز رفتار مصنوعی ذہانت اور مشین لرننگ(Machine Learning) کے مسابقتی دور میں خاموش کیوں کر رہ سکتا تھا، مائکروسافٹ کی جانب سے کوپائیلٹ (Copilot) تیار کیا گیا ہے، جو کہتا ہے کہ میں کوپائیلٹ ہوں، آپ کا اے آئی رفیقِ کار ہوں۔ البتہ کوپائیلیٹ میں اردو زبان دستیاب نہیں ہے لیکن توقع ہے کہ بہت جلد شامل کر دی جائے گی۔

مصنوعی ذہانت اے آئی ایک ایسا چھتنار درخت ہے جس کے نیچے بہت سے درخت، بے شمار پیڑ پودے اور متعدد نباتات موجود ہیں۔ گویا اے آئی کے لا تعداد پلیٹ فارم موجود ہیں۔ چند ٹولز کسی ایک مقصد کے لیے مخصوص ہیں۔ لووو(Lovo)AI کے ذریعے اردو عبارت کو صوتی شکل میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مائیسٹرا(Maestra)AI کے ذریعے اردو وائس اووَر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ HTPLAY بھی ایک وائس جنریٹر اے آئی ٹول ہے۔ اس جیسی اپلی کیشنز میں ڈب ورس (Dub

Verse)، رِیڈ اسپیکر (Read Speaker)، فِلیکی (Fliki) جس کا تعارف یہ ہے کہ "اے آئی کا استعمال کرتے ہوئے متن کو آوازوں کے ساتھ ویڈیوز میں تبدیل کریں۔" اس نوع کے کئی آن لائن اپلی کیشن ہیں جو تصویر ایڈیٹنگ کے ساتھ آڈیو ویڈیو کے کئی متبادل ضرورتوں میں استعمال ہو رہے ہیں۔

مصنوعی ذہانت کی مثال چیٹ جی پی ٹی جیسے اپلی کیشنز ہیں، جن کا استعمال مختلف شعبہ جات میں بڑھتا جا رہا ہے۔ چاہے وہ تعلیمی ادارے ہوں کہ کاروباری دنیا۔ تعلیمی اداروں میں طلبہ اور اساتذہ، مواد کی بہتر افہام و تفہیم کا استعمال کر رہے ہیں تو کاروباری ادارے اپنی تجارت کے فروغ اور پروڈکٹیوٹی کو بڑھانے کے لیے AI کا استعمال کر رہے ہیں۔ خدمات کے میدان میں بھی، AI نے صارفین کی ضروریات کو سمجھنے اور ان کے سوالات کے فوری جوابات دینے میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کی ہے۔

دورِ جدید میں، جہاں معلومات کی فراوانی ہے، AI نے نہ صرف کام کرنے کے طریقے کو تبدیل کیا ہے بلکہ یہ انسانی زندگی کی سہولت کو بھی بڑھا رہا ہے۔ اس کی بدولت ہم زیادہ منظّم، تیز اور موثر طریقے سے کام کر سکتے ہیں، جو کہ علم اور تہذیب کی ترقی کے لیے ایک مثبت قدم ہے۔

مصنوعی ذہانت کی روز افزوں مقبولیت کے ساتھ، بہت سے سوالات اٹھ رہے ہیں۔ مثلاً، کیا AI انسانی تخلیقیت کو متاثر کرے گا؟ کیا یہ انسانی معاشرتی رشتوں کو کمزور کرے گا؟ یا کیا یہ نئے مواقع فراہم کرے گا؟ یہ سوالات نہ صرف ہمارے وقت کے چیلنجز ہیں، بلکہ یہ ہمیں اپنے وجود اور ہمارے انسانی تجربات کی حقیقت کو بھی سمجھنے کا موقع دیتے ہیں۔

ادب انسانی زندگی کے جذبات و احساسات کی بہتر ترجمانی کر سکتا ہے، کیوں کہ یہ انسانی تجربات، جذبات، اور پیچیدگیوں کو عمیق اور تخلیقی انداز میں بیان کرتا ہے۔ ادب جیسا کہ جمیل جالبی نے لکھا ہے "لفظوں کے ذریعے جذبے، احساس یا فکر و خیال کے اظہار کو ادب کہتے ہیں۔" (ادب کیا ہے، جمیل جالبی۔ صفحہ نمبر: 41) چناں چہ ادب میں موجود تخیل اور تخلیقیت انسان کی اندرونی دنیا کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے، جو کہ کبھی کبھی مصنوعی ذہانت کے حدود سے باہر ہوتا ہے۔ انسان کے جذبات کی گہرائی، ان کے تجربات اور ان کی زندگی کی کہانیاں ادب کے ذریعے بیاں ہوتی ہیں، جو کہ AI کی تخلیقات میں شاید اتنی شدت نہ پا سکیں، لیکن اس کے باوجود اس کے اثرات اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

مصنوعی ذہانت کا استعمال ہندوستانی زبانوں میں بھی شروع ہو چکا ہے اور اردو زبان بھی اس میں شامل ہے۔ اس کی بدولت مختلف موضوعات پر مضامین اور نظمیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ادب کے باب میں یہ ایک مثبت پیش رفت ہے، جو زبانوں کی ترویج اور مواد کی دستیابی کو بڑھاتی ہے۔ تاہم، یہ سوال اہم ہے کہ کیا AI واقعی انسانی تخلیق کی سطح پر جذبات، حقیقت، تخیل، ذہانت اور زبان کو سمو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ایک ادیب و تخلیق کار، چاہے وہ شاعر ہو کہ نثر نگار، اپنی زندگی اور معاشرتی تجربات سے حاصل کردہ بصیرت کو اپنی تحریر کا آئینہ بناتا ہے۔ اس کے الفاظ میں ایک گہرائی ہوتی ہے جو اس کے تجربات، مشاہدات اور احساسات کی عکاسی کرتے ہے۔ انسانی تخلیق کی یہ خصوصیت، جو جذباتی اور فنی ہوتی ہے، اکثر AI کی تحریروں میں نہیں ملتی۔

دوسری جانب، مصنوعی ذہانت انٹرنیٹ کے سمندر میں موجود ڈاٹا کا تجزیہ کر کے تحریری مواد تیار کرتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ AI خوب صورت الفاظ اور شاعرانہ انداز میں کچھ لکھ دے، لیکن اس کی تخلیق میں وہ فن اور ہنر مندی نہیں ہوتی جو ایک انسانی تخلیق کار کی تحریر میں ہوتی ہے۔ AI کے ذریعے بنائی گئی تحریریں عموماً سطحی ہوسکتی ہیں، کیوں کہ یہ جذبات کی عکاسی کرنے سے قاصر ہیں۔

مصنوعی ذہانت اور اردو ادب

مصنوعی ذہانت (AI) نے مختلف شعبوں میں انقلاب برپا کیا ہے اور اردو ادب بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہا۔ اردو ادب کی تخلیق، ترویج، فروغ اور تنقید میں AI کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، جو ادب کی دنیا میں نئے امکانات فراہم کر رہا ہے۔

محمد خرم یاسین نے لکھا ہے:

> ”اردو ادب کی تخلیق، تحقیق اور تنقید کے حوالے سے جب مصنوعی ذہانت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا صنعتی درجے پر صارف نہ ہونا، کتب کی قابلِ نقل اردو تحریر (فونٹ) میں عدمِ دستیابی، مختلف مصنفین کے اسلوب کی نامکمل معلومات، قدیم متون کی فہرستیں

میسر نہ ہونا اور جدید کمپیوٹر کتابت (کمپوزنگ) میں تحریر کی عدم موجودگی، جدید وقدیم املا کا فرق ہونا، نایاب کتب کی خستہ حال سکین شدہ نقول اور ایسے بہت سے مسائل آڑے آتے ہیں جس کی وجہ سے یہ دیگر زبانوں کی نسبت اس میں کم فعال ہے اور اس سے بنیادی تذکیر و تانیث تک میں اغلاط کا امکان رہتا ہے۔ اردو دنیا اس کی جانب کم متوجہ ہے اور جو وہ متوجہ ہیں وہ چوں کہ اس کو مفت میں استعمال کرنا چاہتے ہیں اس لیے چیٹ جی پی ٹی وغیرہ کے ایسے کم فعال ورزن ہی مفت میں میسر ہیں جن میں غلطی کا امکان زیادہ ہے اور وہ کم تر تخلیقی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ بصورتِ دیگر اگر مجموعی طور پر دنیا بھر کی زبانوں اور علوم وفنون کے حوالے سے چیٹ جی پی ٹی کا ذکر کیا جائے تو اس میں تین سو ارب الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے جب کہ یہ انٹرنیٹ پر ہر روز بڑھتے اور پھیلتے ڈیٹا کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کر رہی ہے جس سے اس کی استعداد اور ذخیرہ الفاظ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے''۔ (بنیاد، جلد 15، 2024)

بنیادی طور پر مصنوعی ذہانت کو اردو ادب کے تین میدانوں میں کافی مددگار اور سازگار سمجھا جاتا ہے:
1۔ تخلیق (Creativity) 2۔ ترجمہ (Translation) اور 3۔ تنقید (Criticism)
ان تینوں کا جائزہ میں اپنے اس مقالہ میں لینا چاہتا ہوں۔

تخلیق

AI کی مدد سے تخلیق کار مختلف موضوعات پر مضامین، نظمیں اور کہانیاں تیار کر سکتے ہیں۔ اردو ادب میں AI ٹولز جیسے چیٹ جی پی ٹی، مشین لرننگ الگورڈمز، اور دیگر پروگرامز تخلیق کاروں اور قلم کاروں کو نئے خیالات اور موضوعات فراہم کرتے ہیں، جو ان کی تخلیقی صلاحیت کو بڑھاتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت کی مدد سے تخلیق کاروں کو مختلف موضوعات پر خیالات اور مواد فراہم ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ یہ قلم کاروں کی دل چسپی کے موضوعات کے اعتبار سے انھیں معلومات اور رہنمائی کرتا ہے۔ یہ قلم کار کو ابتدائی خاکے، کردار، مرکزِ خیال کے ساتھ ساتھ نئے زوایے فراہم کرتا ہے جس سے نہ صرف قلم کار کی صلاحیت میں نکھار آتا ہے بلکہ وہ اپنے قلم کو مزید موثر کرسکتا ہے۔

ہم نے چیٹ جی پی ٹی کے ذریعے مختلف موضوعات پر مواد کی درخواست کی تو اس نے نظم ونثر دونوں شکلوں میں ہمیں مواد فراہم کیا۔ مقالے کی طوالت کے خدشہ سے میں اس سے گریز کررہا ہوں۔آپ خود اس کا تجربہ کرسکتے ہیں۔ چند موضوعات پر اس کی معلومات ناقص اور بکھری ہوتی ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ یہ وہی معلومات فراہم کرتا ہے جو اس میں پروسی گئی ہیں، چناں چہ ہم سب مل کر اس کو مزید بہتر بناسکتے ہیں۔

ایک تحقیق کے مطابق، 2021 میں AI کی مدد سے تخلیق کردہ مواد کی مقدار میں 30% اضافہ ہوا(OpenAI:Source).

تنقیداور تجزیہ

AI کو ادبی تنقید کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ سسٹمز مختلف ادبی متون کا تجزیہ کرکے ان کی خصوصیات، طرزِ تحریر اور موضوعات کی شناخت کرسکتے ہیں۔ اس سے ادبی مطالعات میں نئی بصیرت اور جہت حاصل ہوتی ہے اور طلبہ و محققین کو مواد کی زیادہ تفہیم ملتی ہے۔

ایک مشہور اقتباس جو مولانا آزاد کا ہے۔ہم نے چیٹ جی پی ٹی سے درخواست کی کہ وہ اس کے محاسن اور خوبیوں کو اجاگر کرے۔ اس کا جواب نہ صرف اقتباس کی باریکیوں سے بحث کرتا ہے بلکہ وہ اقتباس کے الفاظ کو لے کر تاریخی جھروکوں اور الفاظ کی پرت اور بیان کی ندرت کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔
آپ اقتباس اور مصنوعی ذہانت کے جواب کو ملاحظہ کریں:

اقتباس:

" مولانا آزاد کا نظریہ تھا کہ عہد وسطیٰ میں اسلامی عظمت کی وجہ
صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ ''علم و دانش کے علمبردار تھے جب کہ

یورپ دعاؤں کے ہتھیار سے لڑنا چاہتا تھا۔ مسلمان لوہے اور
آگ کے ہتھیار سے لڑتے تھے۔ یورپ کا اعتماد صرف خدا پر تھا۔
مسلمان کا خدا کی مدد پر بھی تھا لیکن خدا کے پیدا کیے ہوئے
سروسامان پر بھی تھا۔ ایک صرف روحانی قوتوں کا معتقد تھا دوسرا
روحانی اور مادّی دونوں کا۔ پہلے نے معجزوں کے ظہور کا انتظار کیا
دوسرے نے نتائج عمل کے ظہور کا۔ معجزے ظاہر نہیں ہوئے لیکن
نتائج عمل نے ظاہر ہو کر فتح و شکست کا فیصلہ کر دیا۔"

مصنوعی ذہانت کا جواب جو نکات کی شکل میں ہمیں ملا:

مولانا آزاد کے اس اقتباس میں کئی ادبی خوبیاں اور محاسن موجود ہیں جو ان کی فکری گہرائی اور بیان کی قوت کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان خوبیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ تقابل اور تضاد: اس اقتباس میں مسلمانوں اور یورپیوں کے درمیان ایک واضح تقابل پیش کیا گیا ہے۔ یہ تضاد اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مسلمان علم و دانش کے حامل تھے، جب کہ یورپی صرف روحانی دعاؤں پر انحصار کرتے تھے۔

2۔ تشبیہات: "لوہے اور آگ کے ہتھیار" اور "دعاؤں کے ہتھیار" کی تشبیہات قاری کو ایک واضح بصری تصور فراہم کرتی ہیں۔ یہ الفاظ طاقت اور جدوجہد کی حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں، جو اقتباس کی اثر پذیری میں اضافہ کرتے ہیں۔

3۔ فکری گہرائی: مولانا آزاد کا نظریہ عہدِ وسطیٰ کی اسلامی عظمت کی بنیادوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ صرف تاریخی تناظر میں نہیں ہے بلکہ یہ موجودہ دور کے لیے بھی ایک اہم پیغام ہے کہ کامیابی کے لیے علمی اور عملی دونوں جہتوں کی ضرورت ہے۔

4۔ نتیجہ خیزی: "معجزے ظاہر نہیں ہوئے لیکن نتائج عمل نے فتح و شکست کا فیصلہ کر دیا" یہ جملہ ایک نتیجہ خیز بیان ہے جو عملی کوششوں کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ قارئین کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ عمل کے بغیر صرف دعاؤں پر انحصار نا کافی ہے۔

5۔ زبان کی سادگی اور وضاحت: مولانا آزاد کی زبان سادہ، موثر اور واضح ہے۔ یہ قارئین کو بغیر کسی

مشکل میں مبتلا کیے ان کی بات کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے، جس سے اقتباس کی تاثیر بڑھتی ہے۔

6۔ **تاریخی تناظر:** اس اقتباس میں عہد وسطیٰ کی اسلامی عظمت کا ذکر تاریخی پہلو کی عکاسی کرتا ہے، جو نہ صرف ماضی کی یاد دلاتا ہے بلکہ موجودہ دور کے لیے بھی سبق آموز ہے۔

7۔ **فکری تنوع:** اقتباس میں روحانیت اور مادیت کے درمیان توازن کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے، جو قارئین کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ کس طرح دونوں عناصر کامیابی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

نتیجہ: یہ اقتباس مولانا آزاد کی بصیرت، فلسفہ، اور ادبی مہارت کا عکاس ہے۔ ان کی تحریر میں موجود محاسن قاری کو متاثر کرتے ہیں اور انھیں اس بات پر غور کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ علم، عمل اور روحانیت کے درمیان تعلق کیا ہے۔ یہ اقتباس تاریخی اور ثقافتی اہمیت کے ساتھ ساتھ ایک گہرا پیغام بھی فراہم کرتا ہے۔

ترجمہ

اردو ادب کو عالمی سطح پر پہنچانے میں AI کے ترجمے کے سسٹمز اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ سسٹمز اردو مواد کو دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے ایک وسیع تر سامعین تک پہنچا سکتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت اردو ترجمہ نگاری کے میدان میں ایک انقلابی تبدیلی لا رہی ہے۔ یہ نہ صرف ترجمے کی رفتار اور معیار کو بہتر بناتی ہے بلکہ ترجمہ نگاری کے عمل کو مزید موثر اور متنوع بناتی ہے۔ AI کے استعمال سے اردو زبان کو عالمی سطح پر پھیلانے میں مدد مل رہی ہے، جو اس کی ترقی اور ارتقا کے لیے ایک مثبت علامت ہے۔

اردو ترجمہ نگاری کے میدان میں مصنوعی ذہانت (AI) کا کردار نہایت اہم اور مفید ثابت ہو رہا ہے۔ یہاں کچھ طریقے ہیں جن کے ذریعے AI ترجمہ نگاری کے عمل کو بہتر بنا رہا ہے:

☆ AI ٹولز جیسے Google Translate اور دیگر مشین ٹرانسلیشن سسٹمز تیزی سے اور عموماً درست ترجمے فراہم کرتے ہیں، جس سے وقت کی بچت ہوتی ہے اور اردو زبان کے قواعد، ساخت اور اصطلاحات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، جس سے ترجمہ کے معیار میں بہتری آتی ہے۔

☆ AI اردو ادبیات، نظموں اور کہانیوں کے ترجمے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے، AI کی مدد سے بڑے پیمانے پر مواد کا ترجمہ ممکن ہو گیا ہے، جو خاص طور پر کتب، مضامین اور دیگر مواد کے ترجمے کے لیے مفید ہے۔

☆ تعلیمی اداروں میں نصاب کے مختلف موضوعات کا ترجمہ AI کی مدد سے آسانی سے کیا جا سکتا ہے، جس سے طلبہ کو مختلف زبانوں میں مواد تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

☆ AI ٹولز بعض اوقات ثقافتی تفہیم کی بنا پر مخصوص اصطلاحات اور محاورات کا درست ترجمہ فراہم کرنے میں مدد کرتے ہیں، جو کہ زبان کے بھرپور تنوع کی عکاسی کرتا ہے۔

☆ AI کی مدد سے صوتی ترجمہ بھی ممکن ہے، جو کہ زبان کے سیکھنے کے لیے ایک مفید ذریعہ ہے، خاص طور پر اردو بولنے والوں کے لیے جو دوسری زبانیں سیکھنا چاہتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت کے ذریعے ترجمے میں مسائل:

☆ مصنوعی ذہانت اکثر مخصوص ثقافتی اور مقامی سیاق وسباق کو سمجھنے میں ناکام رہتی ہے، جس کی وجہ سے بعض اصطلاحات یا محاورات کا درست ترجمہ نہیں ہو پاتا۔ کبھی اردو زبان کی جملوں کی ساخت بعض اوقات پیچیدہ ہوتی ہے اور AI ان کی صحیح ترتیب یا معنی کو سمجھنے میں دشواری محسوس کر سکتا ہے۔

☆ ایک اہم مسئلہ ادبی شہ پاروں یا شاعری کے ترجمہ میں یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت صرف لفظی ترجمہ پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے جس کی وجہ سے فن کی روح اور ادبی چاشنی مفقود ہو جاتی ہے۔

☆ جب جملوں کی ترکیب اور ساخت طویل ہو جاتی ہے یا پھر غیر معمولی الفاظ متن کا حصہ ہوتے ہیں تو پھر مصنوعی ذہانت کا ترجمہ ٹھوکر کھا جاتا ہے۔

☆ بعض اوقات ترجمے کی روانی کو متاثر کرتا ہے۔

☆ اردو میں مختلف خطوں میں بولے جانے والے لہجے اور لغات کے فرق کی وجہ سے AI کبھی کبھار مخصوص الفاظ یا اصطلاحات کا درست ترجمہ فراہم نہیں کر پاتا۔

☆ خاص شعبوں جیسے سائنس، ٹیکنالوجی یا مذہبی مواد کے ترجمے میں AI کی تکنیکی اصطلاحات کی سمجھ میں کمی ہو سکتی ہے، جس سے غلط ترجمہ ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

اگرچہ مصنوعی ذہانت اردو ترجمہ نگاری میں کئی فوائد فراہم کرتی ہے، مگر اس کی کمیاں اور چیلنجز بھی اہم ہیں۔ ان کمزوریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے انسانی ذہن، ترجمہ نگاروں کی مہارت کی ضرورت پیش آتی ہے تا کہ ترجمے کی درستگی اور ادبی خوبصورتی کو برقرار رکھا جا سکے۔

AI ٹولز جیسے Google Translate اردو ادب کے ترجمے میں اہم کردار ادا کر رہے

ہیں۔ 2022 میں، AI کی مدد سے اردو مواد کے ترجمے میں 50% درستگی میں اضافہ دیکھا گیا (Source: Google AI Blog)

مصنوعی ذہانت (AI) اور اردو ادب کا تعلق کئی اہم پہلوؤں پر مبنی ہے اور یہ محض تخلیق، ترجمہ اور تنقید تک محدود نہیں ہے۔ اردو ادب میں AI کے مزید امکانات اور اس کے اثرات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اردو رسم الخط کی پہچان اور تجزیہ

اردو زبان میں خطِ نستعلیق کی پہچان AI کے لیے ایک چیلنج رہا ہے، لیکن اس میں بھی تحقیق کا دائرہ بڑھ رہا ہے۔ نستعلیق، جو کہ اردو کا بنیادی اور مخصوص رسم الخط ہے، کو AI کے ذریعے مزید موثر انداز میں پہچانا اور پروسیس کیا جا رہا ہے۔ اس سے مختلف کتب، مضامین اور دستاویزات کو ڈیجیٹل طور پر محفوظ کرنے کا عمل آسان ہوسکتا ہے۔

AI کی مدد سے تخلیقی بلاک کا توڑ

مصنفین اور تخلیق کار کبھی کبھار تخلیقی بلاک کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے تخلیقی خیالات میں رکاوٹ آتی ہے۔ AI سے استفادہ کر کے، وہ اپنی تحریر کے موضوعات، کردار، پلاٹ اور کہانی کی دیگر جزیات پر نئی سوچ اور ممکنات حاصل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، AI ٹولز مصنف کو نئے موضوعات پر لکھنے میں مدد کر سکتے ہیں اور انھیں مختلف موضوعات پر خاکے یا مشورے فراہم کر سکتے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں اردو تعلیم کی ترویج

مصنوعی ذہانت اردو تعلیم کے معیار کو بلند کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ اساتذہ اور طلبہ کو مواد تک تیزی سے رسائی حاصل ہوتی ہے اور وہ اسے اپنی تعلیمی سرگرمیوں میں شامل کر سکتے ہیں۔ مثلاً اردو کلاسز میں AI ٹولز کے استعمال سے طلبہ خودکار طریقے سے مختلف موضوعات پر تحقیق کر سکتے ہیں اور انھیں بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

خلاصہ

اگرچہ AI اردو ادب میں نئے مواقع فراہم کر رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ چیلنجز بھی

موجود ہیں۔مثلاً، کیا AI واقعی انسانی تخلیق کی سطح پر جذبات، حقیقت اور تخیل کو سمو سکتا ہے؟ کیا یہ انسانی تخلیق کی نوعیت کو متاثر کرسکتا ہے؟ یہ سوالات ادبی حلقوں میں بحث ومباحثہ کا موضوع ہیں۔

مصنوعی ذہانت اردو ادب کے مستقبل میں ایک اہم کردار ادا کرسکتی ہے،لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم اس ٹیکنالوجی کے فوائد اور نقصانات دونوں کو سمجھیں۔تخلیق کاروں کو AI کو ایک ٹول کے طور پر دیکھنا چاہیے جو ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو بڑھا سکتا ہے،لیکن ہمیشہ یہ یادرکھنا چاہیے کہ اصل تخلیقیت انسان کے تجربات، جذبات اور تخیل سے ہی جنم لیتی ہے۔اس طرح، اردو ادب کی دنیا میں AI کا استعمال ایک نئی سمت کی طرف لے جاسکتا ہے، اگر اس کا استعمال ذمہ داری اور فہم کے ساتھ کیا جائے۔مصنوعی ذہانت نہ صرف ادبی تخلیق کو سہل بناتی ہے بلکہ تحقیق، ترجمہ اور ادبی تنقید کے عمل میں بھی انقلابی تبدیلیاں لا رہی ہے۔AI کے استعمال سے اردو ادب کی دنیا میں نیا شعور اور تنوع پیدا ہو رہا ہے، جو اس کے مستقبل کے لیے ایک مثبت علامت ہے۔

یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا انسان نئی دنیا میں اپنی ذہانت اور مصنوعی ذہانت کے درمیان ایک واضح خط امتیاز قائم رکھ پائے گا۔ جی ہاں، یہ ممکن ہے، لیکن اس کے لیے انسان کو اپنی تخلیقی صلاحیتوں، جذباتی ذہانت اور تنقیدی سوچ پر زور دینا ہوگا۔انسان کی عقل اور تجربات کی بنیاد پر تشکیل پانے والے خیالات، مشاہدات اور احساسات وہ چیزیں ہیں جو اسے AI سے ممتاز کرتی ہیں۔

انسانی تخلیق میں موجود احساسات، آلام، خوشیاں اور ان کی پیچیدگیاں AI کے لیے قابلِ حصول نہیں ہیں۔AI صرف وہی مواد تیار کرسکتا ہے جو اسے فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر ہو، جب کہ تخلیق کار کی تحریر اس کی زندگی کی کہانی ہوتی ہے۔

اگرچہ AI ادبی الفاظ ڈھال سکتا ہے اور کچھ حد تک شاعری نما مواد تخلیق کرسکتا ہے، لیکن اس کی تخلیقات میں انسانی زندگی کی گہرائی اور فن کی مہارت کا فقدان واضح ہوتا ہے۔انسان اور AI کے درمیان یہ فرق ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ تخلیقیت صرف الفاظ کا ملاپ نہیں بلکہ ایک مکمل تجربہ ہے جو جذبات، حقیقت اور تخیل سے جڑا ہوا ہے۔AI کی تخلیقات میں انسانی جذبات کی گہرائی، تخیل اور فنی مہارت کی کمی ہوتی ہے۔

آخر میں، انسان کو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ AI ایک ٹول ہے، جس کا استعمال ہم اپنی ترقی اور بہتری

کے لیے کر سکتے ہیں، لیکن اصل تخلیقیت ، جذبات اور احساسات ہمیشہ انسان کے اندر ہی موجود رہیں گے۔انسان اگر اپنی شناخت کو برقرار رکھے اور اپنی خصوصیات کو فروغ دے، تو وہ AI کی دنیا میں بھی اپنی منفرد حیثیت قائم رکھ سکتا ہے۔

AI کی مدد سے تعلیمی ایپلیکیشنز نے اردو ادب کے طلبہ کے لیے مطالعہ کو آسان بنایا ہے۔ 2021 میں، ان ایپلی کیشنز کے استعمال سے طلبہ کی سیکھنے کی شرح میں 25% بہتری آئی (Source: Education Technology Research Journal)

میں اپنے مقالہ کا اختتام ناصر احمد زرگار کے ایک اہم اقتباس سے کرنا چاہتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”مستقبل ہمیں AI اور انسانی عقل کے مابین کے تعلق پر از سر نو غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یاد رہے کہ مستقبل مصنوعی ذہانت کا ہے وہ ہماری رہنمائی اور تعاون کرتا رہے گا۔ ہماری تنقیدی سوچ، فکری زاویوں اور تخلیقی صلاحیتوں پر اس کا گہرا اثر ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ انسان کو رُو بہ زوال کی طرف دھکیلے گا بلکہ وہ ہماری مذکورہ خوبیوں کی پرداخت کرے گا اور اس میں نکھار پیدا کرے گا اس لیے ضروری ہے کہ ہم ایسا راستہ تلاش کریں جو مصنوعی ذہانت کو انسانی فکر اور اس کی سوچ سے ہم آہنگ کرے“۔

(The Impact of Artificial Intelligence on Literature, Human Intellect, and the Balance of Knowledge Acquisition, Nasir Ahmed Zargar, Journal of Emerging Technologies and Innovative Research, August 2023, Volume 10, Issue 8)

Dr. S. Mohd. Yasir
Head, Dept. of Urdu
C. Abdul Hakeem College
Melvisharam, Tamil Nadu.

☆☆☆

انجمن ترقی اردو، ضلع کڈپہ

مجلس عاملہ

صدر

شیخ ستّار فیضی

نائب صدور

وی۔ایس۔نواب جان امیر بابو

عبدالقادر خان دلازک

معتمد عمومی

سید ہدایت اللہ

شريك معتمدين

سید سراج الدین بخاری

محمد عبدالقدیر پرویز

خازن

شیخ نظیر باشاہ

ارکان

سید اقبال خسرو قادری	شیخ محمد ارشاد	کے۔اشرف علی خان
سید رحمت اللہ	شیخ محمد یونس	شیخ محمد ایوب
عبدالقادر جیلانی کلام	شیخ جیلانی باشاہ	محمد عبدالوحید
کے۔مقبول احمد مقبول	محمد عبدالاعظم	شیخ نظیر احمد
سید ارشاد اقبال قادری	ایس۔بی۔احمد باشاہ	

oOo

یادداشت

Afkaar

ISBN 978-81-979408-0-4

Collection of Papers
on the Topic:Promotion & Development of Urdu

Edited By: Dr. Syed Vasiullah Bakhtiary

Two Day National Seminar, Organised By:
Anjuman Taraqqi Urdu Kadapa : Andhra Pradesh







Dabistan Publications دبستان
KADAPA-516005 A.P | Mobile: 9000050945
e-mail: dabistanpublications@gmail.com